سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

مکاتیب غالب

نجم الدولہ دبیر الملک میرزا اسد اللہ خان بہادر نظام جنگِ دہلوی متخلص بہ
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعہ جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَرَاهُمَا) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمہ و حواشی از
امتیاز علی عرشی
ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروای رامپور دام اقبالہم و ملکہم

مطبعۂ قیّمہ ـ بمبئی
(مالکان: شرف الدین الکتبی واولادہ)
۱۹۳۷

طبعِ اول .... ۱۹۳۷ ع

فہرستِ مضامین

صفحہ

(فہرست تصاویر پشت پر)

فهرستِ تصاویر

باسمہ

تقریب

سنہ ۱۸۵۷ع کے « رستخیزِ بیجا » سے هندوستان کی جو ریاستین محفوظ رهین ، اون مین روهیلکهنڈ کی واحد اسلامی ریاست « مصطفی آباد » عرف رامپور مشرقی علم و ادب کی سر پرستی کے اعتبار سے ممتاز ترین درجہ کی مالك هے.

یہ ریاست بارهوین صدی هجری مین جانباز روهیلون کی مردانہ کاریون کی بدولت قائم هوئی ، اور چند سال کے اندر اپنے خوش بخت فرمانروا نواب سید علی محمد خان بهادر کے اقبال کی تائید سے روهیلکهنڈ کے طول و عرض پر چها گئی . لیکن ابهی اسکی بنیاد کا حقـــہ استوار نہونے پائی تهی ، کہ ۱۱۶۲ھ (۱۷٤۹ع) مین نواب سید علی محمد خان بهادر کا انتقال هوگیا . حافظ رحمت خان بهادر نے دیگر روهیلہ سردارون کے مشورہ سے اونکے فرزندِ سوم نواب سید سعد اللہ خان بهادر کو ، جو ابهی صغیر السن تهـــے ، تخت نشین کردیا . سلطنتِ اودہ روهیلون کے روز افزون اقتدار و تسلط کو خطرہ کی نگاہ سے دیکهتی تهی . اوسنے اس نازك وقت سے فائدہ اوٹهـایا ، اور اپنی متواتر چند سال کی جارحانہ مخالفت سے روهیلکهنڈ کی طویل و عریض سلطنت کو ریاست رامپور کی مختصر چار دیواری مین محصور هونے پر مجبور کردیا .

اس پرآشوب عهـــد مین حکومتِ انگلشیہ کے زیرِ حمایت نواب سید فیض اللہ خان بهـادر عرش منزل مسندِ آبائی پر متمکن هوـے . آپ مین وہ تمام صفاتِ حسنہ ، جو ایك معدلت گستر حکمران کا طرّۂ امتیاز شمار کیجاتی هین ، بوجہِ اتم موجود تهین . اسلئے آپ نے اپنی دانشِ شـاهانہ سے کام لیکر روهیـلون کی منتشر قوت کو یکجا کیا ، تعلیم و تربیتِ رعایا کیلئے عربك کالج

(مدرسۂ عالیہ) قائم کرکے ملا حسن فرنگی محلی اور بعد ازان بحرالعلوم مولانا عبد العلی لکھنوی کو اوسکا پرنسپل مقرر فرمایا ، اور جوڈیشل ڈپارٹمنٹ (محکمۂ قضا) کیلئے « فتاوایِ فیض اللہ خانی » مرتب کرایا . لیکن ابھی عروجِ ستارۂ اقبال کی امیدِ مردہ پوری طرح زندہ نہونے پائی تھی کہ ذیحجہ سنہ ١٢٠٨ ھ (١٧٩٤ ع) مین نواب عرش منزل نے قضا کی .

روھیلون نے آپ کے فرزندِ اکبر نواب سید محمد علیخان بہادر کو اپنا حکمران تسلیم کیا . مگر یہ نیا دور ایك افسوسناك حادثہ کے باعث بہت جلد ختم ہو گیا ، اور محرم سنہ ١٢٠٩ ھ (١٧٩٤ ع) مین بجائے آپ کے نواب عرش منزل کے فرزندِ دوم نواب سید غلام محمد خان بہادر مسند نشین ھوئے . حکومتِ اودھ روھیلون کی مجتمعہ قوت کو پھر خائفانہ نظرون سے دیکھنے لگی تھی . اوس نے اس معاملہ مین بیجا مداخلت کی ، اور نواب سید محمد علیخان بہادر کا خون بہا طلب کرنے کے بہانے سے رامپور پر فوج کشی کردی . سوءِ اتفاق سے روھیلون کو شکست ھوگئی . نواب سید احمد علیخان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ، جو ابھی خورد سال تھے ، صاحبزادہ سید نصراللہ خان بہادر کی سرپرستی مین والی بنائے گئے ، اور نواب سید غلام محمد خان بہادر اور اونکی اولاد رامپور سے باھر رہنے پر مجبور ھوئی . لیکن

خدا شری برانگیزد کہ خیرِ ما دران باشد

ان حضرات کی ظاھری محرومیِ تخت و تاج انکی آیندہ عظمت و شہرت کا سبب بنگئی .

سنہ ١٢٥٦ ھ (١٨٤٠ ع) مین نواب سید احمد علیخان بہادر فوت ھوے ، اور اونکی اکلوتی صاحبزادی شمسہ تاجدار بیگم صاحبہ کی حکومت تسلیم کرنے سے روھیلہ سردارون نے انکار کردیا . حکومتِ انگلشیہ کے تدبر نے نواب سید غلام محمد خان بہادر کے خلف الرشید نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت

آرامگاہ کو اس وراثتِ آبائی کا حقدار قرار دیا ۔

نواب جنت آرامگاہ نے سنِ شعور کو پہنچکر حکومتِ انگلشـــیہ کو شرفِ خدمت بخشا تھا ، اور اپنی کاردانی وقابلیتِ انتظـامی کی بدولت ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ کی عزت افزائی فرماچکے تھے ۔ آپ نے زمامِ حکومت ھاتھ مین لیکر سب سے پہلے ریاست کی تنظیمِ جدید کیطرف توجہ مبذول فرمائی ، اور فوج ، پولیس ، اور محکمۂ مال کیلئے نئے قوانین و ضوابط مقرر فرماکر روھیلون کے غیر منظم جرگہ کو آئینی ریاست کے قالب مین ڈھالدیا ۔

انتظامی امور سے فارغ ھوکر نواب جنت آرامگاہ نے سرپرستیِ علم و ادب کی طرف قدم اوٹھایا ۔ مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، ملك الشعرا مہدی علیخان ذکی مرادآبادی ، حکیم احمـد خان فاخر رامپوری اور دیگر علما وادبا مختلف کتابون کی تالیف و ترجمـہ پر مامور ھوے ۔ لیکن یہ پودا پروان چڑھنے نہ پایا تھا کہ سنہ ۱۲۷۱ ھ (۱۸۵۵ ع) مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی ۔

آپ کے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے تاجِ ریاست زیبِ سر فرمایا ۔ آپ نواب جنت آرامگاہ کی تخت نشینی سے قبل دھلی مین قیـام پزیر ھـوے تھے ، اور مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، مفتی صـــدر الدین خان آزردہ ، اور میرزا اسد اللہ خان غالب سے علومِ عربی و فارسی کی تحصیل فرما چکے تھے ۔ آپ کی تخت نشینی کے دو سال بعد ھنـــدوستان نے حکومتِ انگلشیہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا ۔ نواب فردوس مکان نے اس موقع پر حکومت کی حمایت و ھمدردی مین بیش بہا خدمات انجام دین ، اور غدر فرو ھو جانے پر آفت رسیـدہ علما ، شعرا ، ادبا اور دیگر اھلِ ھنر کیلئے اپنے سایۂ عاطفت و پرورش کو وسیع فرمادیا ۔

نواب فردوس مکان کے دامنِ جود وسخا مین پناہ لینے والے حضرات کی طویل فہرست مین ، مفتی محمـد سعد اللہ مرادآبادی ، میرزا اسد اللہ خان

غالب دهلوی، منشی مظفر علیخان اسیر لکهنوی، منشی امیر احمد امیر مینائی صاحبعالم میرزا رحیم الدین بهادر حیا دهلوی، شیخ علی بخش بیمار، میر عوض علی عدیل ملیح‌آبادی خوش نویسِ نستعلیق، اور منشی انبا پرشاد لکهنوی داستانگو وہ ممتاز هستیان هین جن سے اربابِ علم و ادب بخوبی واقف هین

لیکن ان تمام صاحبانِ فضل و کمال مین نجم الدوله دبیرالملك میرزا اسد الله خان بهادر غالب دهلوی کو یه خصوصیت حاصل تهی، که آغازِ سنه ۵۷ ع مین مولانا فضل حق خیرآبادی کی وساطت سے نواب فردوس مکان نے انهین فنِ سخن مین اپنا مشیرِ خاص مقرر فرمایا تها. ابتداءً نواب فردوس مکان وقتی عطیات سے میرزا صاحب کی امداد فرماتے رهتے تهے. لیکن غدر کے بعد انکی پنشن بند هوگئی تو نوابصاحب نے جولائی سنه ۵۹ ع سے سو روپیه ماهوار تنخواہ جاری فرمادی تهی، جو انکے انتقال کے بعد نواب خلد آشیان کے خزانه سے ملتی رهی، اور میرزا صاحب کی وفات پر اونکے متبنیٰ حسین علیخان شادان کے وظیفه کی شکل مین تبدیل هوگئی.

اس رشته کی بدولت سنه ۱۸۵۷ ع سے سنه ۱۸۶۹ ع تك دربارِ رامپور اور میرزا غالب کے درمیان سلسلۂ مراسلت جاری رها. اس مراسلت کا معتد به حصه محکمۂ عالیۂ دارالانشا (پولیٹیکل ریکارڈس آفس) رامپور، مین محفوظ تها. سنه ۱۹۳۵ ع مین احقر نے، اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پرنور کپتان هز هائنس عالیجاہ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه، مخلص الدوله ناصر الملك امیر الامرا نواب سید محمد رضا علیخان بهادر مستعد جنگ، کے۔ سی۔ ایس۔ آئی، فرمانروای رامپور دام اقبالهم و ملکهم کی توجهِ همایون اس نادر و نایاب ذخیرہ کی اشاعت کیطرف مبذول کرنے کی جرات کی.

بندگانِ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی اپنے آبای کرام کیطرح سرپرستیِ علوم و آداب مین عموماً، اور پرورشِ زبانِ اردو مین خصوصاً اقران و اماثل

مین ممتاز ھے ۔ بنابرین حکمِ عالی نافذ ہوا کہ اس مجموعہ کو باحسنِ وجوہ مرتب کرکے افادۂ اربابِ ذوق کیلئے شایع کردیا جائے ۔

مین نے مولوی امتیازعلی عرشی (ناظمِ کتب خانۂ رامپور) کو، جن مین علمی قابلیت، ذوقِ سلیم، اور علم و ادب کی عملی خدمت کے جذبات جمع هین، اور مجھے ان سے آینده کیلئے بہت بلند اور خوش آیند توقعات هین، اس ادبی خدمت کے سرانجام پر مامور کیا، اور وقتاً فوقتاً مناسب ھدایات اور مشورے دیتا رھا۔ انکی مسلسل دو سال کی سعی و جانفشانی کے بعد آج یہ مجموعہ اس قابل ہوا ھے، کہ اعلیٰ حضرت شہریارِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے حضور مین اس گزارش کیساتھ پیش کیا جاسکے، کہ

لایق نبود قطرہ بدریا (بعمان) بردن   خار و خسِ صحرا بگلستان بردن
اما چه کنم که رسمِ موری باشد   پایِ ملخی پیشِ سلیمان بردن

التجا ھے کہ یہ حقیر کوشش شرفِ قبولیت سے مفتخر کیجائے، کہ یہی اسکی قبولیتِ عامہ کا پیش خیمہ ہوگا۔

خدا سرکار کی عمر دراز کرے، اور جاہ و جلال و اقبال زیادہ فرمائے، تا کہ اس مبارک عہد مین اہم سے اہم اور زیادہ سے زیادہ علمی خدمات انجام پائین۔ آمین۔

رنگ محل پیلس۔ رامپور اسٹیٹ۔
۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۷ ع۔

بشیر حسین زیدی
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچـــه

نحمده و نستعینه و نصلی علی رسوله الـکریم

تمہید

سنه ۱۹۳۵ع مین جنابِ معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بہادر زیدی ، چیف منسٹر ریاست رامپور ، نے حقیر عرشی کو حکم دیا ، که بندگانِ اعلٰی حضرت هز هائنس کپتان عالیجاه ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه ، مخلص الدوله ناصرالملك امیرالامرا ، نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ فرمارواىِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم کے ایمایِ همایون کے مطابق ، میرزا اسد الله خان بہادر غالب دهلوی کے مکاتیب ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان (طاب ثراهما) یا دیگر وابستگانِ دربار کے نام لکھے تھے ، اور عرصه سے محکمـۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے ، ضروری حواشی اور ایك سیر حاصل مقدمه کیساتھ مرتب کرون .

میری علمی بے بضاعتی اس بارِ گران کی کسی طرح متحمل نه تھی ، اور دامنِ همت اس شرفِ بے پایان کے احاطه سے کوتاه نظر آتا تھا . مگر بمقتضایِ

من درین رتبه از کجا ؟ لیکن ٭ مور پروردۂ سـلیمان است

بتعمیلِ حکم ترتیبِ مکاتیب کا کام شروع کیا ، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعـد اس مجموعـه کی ترتیب کے فریضه سے سبکدوش هوا . مجھے اسکا اعتراف هے که میرزا غالب کے سہلِ ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافـه ریشمی لبـاس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا ، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشـناس بنانا ھے ۔ تاھم اسکی قبولیت کا خواستـگار ، اور یه سوچکر که قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیاده نیـازِ خلوص کی ضرورت ھے ، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ھے ، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ھون ،

دیباچه کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سـوانحِ حیـات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبـه سمجھنے کیلئے خواجـه الطاف حسین حالی مرحوم کی « یادگارِ غالب » مولانا غلام رسـول مہر کی « غالب » اور مسٹر محمـــد اکرام ، ایم ، اے ، کی تازه ترین کتابِ « غـالب نامـــه » عصرِ حاضر کی وه مـایـۂ ناز تصنیفـات ھین ، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصه تك محسوس نہین کیجائیگی ۔ اسلئے که ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ھے ، جسکے باعث انکا مطالعه کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ھونیکا شرف حاصل کرلیتا ھے ، اور یہی ایك شاعر و مفکّر کے خیالات سمجھنے کا بلنـد ترین درجـه ھے ۔ لیکن با اینهمه میرے لئے نا گزیر ھے که میرزا صـاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامه فرسائی کرون ۔

اولاً اسلئے که ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صـاحب کے تعلقاتِ رامپور پر ، جو اونکی آخری زندگی کا اھم باب ھے ، کماحقه روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ھین ۔

ثانیاً اسلئے که ان تالیفات کا دائره میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ھے ، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ھے ۔ حـالانکه یه صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصـــه تسلیم کیگئی ھے ، جس مین ھندوستان کا کوئی ادیب ، بغیرِ استثنا ، آجتك شرکت

کی جرات نہین کرسکا ھے ۔

ثالثاً اسلئے کہ خود میرزا غالب نے ۱٤ جنوری سنہ ۱۸۵۸ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین عرض کیا تھا ، کہ میری یہ آرزو ھے کہ ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون ، تا کہ کسیطرح کا پردہ درمیان نہ رھے ۔ میرزا صاحب کے الفاظ یہ ھین :

« ھر آئینہ در دل چنان گزشت ، کہ درین بارید انسان سخن سرای توان گشت ، کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان و حجابی درمیان نماند . » (۱)

دیباچہ کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیا ھے ، کہ صرف وھی واقعات بیان کیے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے ، جو اردوی معلی یا عودِ ھندی وغیرہ مین مذکور ھین ، قطعاً بحث نکیجائے ۔ البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ھے ۔ کیونکہ اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی ۔

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعد اونکی انشایِ اردو کے انداز ، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ھے ، اور کوشش کی ھے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین ۔ لیکن اردویِ معلی اور عودِ ھندی کو بھی ھر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ھے ، اور نئی امثلہ کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ھین ۔ اس ضمن مین بعض ایسی چیزین بھی زیرِ بحث آئی ھین ، جنکا تعلق انشا سے زیادہ میرزا صاحب کے عادات و خصائل یا عام حالات سے تھا ۔ لیکن ، جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ھے ، دیباچۂ ھذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وھی حالات

---

(۱) مکاتیب ص ۱۱ ۔

لکھے گئے ھین، جنکا ذکر اس مجموعـه کے مکاتیب مین ھوا ھے، دیگر تمام عامٔ حالات نظر انداز کردئیے گئے ھین. ایسی صورت مین یہی مناسب نظر آیا که ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے. چونکه ان کا انشا سے بھی کافی تعلق ھے، اسلئے امید ھے که مطالعه کیوقت بے محل معلوم نه ھونگے.

ماخذ دیباچه و حواشی

حواشی اور دیباچه کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی ھے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل ھین:

(١) - اردوی معلی، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنه ١٢٨٥ ھ (١٨٦٩ع).

(٢) - ایضاً، طبعِ لاھور سنه ١٩٢٦ ع.

(٣) - عودِ ھندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ١٠ رجب سنه ١٢٨٥ ھ.

(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنه ١٢٧٩ھ (١٨٦٣ع).

(٥) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنه ١٨٧١ع.

(٦) - قاطعِ برھان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنه ١٢٧٨ ھ (١٨٦٢ع).

(٧) - ابرِ گہر بار، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنه ١٢٨٠ ھ.

(٨) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ١٩٢٢ع.

(٩) - یادگارِ غالب، مطبوعهٔ نامی پریس کانپور سنه ١٨٩٧ ع.

(١٠) - غالب، مصنفهٔ مولانا مہر، طبعِ لاھور سنه ١٩٣٦ ع.

(١١) - خزانهٔ عامره، مصنفهٔ آزادِ بلگرامی، مطبوعـهٔ نولکشور پریس کانپور سنه ١٨٧١ع.

(١٢) - انتخابِ یادگار، مصنفهٔ امیرِ مینائی، مطبوعهٔ رامپور سـنه ١٢٩٠ ھ.

(١٣) - اخبار الصنادید، مطبوعهٔ نولکشور پریس لکھنو سنه ١٩١٨ع.

(١٤) - تذکرهٔ کاملانِ رامپور، مطبوعهٔ ھمدرد پریس دھلی سنه ١٩٢٩ع.

(١٥) - انشایِ نورِ چشم، مطبوعهٔ نظامی پریس کانپور سنه ١٢٩١ ھ.

(۱٦) - ڈکشنری آف انڈین بیا گرفی، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنه ۱۹۰٦ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ هین) .

(۱۷) - اورینٹل بیا گرفیکل ڈکشنری، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی، مطبوعۂ سنه ۱۸۹٤ع .

ان مطبوعه کتابون کے علاوه حسبِ ذیل قلمی کتابین بھی زیرِ مطالعه رهی هین :

(۱) - تاریخِ محمدی، مصنفۂ محمدِ حارثیِ بدخشی، نسخۂ مولف .

(۲) - تاریخِ لطیف، مصنفۂ مولوی مهدیعلیخان رامپوری، نسخۂ مولف .

(۳) - تشریح السنین، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی، نسخۂ مولف .

تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایك خط کا فوٹو شامل هے .

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس هے . یه تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی هوئی هے، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز هے . تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رهینِ منت هے . مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تھے، اور یهان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کهکر رامپور مین قیام پزیر هوگئے تھے . انکے اَخلاف ابتك کتب خانه کے اسٹاف مین موجود هین .

نواب خلد آشیان کی قلمی تصویر، جسکا عکس شایع کیا جارها هے، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی هوئی هے . لیکن یه بھی ندرتِ فن کا اعلی نمونه هے، اور اصلاً رنگ آمیز هے .

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس هے، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پهلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو (۱۸٦۳ع) مین شایع هوئی تھی . یه ایڈیشن اب نایاب هے . اسلئے مناسب خیال کیا

گیا کہ بجائے عام تصاویر کے، جنکی تاریخی حیثیت مشتبہ ہے، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے ہین.

میرزا صاحب کا رسمِ تحریر پیش کرنیکے لئے وہ خط منتخب کیا گیا ہے، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند ہے. اس سے بیک وقت معلوم ہوسکے گا کہ میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تھا، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنہ مین شروع ہوے.

شکریہ

میرا فرض ہے کہ جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم ابوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریہ ادا کرون، ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصہ صرف کرکے، امثلہ کی تلاش مین مجھے امداد بہم پہنچائی ہے. اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمہ، بمبئی، کا شکریہ بھی میرے ذمہ واجب ہے. ان اصحاب نے طباعت کے سلسلہ مین ہر قسم کے فنی مشورے دیئے، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتہائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی. آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاہ و جلال کی دعا پر تمہید ختم کرتا ہون.

از دستِ گدایِ بینوا ناید ہیچ ٭ جز آنکہ بصدقِ دل دعائی بکند

احقر
امتیاز علی عرشی
ناظمِ کتبخانہ

کتبخانہ، قلعۂ معلی، ریاست رامپور.
۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۷ع.

سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد هو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضه لکھا تھا ، جسکا یہان سے جواب نہین گیا . میرزا صاحب نے خیال کیا که غالباً میری رودادِ غـــدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبه هے که مین بھی باغیون کا شریكِ کار رها هون ، اور اس بنا پر از راهِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا هے . اس شبہه کے ازاله کیلئے ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨ ع کو انھون نے دوسرا عریضه ارسال کیا ، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط ، حقیقتِ تعلقِ قلعه ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشه گیری کے تذکره سے پہلے سرکار کو لکھا :

« در زمان چیره دستی کور نمکان سیاه روسیاه سر رشتهٔ پیام از هم گسست . ناچار نفرستادن نامه بر رساندن نامه و پیام صورت بست . درین روزگار ، که فرمان داوران دادگر روائی وسلسلهٔ آمد شد نامه رسائی یافت ، نامه در پیام روان داشته شد ، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشته شد ، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد ، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیده باشد . هرآئینه در دل چنان گزشت که درین نابرد انسان سخن سرای توان گفت که سرگزشت من ، او ولی نعمت نهان وحجابی درمیان نماند . »(١)

میرزا صاحب کی اس توجیه کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا که کم از کم وه حالات ، جو خود میرزا صاحب اس عریضه یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعـــه نواب فردوس مکان ، نواب خلدآشیان ، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتـــے تھـــے ، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون ، تا که اس مجموعه کے مطالعـــه کرنیوالے کی نگاه سے بھی وه حجاب دور هوجائے ، جو مکتوب الیهم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا .

---

(١) مکاتیب ، ص ١١

نام تخلص اور القاب شاهی

میرزا صاحب کا نام « اسد الله خان » تخلص « غالب » اور شاهی لقب « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » تها. عریضهٔ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمه مین نام اور تخلص، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشه کی مهر مین نام مع القابِ شاهی مذکور هے. (۱)

عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کهین مذکور نهین. لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین همیشه « بنامِ میرزا نوشه صاحب » درج هوتا هے. نیز قصیدهٔ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافه کی پشت پر بهی میر منشی صاحب نے یهی نام لکها هے. اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشه » تها. (۲)

تاریخ پیدایش

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکهتے هین:

« از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود . . . . » (۳)

اس سے واضح هوتا هے که سنه ۱۸۰٦ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تها. گویا وه سنه ۱۷۹۷ع مین پیدا هوے تهے. اردوی معلی اور عودِ هندی مین ۸ رجب سنه ۱۲۱۲ ه تاریخِ پیدایش بتائی گئی هے، (٤) جو سنه ۱۷۹۷ع کے مطابق هے. اسلئے اس انگریزی سنه کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاهیے.

نسبی خاندان — چچا

میرزا صاحب نصرالله بیگخان بهادر کے بهتیجے تهے. نصر الله بیگخان چار سو سوارون کے رساله کے افسر تهے، اور جنرل لارڈ لیك بهادر کی

(۱) مکاتیب، ص ۲۰ و ١٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً، ص ٦ حاشیه نمبر ۱ (۳) ایضاً، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی، ص ۳۹۹ و عود هندی، ص ٦۹

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقـدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھے ، جسکے صله مین پرگنهٔ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا هوا تھـا . سنه ۱۸۰٦ع مین نصرالله بیگ خان بہـادر کا یکایك انتقال هوگیـا . گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقـرر کردی ، جو ابتـداءِ ریاستِ فیروزپور جھرکه کے خزانه سے اور بعد ازان غدر تك خزانهٔ کلکٹریِ دهلی سے تقسیم هوتی رهی . یه تمـام تفصیل میرزا صاحب نے عریضهٔ نمبر ۷ مین تحریر کی هے . فرماتے هین :

« حالی رای جهان آرای باد که دیرینه نمکخوار سرکار انگریزم . و از سر آغاز سال یکهزار و هشت صـد و شش که درانگاه شمـار سنین عمر من از ده نگزشته بود ، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصر الله بیگخان بهـادر ، که باجمعیت رسالهٔ چهار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بهـادر در فتح هندوستان کوششهای نمایان کرده ، و پرگنهٔ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافته ، وهم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفتـه بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بهـادر در وجه معـاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . » (۱)

حقیقی بھـائی

ایك عریضه مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھـائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکره کیا هے . فرماتے هین :

« بهر حال دو امر هنوز مبهم هین . ایك اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسری میری بهائی کی پنسن کی حقیقت . » (۲)

میرزا یوسف خان نے ۲۹ صفر ســـنه ۱۲۷٤ ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنه ۱۸۵۷ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا . (۳)

سببی خاندان — بی بی

میرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیـگم نواب الهی بخش خان معروف کی بیٹی تھین . یه ۷ رجب ســـنه ۱۲۲۵ ھ (۱۸۱۰ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین ، اور اونکی وفات کے چند ماه بعد تك زنده رهین . نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۲۱ (۲) ایضاً ، ص ۲۷ (۳) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۹۹

مکان کی مزاج پرسی کرتے ہوے میرزا صاحب نے انکے متعلق لکھا ھے :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع هوا هی ، عالم الغیب گواہ هی کہ مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رهی هی . » (۱)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنر دھلی سے درخواست کی تھی کہ میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسر متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ھمدردانہ رپورٹ کے باوجود کمشنر دھلی نے جواب دیا کہ متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ھوسکتی. البتہ بیوہ کچھری مین حاضر ھو تو اوسکے نام دس روپیہ ماھوار وظیفہ مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچھری کی حاضری کو گوارا نہ کیا ، اور دس روپیہ ماھوار کے وظیفہ سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ۱۲ جون سنہ ۱۸۶۹ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضہ ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کی درخواست ، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد ، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواست پنشن کے بارے مین لکھتے ھین :

« پنشن سرکار انگریزی کی یہ صورت ہوئی ، کہ هنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب نے رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ پسر متبنی کی پنشن نہین هوسکتی . هان زوجہ کیواسطی مبلغ دس روپیہ تجویز هونگی . جناب دادی صاحبہ نے دس روپیہ نامنظور کیے. یہ امید بھی جاتی رهی . » (۲)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبہ نے لکھا ھے :

« از جانب امراؤ بیگم . بعد کورنش نتوحد مضمون عرضی هذا یہ گزارش هی . کمترینہ اول بعمر هفتادسالہ حرکت و نقل مکان سی معذور . اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوهر اور هجوم قرض خواهان سی اور معیشت آیندہ سی مجبور . با این همہ بسبب عدت کی خانہ سی باهر نہین نکلسکتی . بدین وجوہ مانع حضوری هی . اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا . حضور کو دستگیری مجھ بیکسہ عاجزہ کی واجب هی . اور یہ ارادہ هی کہ بعد انقضای مدت عدت خدمت مین حاضر هون ، اور وهین انفاس بقیہ کو گزارون . اب نان شبینہ کو محتاج هون .

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) مثل نمبر ۱۷۹ ، صیغۂ احباب ، عہد نواب خلد آشیان ، محافظخانۂ دارالانشا

چارہ اسکا بجز بندگان عالی کے ممکن نہین ۔ رحم فرمائیے اور خبرگیری کیجیے، کہ بدعا گوئی دولت ابد مدت مشغول رهون ۔»

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۶ ھ (اگست سنہ ۱۸۶۹ ع) کو بیگم صاحبہ نے اب خلد آشیان کو پھر لکھا :

«جہانعالی ! جس روز سی مرزا اسد الله خان غالب نے وفات پائی هی، تو یہ عاجزہ بیوہ اسقدر مصائب مین گرفتار هی، کہ تحریر سی باهر هی ۔ اول تو یہ مصیبت هی کہ مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیہ کے قرضدار مری ۔ دوسری مصیبت یہ کہ پنشن انگریزی مسدود هوئی ۔ تیسری یہ کہ تنخواہ سو روپیہ ماهوار، جو آپ از راہ قدر دانی کے مرزا مرحوم کو ارسال فرماتی تهی، وہ بهی یك لخت موقوف هوئی ۔ ابتك قرض لیکر اوقات بسری کی ۔ اب قرض بهی نہیں ملتا ۔ نوبت فاقہ کشی کی پهنچی ۔ اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پهر یہی خیال آیا، کہ الله تعالی نے همارا وسیلہ پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا هی، اور سوائی آپکی ذات بابرکات کی دوسرا کوئی نظر نہ آیا ۔ لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکی قدمون پر ڈالا ۔ آپنے بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کی اوسقدر اوپر حال برخوردار کی عنایت فرمائی هی، کہ بیان سی باهر هی ۔ اب دعا گو کی یہ تمنا هی کہ ایسی پرورش مجھ ضعیفہ کی هوجائی، کہ مرزا مرحوم حق عباد سی بری هوجائین، کہ یہ سخت عذاب هی ۔ اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم هوگا ۔ اور اگر دفعہ صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کی نہو، تو یہ تنخواہ ششماہ کی بحساب فی ماہ صد روپیہ بالفعل مجھ بیوہ کو عنایت هوجائی ۔ باقی ۶ ماہ اور بحساب مذکورۂ بالا مرحمت فرمائیے، تاکہ میں بیوہ قرض مرزا صاحب کا ادا کردون ۔ اور ظاهرا یقین هی کہ زندگی میری بهی اسی میعاد مین پوری هوجائیگی ۔ ...... اور پنشن میری دس روپیہ انگریز کرتا هی، بشرط اینکہ کچہری مین حاضر هون ۔ اور جانا میرا کچہری مین هرگز نهوگا ۔ گو فاقون سی مر جاؤن ۔ کیا مین اپنی باپ اور چچا اور شوهر کا نام روشن کرون ۔ اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوهر کی آگی خاص و عام کی تهی حضور پر سب روشن هی ۔» (۱)

اس عریضہ پر بھی سرکار نے کوئی حکم نہ دیا ۔ تو ۲٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۶ ھ کو بیگم صاحبہ نے مکرر درخواستِ پرورش پیش کی ۔ اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ہے، اسلئے اعادہ مناسب معلوم نہین ہوتا ۔ البتہ اس عرضی کے لفافہ پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہے :

---

(۱) مثل نمبر ۲۵٤، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا ۔

« پیش نموده شد . حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فهمایش و هدایت بعمل آمده . ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع . »

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پته چلتا ہے ، ج شعبان مین بهیجی گئی تهی . لیکن مثل مین اوسکا لفافه شامل ہے . اص عرضی موجود نہین . اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکره نہین ملتا . اس سے خیال ہوتا ہے که اونکی یه پیشینگوئی که « مین اسی ششماهی مین فوت ہوجاؤنگی درست نکلی . اور وه سنه ۱۲۸۶ ھ هی مین فوت ہوگئین .

بی بی کے چچا اور بهائی

نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جهرکه و جاگیردارِ لوہار میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تهے انهون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تها ، اور خود گوشه گیر ہوگئے تهے . نواب شمس الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کے قتل کے الزام میں پهانسی دیدیگئی . میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا ہے اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بهی اشاره کر گئے هین . فرماتے هین :

« بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بہادردر وجه معاش من منجملهٔ زراستمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمدبخش خان بر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفرکردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت . » (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنه ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنه ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا .

بی بی کے پوتے — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین ہوئین ، لیکن ان مین سے کسی نے پندره ماه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی . ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا . یہ دو خورد سال بچے چھوڑکر جوانی مین انتقال کرگئے . ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے ہان رہے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے . میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ہوگئے تو ڈھائی ہزار روپیہ لگاکر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی . نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ھے :

«باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے ھان ھوئی . اونھون نے کھانے جوڑے کے دوہزار روپیہ دیے . اورمیری زوجہ نے پانسو روپے کا زیور لگاکر پچیس سو روپے صرف کیے . » (۱)

باقر علیخان نے سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷٦ ع) کو انتقال کیا .

حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگہ متبنی کر لیا تھا . چنانچہ نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ھے . فرماتے ھین :

«جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کاحال خارج سے مسموع ھوا ھے عالم الغیب گواہ ھے کہ مجھپر..... اور میرے فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رھی ھے . » (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی ھین . چنانچــــہ سب سے پہلے ۱۹ اگست سنہ ۱۸٦۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا :

«آپکے غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ھوگئی . اور اپنے کنبے مین ھوئی . یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے . اور رجب کا مہینا قرار پایا . اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکے ھاتھ ھے . » (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپکی تحریر مجمل ھے . خلاصۂ مکنونِ خاطر

---

۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ٤۰ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ٥ ستمبر کو لکھا :

« مجملا یه که مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وه آپ کا غلام. تفصیل یه که میری پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میری گھر مین زیور زرینه و سیمینه کا نام و نشان نهین. هت اودهار قرض کوئی دیتا نهین. آپ روپیه عنایت فرمائین، تا یه کام سر انجام پاؤ، اور بوڑھی فقیر کی برادری مین شرم رهجائی. دوسری بات یه که سو روپئی آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیه آٹھ آنو مهینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا هون. عالم الغیب جانتا هی که اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا هوتا هو. بهو کو کہان سی کھلاؤنگا؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواه مقرر هوجائی. لیکن توقیع تنخواه اوسکی نام جاری نهو. بلکه اوسکی زوجه حسن جہان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وه تنخواه مقرر هو. اور اوسکی مهری رسید سی ملا کری. زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواه کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت. » (۱)

سرکار نے ارقام فرمایا کہ آپ مصارف کی مقدار لکھیے. اسکے بعد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا. ما بدولت کو بر بنایِ موانست و اتحادِ قدیمہ آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر ہے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۳ ستمبر کو تحریر کیا :

« حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پهنچایا که شاهان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاهان هند مین شاهجهان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی. باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی هان هوئی. اونهون نی کهانی جوڑی کی دو هزار روپیه دیئی. اور میری زوجه نی پانسو روپی کا زیور لگا کر پچیس سو روپی صرف کیی. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنی خاندان کا هو. لیکن امیر نهین. نوکری پیشه هی. اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجھی کیا دو. سائل هون. یه رسم نهین که سائل مقدار سوال عرض کری. حال مصارف شادی خاندان لکھدیا هی. دو ڈھائی هزار مین شادی اچھی هوجائیگی. لیکن یه بھی ساتھ عرض کرتا هی که میرا حق خدمت اتنا نهین که اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگی اوس مین شادی کر دونگا. » (۲)

اس عریضہ کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیا، اور رجب مین شادی ملتوی ہوگئی. میرزا صاحب نے ۲ رمضان سنه ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۹ دسمبر سنه ۱۸٦۷ ع کو یاددھانی کرتے ہوئے لکھا :

«ماه صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی هین. اگر حسین علیخان یتیم کی شادی امی صیغی مین هوجائی، اور اس بوڑھو اپاهج فقیر کو روپیه ملجائی تو اس مهینی مین تیاری هو رهی، اور

(۱) مکاتیب، ص ۹۵ (۲) ایضاً، ص ۹۷

شوال مین رسم نکاح عمل مین آئی . اور چونکہ اس ماہ مبارک مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بھی آغاز ھو ، وہ پچیس روپیہ مہینا جو زبان مبارک سی نکلا ھی ، جنوری سنہ ۱۸٦۸ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری ھوجائی ، تو مجھی گویا دونون جہان ملگئی . » (۱)

لیکن اس عریضہ کا جواب بھی صیغۂ التوا مین رھا ، اور ذیقعدہ آپہنچا . میرزا صاحب نے ۹ مارچ سنہ ۱۸٦۸ع کو لکھا :

« مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مہینی مین قرار پائی تھی . عطیۂ حضور کی نہ پہنچنی کی سبب ملتوی رھی . آج جو ذیقعدہ کی ۱۵ ھی ، ۱۵ دن یہ اور مہینا ذی الحجہ کا . اگر اسی ذیقعدہ کی مہینی مین کچھ حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجہ تک نکاح ھوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یہ بھی گزری ، کہ غالب جب بہو بیاہ لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سی کھلائیگا . غرض اس سی یہ کہ حسین علیخان کی تنخواہ جاری ھوجائی . حضرت ! کوئی ایسا نہین کہ جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رھی اور مجھی باربار لکھتی ھوی شرم آتی ھی . » (۲)

سرکار نے یہ درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تک شادی سے فراغت کی امید ھوگئی . نواب مرزا خان داغ دھلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بہادر لکھنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دھانی کی خاطر میرزا صاحب نے ۱۳ اگست سنہ ۱۸٦۸ع کو لکھا :

« تین التماسین سابق پیش ھوئی تھین . سو اب پہلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر کی خط سی اون خواھشون کی منظور و مقبول ھونیکی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ھوجائیگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ھوجائیگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تک تنخواہ جداگانہ مقرر ھوجائیگی . »(۳)

اس عرصہ مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع ھوگیا . میرزا صاحب نے مجبور ھوکر ۷ ستمبر کو ولیِّ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

« پیر و مرشدا حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا ھی . زندگی مشکل ھوگئی ھی . بطریق « شیئا للہ » سوال مختصر یہ ھی کہ جو حضرت کی مزاج مین آوی وہ عطا کیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانہ تنخواہ مقرر کردیجی . لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابھی اسکا جواب ارقام نہین فرمایا تھا کہ اس عرصہ مین

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۵ (٤) ایضاً ، ص ۱۰٦

میرزا صاحب پر قرضخواهون کا سخت تقاضا هونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری هوگیا. ادایگیِ قرض کی سبیل صرف عطیهٔ سرکارِ رامپور تھا. بنابرین ١٦ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکھا:

«حال میرا تباه هوتے هوتے اب یه نوبت پهنچی، که انکی تنخواه مین سے ٥٤ روپئے بچے، ٦٣ روپئے کا چٹھا ماهوار کا سو سه ماهه دیا. محملاً آٹھ سو روپئے هون تو میری آبرو بچتی هے. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکے نام کی تنخواه سے قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبھی نکھونگا. آٹھ سو روپئے مجکو اور دیجے. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائے، تو غنیمت هے.»[1]

میرزا صاحب مرتے دم تك اپنے اس عهد پر قائم رهے. آخری عریضه مین بھی، جو ١٠ جنوری سنه ١٨٦٩ ع کو تحریر کیا تھا[2]، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نهین کیا، اور یه ارمان ساتھ لیکر دنیا سے رخصت هوگئے.

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایك مهینے بعد ١٧ مارچ سنه ٦٩ ع کو اپنے تقررِ تنخواه کی درخواست بھیجی. بعد ازان ١٢ جون کے عریضه مین پھر اپنی خواهشِ وظیفه کا اعاده کیا، اور یه بھی عرض کیا که فدوی بیمار هے، اسلئے حاضرِ خدمت نهین هوسکتا. انشاء الله صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا.

٢٢ ربیع الثانی سنه ١٢٨٦ ھ (اگست سنه ١٨٦٩ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضه لکھا هے اوس سے معلوم هوتا هے که اوسوقت حسین علیخان ملازم هوچکے تھے. لیکن ابھی انکی شادی نهین هوئی تھی. ٢١ فروری سنه ١٨٧٠ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جا کر منشی سیلچند صاحب کو ایك خط لکھا هے. اوس سے معلوم هوتا هے که حسین علیخان اگست سنه ٦٩ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنه ٧٠ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحه کیلئے رخصت لیکر دلی گئے. وهان سسرال والون

(١) مکاتیب، ص ١٠٧ (٢) ایضاً، ص ١٠٨

نے شادی کا تقاضا کیا . ان کی تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماهوار مقرر هوئی تھی ، اور ابھی ٦ ماه ملازمت پر گزرے تھے ، اسلئے کچھ پس انداز بھی نهونے پایا تھا . لهذا بذریعۂ عریضۂ جداگانه سرکار سے درخواست کی که مصارفِ شادی عطا فرماکر بنده کی پرورش فرمائیے ، اور منشی صاحب سے خواهش کی که اس کام مین آپ کوشش کرین . « یقین تو هے که حضور دام اقباله بس رحم فرماکر کچھ عنایت فرمائینگے . آگے مقدر . »

اسکے بعد امثله مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نهین . اسلئے قیاس یه هے که حسین علیخان کو امداد ملگئی ، اور سنه ۷۰ ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی .

تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی . لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تھی . خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگره وارد هوا ، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رها . یه اصلاً زرتشتی تھا ، اور فلسفۂ و حکمت مین دستگاهِ کامل رکھتا تھا . میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکھے ، اور اسطرح اپنی بواسطه تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایۂ تکمیل تك پهنچالیا . چنانچه ایك عریضه مین فرماتے هین :

« بدو فطرت سی میری طبیعت کو زبان فارسی سی ایك لگاؤ تھا . چاهتا تھا ، که فرهنگون سی بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملی . باری مراد بر آئی ، اور اکابر پارس مین سی ایك بزرگ یهان وارد هوا ، اور اکبرآباد مین فقیر کی مکان پر دو برس رها ، اور مین نی اوس سی حقایق و دقایق زبان پارسی کی معلوم کیئی . اب مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنه حاصل هی . مگر دعوی اجتهاد نهین هی . بحث کا طریقه یاد نهین . » (۱)

قاطعِ برهان سے معلوم هوتا هے که ملا عبد الصمد سنه ۱۲۲٦ ھ (۱۸۱۱ ع) مین آگره وارد هوا تھا[۲] .

---

(۱) مکاتیب ، ص ۸۲ (۲) قاطع برهان ، ص ۷

طب

میرزا صاحب نے ایك عریضه مین اپنے طبی تجربه کا بھی ذکر کیا ھے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعه سے اور زیادہ تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویه سے حاصل ھوا تھا. فرماتے ھین:

«مین طبیب نہین مگر تجربه کار ھون. ستر برس کا آدمی ھوشیار ھون.» (۱)

اسکے بعد مختلف ادویات تجویز کی ھین، اور بعض اشیا سے پرھیز کی ھدایت کی ھے.

علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تہنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تہنیت نامه لکھا ھے اوس کے مطالعه سے اندازه ھوتا ھے که انھین علمِ نجوم مین بھی دخل تھا. اس مکتوب مین از رویِ نجوم ثابت کیا گیا ھے که مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارك ساعت مین واقع ھوئی ھے که اسکے اثرات کے ماتحت عرصۂ دراز تك سرکار مہلك امراض کے حملون سے محفوظ رھین گے.(۲)

وطن اور سکونت دھلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگره) ھے. چنانچه اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے:

«اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ھوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رھا.» (۳)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرھے تھے. یکم ستمبر سنه ۱۸۶۶ع کو لکھتے ھین:

«مین باون ترپن برس سے یہان رھتا ھون.» (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سنه ۱۸۱۳ ع یا سنه ۱۸۱٤ع سے ھونا چاھیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبھی نه بنایا. ھمیشه کرایه کے مکانات مین رھے. ان مین سے دو کا ذکر ایك عریضه مین کیا ھے. فرماتے ھین:

(۱) مکاتیب، ص ٦۲ (۲) ایضاً، ص ٤٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۷۷

«دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین اشان کابۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند . و من از هفت هشت سال در محلۂ بلیمار می مانم .» (۱)

مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے. غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا . عمارات گراکر سڑکین بچھائی گئین . شہر اوجاڑ کر قبرستان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کرکے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیا . ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی . دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئیے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی. اسکے جواب مین ۲٦ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین :

«دلی اب شہر نہین . چھاؤنی ہے . کنپ ہے . نہ قلعہ، نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا .» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین :

«شہر سراسر ویران ہے . کاتب کہان ؟» (۳)

خشک سالی

سنہ ٦۵ ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی . جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی . ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے. فرماتے ہین :

«یہان خلق کو مینھ درکار ہے، اور ہوا شرارہ بار ہے . دھوپ کی تیزی سے آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جلے جاتے ہین . پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ہجوم جہان تہان . جز اعضای انسان، کہ وہ پسینے مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین . یا لو چلتی ہے یا مطلق ہوا نہین .» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین :

«یہان مینھ اسیقدر برسا ہے کہ جسکو پانی سے زمیندار حاصل فصل ربیع سے ہاتھ دھو لین .» (۵)

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ۵۵ (۵) ایضاً، ۵٦

برسات

لیکن آئندہ سال بارش نے سنہ ٦٥ع کی کمیِ باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپن برس سے ایسا نہ برسا تھا. یکم ستمبر سنہ ١٨٦٦ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«برسات ایسی ھوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رھتا ھون. عرش آرامگاہ اکبر شاہ کی عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی.» (۱)

عقائد

میرزا صاحب کے ایك عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے. فرماتے ھین:

«اگرچہ فاسق و فاجر ھون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون.» (۲)

اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے. لغو گوئی سے پرہیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا.

صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ھوئی. میرزا صاحب نے ۱۵ ستمبر سنہ ١٨٦٢ع کو لکھا:

«فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی. چند روز سی تفقد والتفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ھون. اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمایئے. اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ھون کہ عتاب کی سبب سی آگہی پاؤن.» (۳)

لغو گوئی سی نفرت

۲۲ جولائی سنہ ١٨٦١ع کو ایك سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین:

«لازم کرلیا ھی کہ بیہودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.» (٤)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۷ (۲) ایضاً، ص ۸٤ (۳) ایضاً، ص ۳٤ (٤) ایضاً، ص ۳۱

قسم سی پرهیز

جهوٹی قسم کهانے کے بارے مین لکهتے هین:

«خدا و رسول کی قسم جهوٹی نکهاؤنگا.» (۱)

رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجدہ کا انتقال هوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنہ ۵۹ ع کو تحریر کیا:

«کیا کہون کیا غم و اندوہ کا هجوم هوا. حضرت کے غمگین هونیکا تصورکرکر اور زیادہ مغموم هوا.» (۲)

سنہ ۱۸٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاهتا بیگم فوت هوئین تو ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو لکها:

«چاهتا هون کہ کچھ لکهون. مگر نہین جانتا کہ کیا لکهون. لازم تها کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکهون. آپکی قدمون کی قسم ا دل نے قبول نکیا.» (۳)

خوشی سی خوشی

سنہ ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا هوا. اسکی تہنیت مین لکهتے هین:

«یہ چار بالش عمارت اور کاشیپور کا ضمیمۂ ملك موروثی هونا پهلے آپکو اور پهر ولیعهد بہادر کو اور پهر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکو بعد غالب دعا گوی گوشہ نشین کو مبارك هو.» (٤)

خیرخواهی

جون سنہ ٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راهِ خیرخواهی تحریر کیا هے:

«پیر و مرشد ا از راہ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. ..... حضرت کے جد امجد کو احمد شاہ درانی نے مخاطب بہ مخلص الدولہ فرمایا. حضرت اگر مناسب جانئین تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمس الملك و بہرام جنگ» جناب ملکۂ معظمہ سے بذریعۂ گورمنٹ اپنے واسطے لین.» (۵)

قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرای قدیم کے فنّی مرتبہ اور اونکے کلام سے استشهاد

(۱) مکاتیب، ص ۸٤ (۲) ایضاً، ص ۱۸ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ۲۳ (۵) ایضاً، ص ۵٤

کو تسلیم کرتے تھے ۔ چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ھے کہ :

«فقیر اشعار قدما کا معتقد ۔ اون لوگون کی کلام کا عاشق ۔» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ھین :

«قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ھی ۔ ...... عرفی کی زبان سی جو نکلجائی وہ سند ھی ۔ ھماری واسطی وہ ایك قاعدۂ محکم ھی ۔ وہ مطاع ھی اور ھم اوسکی مقلد اور مطیع ھین ۔» (۲)

هندی شعرا اور فرھنگ نویسون کا انکار

لیکن ھندی شعرای فارسی گو اور ھندی فرھنگ نویسون کے قائل نہ تھے ۔ اونکا خیال تھا ، کہ یہ حضرات اھلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات والفاظ کے معنی قائم کرتے ھین ۔ اور یہ ضروری نہین کہ ھر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے ، بنابرین بارھا اون سے غلطیان سرزد ھوئی ھین ۔ اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے :

«میان انجو جامع فرھنگ جہانگیری ، شیخ رشید راقم فرھنگ رشیدی ، عظمای عجم مین سی نہین ۔ ھند انکا مولد ۔ ماخذ انکا اشعار قدما ۔ ھادی انکا انکا قیاس ۔ ٹیکچند اور سیالکوٹی‌مل انکی پیرو ۔ سبحان اللہ ! ھندی بھی اور ھندو بھی ۔» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ھین :

«شعرای ھند کی کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین ، یا ھندی فرھنگ لکھنی والون کی بیان مین جو نادرستی اور باھم جو اونکی عقول مین اختلاف ھین ، اوس مین مین کلام نہین کرتا ۔ اپنی تحقیق کو مانی ھوئی ھون ۔» (٤)

بے تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے ۔ نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا ۔ اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلاتکلف سرکار سے مانگ لیا

(۱) مکاتیب ، ص ۸۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً ، ص ۸۲ (٤) ایضاً ، ص ۸٤

کرتے تھے۔ اپنے اس رویہ کو ایک خط مین ظاہر بھی کردیا ہے۔ فرماتے ہین:

«جو آپ بن مانگی دین اوسکی لینی مین مجھی انکار نہین۔ اور جب مجھی حاجت آپڑی تو آپ سی مانگنی مین عار نہین۔» (۱)

قرض سی نفرت

اگرچہ میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے، لیکن اونہین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت کا سامنا نہو، مگر ایک متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ہونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے۔ اسلیئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماہوار آمدنی، ایکسو باسٹھ روپیے آٹھ آنے، ضروری اخراجات کو ناکافی ہوتی، اور تقریباً ہر مہینے قرض لینا پڑتا۔ سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی۔ جب قرض خواہون کا تقاضا سخت ہوجاتا تو ادایگیِ قرض کیلیئے روپیہ کا سوال پیش کردیتے، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے۔ اس سلسلہ کی جسقدر تحریرین اس مجموعہ مین پائی جاتی ہین، اون سے صاف عیان ہے کہ میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے، ور چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس بلا سے نجات حاصل ہوجائے۔ چنانچہ ب سے پہلی تحریر مین، جو ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو نواب فردوس مکان ی خدمت مین ارسال کی ہے، لکھتے ہین:

«بارگران غم سی پست ہوگیا ہون۔ آگی تنگدست تھا۔ اب تہی دست ہوگیا ہون۔ جلد میری خبر لیجیو، اور کچھ بھجوادیجی۔» (۲)

سکے بعد ۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ع کو پھر لکھا ہے:

«سوروپیہ کی ہنڈوی ... پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا، اور صرف ہوگیا، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سی نکہون تو کس سی کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سی علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سی کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔» (۳)

۱ اگست سنہ ۱۸۶۵ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ہے:

---

۱ مکاتیب، ص ۱٦ (۲) ایضاً، ص ۱٦ (۳) ایضاً، ص ۲٤ و ۲۵

« ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھی ۔ دو سو روپیہ کی هنڈوی صراحی آب حیات هوگئی ۔ دام مرگ سو نجات هوگئی ۔ » (١)

ایکبار رامپور سے تنخواہ کی روانگی مین دیر هوگئی تھی ۔ میرزا صاحب کو قرضخواهون کی رقمین ادا کرنی هونگی ، اسلئے ١٠ اگست سنہ ١٨٦٦ ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

« میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی هو ۔ حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا هی ۔ عالم الغیب جانتا هو جسطرح گزرتی هو ۔ چار سو ساڑھی چار سو کا قرض باقی هو ۔ اب کوئی قرض بھی نہین دیتا ۔ » (٢)

١٣ اگست سنہ مذکور کو پھر لکھتے هین :

« غم نی بشمول بڑھاپی کی پست و مضمحل کردیا هی ۔ حضرت کی قدمون کی قسم ! نہ حواس درست نہ رای صحیح ۔ برسون سو مکروهات مین مبتلا رهتو رهتو اب طاقت تحمل کی نرهی ۔ خدا جانو کیا هوتا هو کیا سمجھتا هون ۔ کیا کرنا چاهیو کیا کرتا هون ۔ کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا ۔ جون کی تنخواہ کی رسید نہ پہنچنو کی اطلاع پائی ۔ تہیدستی و قرض کی رنج مین خستہ و آزردہ بیٹھا تھا ۔ اوسی وقت عرضی لکھی ۔ اگرچہ ڈاک کا وقت نہ تھا ، مگر بھیجدی ۔ » (٣)

٦ اکتوبر سنہ ٦٦ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادایگی مین بتایا هے ۔ تحریر کرتے هین :

« حضور ملک و مال جسکو جسقدر چاهین عطا کرسکتی هین ۔ مین آپ سو صرف راحت مانگتا هون ۔ اور راحت منحصر اس مین هو کہ قرض باقیماندہ ادا هوجائو ، اور آیندہ قرض لینو کی حاجت نہ پڑی ۔ » (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ٨ جنوری سنہ ٦٧ ع کو اوسکے شکریہ مین لکھتے هین :

« حضرت کی تصدق سی قرض ادا هوگیا ۔ تنخواہ نو قسط سو اور مین نو رنج سو رهائی پائی ۔ » (٥)

اگست سنہ ١٨٦٨ ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کا سرکار نے پھر وعدہ فرمایا ۔ اس وعدہ سے میرزا صاحب کو جو مسرت هوئی ، اوسکا اندازہ ان الفاظ سے بخوبی هوتا هے :

« تین التماسین سابق پیش هوئی تھین ... اون خواهشون کی منظور و مقبول هونو کی نوید پائی ۔ انشاء

(١) مکاتیب ، ص ٦٢ (٢) ایضاً ، ص ٧٥ (٣) ایضاً ، ص ٧٦ (٤) ایضاً ، ٨١ (٥) ایضاً ، ص ٨٩

اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ۶۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض ... ادا ہوجایگا ۔» (۱)

۱۶ نومبر سنہ ۶۸ع کو پھر لکھا :

«حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی کہ اپکی تنخواہ مین سی ۵۴ روپیہ بچی ۔ ... مجملاً آٹھ سو روپیہ ہون تو میری آبرو بچتی ہی ۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی ۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال ۔ کبھی نکہونگا ۔ آٹھ سو روپیہ مجکو اور دیجی ۔ شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائی تو غنیمت ہی ۔ ... مختصر یہ کہ اب میری جان اور میری آبرو آپکی ہاتھ ہی ۔ مگر حضور جو عطا فرمانا ہی جلد ارشاد ہو ۔» (۲)

۱۷ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دھانی کی ، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاہر کیا :

«حضور قرضخواہون نی بہت عاجز کر رکھا ہی ۔ بس میرا یہی کام ہی کہ یاد دلادون ۔ آگی حضرت مالک ہین ۔»(۳)

لیکن ابھی یہان سے رقم پہنچنے نپائی تھی کہ میرزا صاحب کا انتقال ہوگیا ۔

امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ۱۴ مورخۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن وہ ضعف پیری تک محدود ہے ۔ فرماتے ہین :

«خدمت گزار ہون اور دعا و ثنا میرا کام ہی ۔ بڑھاپی نی کہو دیا ۔ حز نفسی چند مجہ میں کچھ باقی نہین ۔» (۴)

قولنج

امراض کا شکوہ ۱۱ نومبر سنہ ۶۱ع سے شروع ہوتا ہے ۔ اس زمانہ مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا ہوے ، اور ایك ماہ تك ان امراض کی مصیبت جھیلتے رہے ۔ فرماتے ہین :

«دعا گو ایك مہینا بھر سی بیمار ہی ۔ ابتدا وہی قولنج دوری ۔ بسبب استعمال ادویۂ حارہ ، کہ اس مرض مین اوس سی گزیر نہین ، تپ نی آگھیرا ۔ کئی باریان بھگتین ۔ اب دو باریان ٹلگئی ہین ۔ لیکن طاقت بالکل سلب ہوگئی ہی ۔ اور ضعف دماغ نی قریب ہلاکت پہنچا دیا ہی ۔ بالفعل آب سیب کا استعمال ہی ۔» (۵)

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۵ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۷ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۸ (۴) ایضاً ، ص ۲۰ (۵) ایضاً ، ص ۳۳ ھ — الف

امراض مختلفه کا هجوم

نواب خلد آشـــیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب مین امراضِ مختلفه اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عـذر کرتے هوے لکھتے هین :

«وه آگ برس رهی هو که طیور کی پر حل رهو هین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑهی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر.» (۱)

۲۳ جولائی کو پهر تحریر کیا هے :

«پانی جگر گداز، هوا جانستان، امراض مختلفه کا هجوم جهان تهان.» (۲)

نیم مرده

سـنه ۱۸٦٥ ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبه کا انتقال هوا. ایسے موقع پر میرزا صـاحب کو بزبان فارسی و عبـارتِ بلیغ تعزیت نامـه لکھنا چاهیے تها. لیکن بڑهاپا اور ضعف مانع آیا، اور انهون نے ۱۸ ستمبر سنهٔ مذکور کو از راهِ معذرت لکھا :

«اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون وه سراسر طبع کی خلاف.» (۳)

کوفته و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس هوتے هوے میرزا صاحب مراد آباد پهنچکر بیمار هوگئے تهے. نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ۲۱ جنوری سـنه ٦٦ ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لکھتے هین :

«ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سو پهلی تها.» (٤)

نیمجان هون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راه کی بیماری نے میرزا صاحب کی رهی سهی صحت برباد کردی، اور یه اپنے آپکو نیمجان سمجھنے لگے. چنانچه ۲۹ مارچ کو لکھتے هین :

«اپنا حال اس سی زیاده کیا لکھون که آگی ناتوان تها، اور اب نیمجان هون. برخوردار نواب مرزا خان اپنی مشاهده کی مطابق جو میری حقیقت عرض کری وه مسموع و مقبول هو.» (٥)

---

(۱) مکاتیب، ص ٥٤ (۲) ایضاً، ص ٥٥ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ٦٨ (٥) ایضاً، ص ٦٩

حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بھی کافی اثراندازی کی . چنانچہ ۱۱ اگست سنہ ٦٦ع کو تحریر کیا ھے :

« غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کردیا ھے . حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح . برسون سے مکروھات مین مبتلا رھتے رھتے اب طاقت تحمل کی نرھی . خدا جانے کیا ھوتا ھے ، کیا سمجھتا ھون . کیا کرنا چاھیے ، کیا کرتا ھون . » (۱)

ضعف بصر اور رعشہ

۱۸ ستمبر سنہ ٦٦ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ھوئے تحریر کیا ھے :

« خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھے . بصارت مین فتور . ھاتھ مین رعشہ . حواس مختل . » (۲)

امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ۱۳ مارچ سنہ ٦۷ع کو لکھتے ھین :

« اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین . امراض قدیم بڑھگئے . دوران سر ، اور رعشہ ، اور ضعف بصر ، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین . قلم نہین بناسکتا . لڑکون سے بنوالیتا ھون . برسون کی بات نہین رھی . ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھے . » (۳)

فرض محال

اسکے ایک مہینے بعد ۱٤ اپریل سنہ ٦۷ع کو نمایش باغ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ھوے تحریر کرتے ھین :

« نمایشگاہ سراسر سوررامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھون ، اور خون جگر کھاتا ھون ، کہ ھائے مین وھان نہین ! بالاخانے پر رھتا ھون . اوتر نہین سکتا . مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا . کہار چلے ، راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس اور مین طائر اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون . نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون یہ سب بطریق فرض محال ھے . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھے . » (٤)

اب دم نہین

رفتہ رفتہ ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

(۱) مکاتیب ، ص ٧٦ (۲) ایضاً ، ص ۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۹۱ (٤) ایضاً ، ص ۹۲

فرسودہ وناتوان ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۱ جون سنہ ۱۸٦۷ع تک یہ نوبت پہنچی کہ اونہون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکھدیا:

«بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین۔ نہ طاقت باقی ہو۔ نہ حواس درست مین۔ .... ، لکھا کچھ چاہتا ہون۔ لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس ابتو یہ نوبت پہنچی ہو کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسون مرا۔» (۱)

وفات اور مدفن

آخرِ کار وہ دن بھی آگیا، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تھی، اور ۱۵ فروری سنہ ۱۸٦۹ع مطابق ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن چنانچہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ع کو حسین مرزا صاحب کو لکھا تھا:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا۔» (۲)

قضا وقدر نے یہ تمنا پوری نہونے دی، اور میرزا صاحب شاہ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۹

تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ھے۔ ان مین سے اکثر مشہور ھین اور کئی کئی بار طبع بھی ھوچکی ھین۔ لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تک آگاہ نہین۔ اسلئے مناسب معلوم ھوتا ھے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے۔

تاریخ سلاطین تیموریہ

۱٤ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین:

«از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه .... می پرداختم.» (۱)

واقعہ یہ ھے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاھرۂ پچاس روپیہ ماھوار مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین۔ میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا، اور یہ تجویز قرار پائی، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے۔ پہلا حصہ ابتدایِ آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تک بالاختصار اور تیمور سے ھمایون تک قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے۔ دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تک کے واقعات ھون۔ میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام «مہرِ نیمروز» اور ثانی «ماہِ نیم ماہ» رکھا۔ حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواھر سنگھ جوھر کو لکھا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیہ بدست ھیرا سنگھ روان داشته ایم، و ھنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند . ورنه از ھیرا سنگھ باز پرس کنند . »(۱)

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ سال ڈیڑہ سال کے اندرھی «مہرِ نیمروز» تمام ھوچکی تھی لیکن سنه ۱۲۷۱ ھ تك زیورِ طباعت سے آراسته نهوسکی(۲)، جسکی وجه یہ ھوگی که اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاہ مین کتاب پیش کردیتے تو حصۂ دو کا تقاضا شروع ھوجاتا، جسکیواسطے یه اسقدر جلد تیار نه تھے .

بہرحال مطبوعه کتاب بادشاہ کے روبرو سنه ۱۲۷۱ھ (۱۸٥٤ع) مین پیش ھوئی. چاھئے تھا که میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کردیتے . لیکن ایسا نہین ھوا ، حتی که سنه ٥٧ع نے بساطِ حکومت اولٹدی ، اور «ماہِ نیم ماہ» شرمندۂ طلوع نهوسکا . بظاھر اسکی ایك اھم وجه میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بھی ھے ، جو بادشاہ تو بادشاہ اوس عہد کے کسی ادیب کو بھی پسندیده نه تھی. ورنه ناممکن تھا که سنه ٥٤ع سے سنه ٥٧ ع تك بادشاہ تقاضا نکرتے ، یا مہلت عطا کردیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن ھوجاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یه نه لکھتے که مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کردیا تھا ، لیکن اوسکو انجام تك اسلئے نہین پہنچایا که اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت ھوگیا تھا. یه بھی ممکن ھے که چونکه اسی سال شیخ ابراھیم ذوق کا انتقال ھوا اور میرزا صاحب به تنخواہِ موجوده استادِ شه قرار پائے، اسلئے اونھون نے خلافِ دانشمندی سمجھا ھو که ایك تنخواہ کے عوض دو خدمتین انجام دین. والله أعلم .

دیوان اردو

میرزا صاحب نے ٥ ذی الحجه سنه ۱۲۷۳ ھ کے عریضه مین اسکا اسطرح ذکر کیا ھے :

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲٥٠ (۲) ایضاً ، ص ۳٧٤

«مجکو غم یه هی که غزلہای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نہ پائی، .... دیوان کی رسید ... ایسی هی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیگا، اور اوسکو تاکید کیجیگا که اسکو بهیجدی . » (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخه کے بارے مین لکھتے هین:

«اب تم سنو. دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا. مگر هان مین نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بهیجدیا تھا. » (۲)

اس بیان سے بظاهر یه مترشح هوتا هے که میرزا صاحب نے مئی سنه ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بهیجا. لیکن در اصل نسخۂ مذکور عریضه نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بهیجا گیا تھا. چونکه وہ تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملًا «غدر سے پہلے» کہا هے.

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنه ۵۸ ع تك موصول نہوسکی. جب ماهِ مذکور مین انہون نے «دستنبو» کی ایك جلد تحفتًہ ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا که عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظه سے نگزرا، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا:

«اس قرینی سی که بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظه نکرنا مرقوم هوا ریخته کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم هوا. » (۳)

اس نسخه کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیه مین ملاحظه هو.

دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدهم مئی سنه ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنه ۱۸۵۸ ع تك رودادِ شہر اور اپنی سرگزشت یعنی پندرہ مہینے کا حال نثر مین لکھا... اور التزام اسکا کیا... که دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے، اور کوئی لفظِ عربی نه آئے»(۴). اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگرہ) مین طبع کراکے ایك نسخه نواب فردوس

(۱) مکاتیب، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب، ص ۱۸ (۴) اردوی معلی، ص ۴۹ و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا۔ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ہین:

« اس قرینے سی کہ بسبب کم فرصتی کے اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا۔ دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپ کو اختیار ہی۔ مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہی اسکا دیکھنا ضرور درکار ہی۔ فارسی قدیم اور پھر حسن معنی اور صنعت الفاظ۔ با این ہمہ ہر امر کی احتیاط اور ہر بات کا لحاظ۔ جنابعالی ! طرفہ معاملہ ہی۔ خدا کا شکر ہی اور اپنی قسمت کا گلہ ہی۔ خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین۔ قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین۔ یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہی۔ گویا بن کھائے جیتا ہی۔ کہتے ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسداروں کو روپیہ ملیگا۔ دیکھئے کیا نیا گل کھلیگا۔ پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ہی۔ کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہی۔ مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون، اور وزرای ملکۂ دارا دربان کے دو سارتیفکٹ پاچکا ہون۔ اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاہیے، تو اسی کتاب موسوم بہ « دستنبو » مین دیکھا چاہئے۔ » (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع سے قبل کتاب طبع ہو چکی تھی۔ اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اہتمام اور کوشش کی ہے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ ہندی کے صفحے کے صفحے پُر ہین۔ ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲۶ - ۳۳٤ مین ملاحظہ ہو۔

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخہ میرزا صاحب نے مارچ سنہ ۱۸۶۱ ع مین نذر کیا تھا۔ یہ نسخہ خاندانِ لوہارو کے ایک بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ ۷ اپریل سنہ ٦١ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

« کلیات فارسی کے پہنچنے سی اور اس نذر کے مقبول ہونے سی مجھکو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ » (۲)

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲ ھ (١٤ مئی سنہ ۱۸٦٥ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

(۱) مکاتیب، ص ۱۵ (۲) ایضاً، ص ۲۸

« دو قصیدۂ مدحیہ میری دیوان فارسی میں مرقوم اور وہ دیوان حضرت کی کتابخانہ میں موجود ہے . » (۱)

بعد ازاں ۱۸ جون سنہ ۶۵ ع کو پھر لکھتے ہیں :

« اب عرض یہ ہے کہ حسب الحکم حضور کی یہ قصیدہ میری دیوان فارسی میں ، جو کتابخانہ میں موجود ہے ، درج کیا جائے . » (۲)

نسخہ کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیہ نمبر ۲ میں درج ہے .

نامۂ غالب

میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۶۰ ع میں فرہنگِ برہانِ قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایک رسالہ مسمی بہ « قاطعِ برہان » لکھکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تھا . اسکے جواب میں ہندوستان کے متعدد اہلِ علم نے رسایل لکھے . ان حضرات میں سے ایک مرزا رحیم بیگ تھے . انہوں نے « ساطعِ برہان » رسالہ تصنیف کیا ، اور اوسمیں میرزا صاحب کو بہت جلی کٹی باتیں سنائیں . میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکھا ، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دہلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت میں نذر گزرانکر ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۵ ع کو نوابصاحب کو لکھا :

« ایک عبارت کا ایک جزو بطریق خط ایک انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ہے . پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ہے . پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانینگے . حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانیں گے . » (۳)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسالۂ مذکورہ شروع اگست سنہ ۶۵ میں شایع ہوا تھا .

انتخاب دیوان اردو

نواب خلد آشیان اساتذۂ فارسی و اردو کے منتخبہ اشعار کی ایک بیاض مرتب فرمانا چاہتے تھے . اسکے لئے میرزا صاحب کے چیدہ چیدہ اشعار کی بھی ضرورت تھی . لہذا اونہوں نے ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کو میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے ، تا کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۵۳ (۲) ایضاً ، ص ۵۳ (۳) ایضاً ، ص ۵۷

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے. میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو جواب تحریر کیا :

«اردو کا دیوان ایک شخص کو دیا ھی . .... بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا . » (۱)

۱۸ ستمبر کو پھر تحریر کیا :

«خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھی . بصارت مین فتور . ھاتھ مین رعشہ . حواس مختل . ناچار کاتب کی تلاش کی . شہر سراسر ویران ھی . کاتب کہان ؟ باری ایک دوست نے کاتب کا نشان دیا . اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکی اوسکو حوالہ کیا . کل وہ اجزای مقولہ آئی . آج بطریق پارسل مع اس عرضی کی ارسال کیی . خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا . حضرت کو کیونکر پسند آئیگا . اغلاط اتنی تھی کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی . » (۲)

۲٤ ستمبر کو سہ بارہ اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا ھے :

«اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ھون . یقین ھی کہ حضرت کی نظر انور سی گزر گیا ھو . » (۳)

انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسلہ مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا . ۱۰ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے ھین :

«فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کی حوالی کیا ھی . » (٤)

۱۸ ستمبر کے عریضہ مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے ھین :

«فارسی کی کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکی احباب پر تقسیم کردیی ھین . جابجا اشعار پر صاد کردیی ھین . وہ بھی میری انتخاب کی مطابق نقل ھو رھی ھین . بعد اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا . » (۵)

میرزا صاحب نے یہ انتخاب ۲٤ ستمبر کو روانا کرکے بطریق اطلاع سرکار کو لکھا :

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ھون . ... اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ھی . قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ھو تو وہ بھی بھیجون . » (٦)

لیکن اغلب یہ ھے کہ سرکار نے ان اصناف نظم کا انتخاب طلب نہین فرمایا . ان دونون نسخون کے متعلق ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ کیجیے .

(۱و٤) مکاتیب ، ص ۷۹ (۲و۵) ایضاً ، ص ۸۰ (۳و٦) ایضاً ، ص ۸۱

تلامـــذه

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعـداد خاصی ھے. لیکن مکاتیب مین صرف چنـد اصحـاب کا ذکر آیا ھے. ان مین سے باقرعلیخـان اور حسین علیخان سبھی خاندان کے عنوان کے ماتحت مـذکور ھوچکے. بقیـه اصحـاب حسبِ ذیل ھین.

نیر

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّر و رخشان ابن نواب احمـد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکه و لوھارو میرزا صاحب کے ارشـدِ تلامـذه مین تھے. نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنه ٦٦ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تھا که بھائی ضیاء الدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بھی بھجوائیے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لکھا:

«بھائی ضیاءالدین خان کا مجموعۂ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکھا ھوا میرا، جو اونکی کتابخانے مین تھا، غدر مین لٹگیا. بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسرده ھوگیا. دو تین غزلین فارسی و ھندی جو لکھی ھین اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا.» (۱)

۲٤ ستمبر کو انتخابِ دیوانِ فارسی کیساتھ جو عریضـه بھیجا تھا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ھے:

«بھائی ضیاءالدین خان بہادر نے جو اوراق میری پاس بھیجے ھین وه بھی اس پارسل مین رکھدیئے ھین. حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا. بعد غدر جو کچھ کہا ھے وه یہی ھے، جو پہنچتا ھے.» (۲)

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیه نمبر ۲ ملاحظه ھو.

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارها ذکر آیا ھے کہ ابتــدائی ٤٢ عرایض اون کے نام ِ نامی سے معنون ھین نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ھین ۔ چونکہ دیباچـہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ھے ، نیز اونکے سوانح پر ایك مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ھے ، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ھے ۔

نواب خلد آشیان

نواب ســید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامـــذہ کے رخشندہ گوھر ھین ۔ آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایك فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرضِ اصلاح بھیجی تھی ، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا :

« مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . » (١)

بعض وجوہ سے یہ رشـــتہ پایدار ثابت نہ ھوا ، اور غالباً صرف ایك نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے ۔ مکاتیبِ ھـــذا کی بڑی تعـــداد آپ کی خدمتِ اقدس مین لکھی گئی ھے ۔ چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانحِ حیات پر مشتمل ایك نوٹ اضافـــہ کردیا گیا ھے ، اسلئے یہانٗ تفصیل کی حاجت نہین ۔

---

(١) مکاتیب ، ص ٨٢ ، حاشیہ نمبر ١ ۔

لوازمات امارت

شاگرد پیشہ

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بھی اجمالی ذکر کیا ھے. فرماتے ھین :

«حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ھے . عالم الغیب جانتا ھے جسطرح گزرتی ھے . » (۱)

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تھی، اور یہ کہ وہ اس غربت مین بھی لوازماتِ امارت کے پابند تھے . ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکرہ میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا .

مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بھی رکھ چھوڑا تھا. یہ قوم کا بنیا اور ساھوکاری پیشہ تھا. بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بھی لیا کرتے، اور اسی کے ھاتھ سرکارِ رامپور کی فرستادہ ھنڈوی فروخت کر ڈالتے تھے.

۱۳ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے پہلی بار اسکا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین :

«آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواہ کی ھنڈوی کی پہنچا . ھنڈوی مختار کار کو دی اور یہ عرضی لکھنے بیٹھا . » (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکھتے ھین :

«اگلے مہینے یعنی اگست سنہ ۱۸٦۸ کی تنخواہ کی ھنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اوسکا روپیہ ابتک نہین پٹا . مین تو جسدن ھنڈوی آتی ھے اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے ھاتھ، کہ وہ بھی مہاجن ھے، بیچ ڈالتا ھون . مگر اوس مختار کو جسکی دکان ھنڈوی آتی ھے اوسنے روپیہ ابتک نہین دیا . » (۳)

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ٧٦ (۳) ایضاً، ص ۱۱٦

انگریزی تعلقات

دیرینه نمکخوار

حکومتِ انگلشیه سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ہے. نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونك سونسا کے جاگیردار تھے. میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے که سنه ۱۸۰۶ ع مین، جبکه انکی عمر هنوز دس سال کی بھی نه ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا. لارڈ لیك بہادر نے دیرینه خدمات کا لحاظ کرکے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفه خوار بنگئے. یه پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکه، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانه سے ملتی تھی. لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکٹریِ دهلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنه ۱۸۵۷ ع تك میرزا صاحب کو ملتی رہی.

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینه نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے هین:

«حالی رای جهان آرای باد، که دیرینه نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکهزار و هشتصد و شش، که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود، بعوض جاگیر عم حقیقی اسبی خود نصرالله بیگخان بهادر، که با جمعیت رسالهٔ چهار صد سوار بمعیت جرنیل لارڈ لیك بهادر در فتح هندوستان کوششهای نمایان کرده، و پرگنهٔ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر

یافته ، و هم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لاڈ لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . » (۱)

دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تھے . اونہین ساڑھے سات سو روپیے سالانه یا ساڑھے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تھا . نواب خلد آشیان کو ٥ ستمبر سنه ٦٧ ع کے عریضه مین لکھا ھے :

« باسٹھ روپئے آٹھ آنے مہینا انگریزی سرکار سے بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تھا که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تھے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکھتے هوے فرماتے هین :

« مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکھتا هون . معاش اگرچه قلیل هے ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کے دربار مین داهنی صف مین دسوان نمبر اور سات پارچے اور جیغه ، سر پیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هے . » (۳)

غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ٥٧ ع تك خوشگوار تھے . جب دهلی اور دیگر اطراف ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ، اور شاہ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارۂ کار نرھا . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گھر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهل قلعه کی کھلم کھلا حمایت کرتے ، تو بصورت ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تھا . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ٩٦ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

شہر دھلی کے اندر باغیون کیساتھ «بباطن بیگانہ و بظاہر آشنا» ایام گزاری کرتے رھے۔ تا آنکہ انگریزی فوج نے دوبارہ شہر فتح کیا، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع ھوئی، جنھون نے باغیون کی جنبہ داری کی تھی۔ اھلِ شہر نے انگریزی سپاہ کے داخلِ شہر ھوتے ھی بھاگنا شروع کردیا، لیکن میرزا صاحب اپنی جگہ سے نہ ھلے۔ شہر مین تحقیقات شروع ھوئی۔ مخبرون نے اطلاعین بہم پہنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی، مگر باوجودِ تعلقِ قلعہ میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دھبہ نہ آیا۔ حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دھلی کی اطلاع ھوئی، مگر اونھون نے اس سے دلچسپی نلی۔ خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلئیے ملنا مناسب نہ جانا کہ موجودہ اصحاب مین اونکا کوئی شناسا نہ تھا۔ نتیجہ یہ ھوا کہ کچھ عرصہ کیلئیے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع ھوگئے۔ دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تھی۔ میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تھے۔ جب غدر کی آگ بجھ گئی، تو انھون نے از راہِ مصلحت ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۸ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لکھی، اور آخر مین عرض کیا:

«راستی اینکہ درین فتنہ وآشوب خدمتی بجا نیاوردہ ام۔ لیکن مقام شکر است کہ بہ تقدیم نرسیدن خدمت از راہ بیدستگاھیست و ذریعۂ اخلاص و خلوص ھمان بیگناھیست۔» (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنہ ۵۸ع کو تحریر کیا ھے:

«خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین۔» (۲)

اسی سلسلہ مین ۷ نومبر سنہ ۵۹ع کو لکھتے ھین:

«ابتک مین اپنے کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ھون یا گناھگار۔ مقبول ھون یا مردود۔ مانا کہ کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئے انعام کا مستحق ھون۔ لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ھوئی جو دستور قدیم کو برھم ماری۔» (۳)

مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویہ اختیار کیا تھا اوسکی بنا پر

(۱) مکاتیب، ص ۱۳ (۲) ایضاً، ص ۱۵ (۳) ایضاً، ص ۲۲

حکومت انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے. چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے. نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ہے:

«لاڑد ہارڈنگ صاحب کے عہد تك پایا. لاڑد دلہوسی یہان آئے نہین. اب یہ نواب معلی القاب آئے ہین. زمانہ کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین. بڑی میری مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب. وہ بھی چیف سکرتر نرہے. لفٹنٹ گورنر ہوگئے. وہ سکرتر رہتے تو مجھکو کچھ غم نہ تھا.» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱٤ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ہین:

«چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام. و از مئی حود آشکار است که حال چیست.» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ہین:

«جنابعالی! طرفہ معاملہ ہے. خدا کا شکر ہے، اور اپنی قسمت کا گلہ ہے. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ایسوان مہینا ہے. گویا بن کھائے جیا ہے.» (۳)

پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰٦ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تك میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رہا. مئی مین غدر ہوگیا اور چند ماہ تك اہلِ دهلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رہے. فتحِ دهلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تك میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رہا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ہونی چاہیے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی. چنانچہ ۱٤ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا ہے:

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

«از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود ... مشت زری ... در وجه معاش من .... قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتری دهلی یافته ام . و از مئی خود آشکاراست که حال چیست . ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی . و با حکام پیوستمی . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم . و معهذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم ، و خواهش ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنهٔ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام .» (۱)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ جنوری اور ۲۵ مارچ سنہ ۵۸ ع کے درمیان ہی مین بحالیِ پنشن کی سلسلہ جنبانی شروع کردی تھی ۔ اسلئے کہ نواب فردوس مکان کی بالواسطہ دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو ۲۵ مارچ سنہ ۵۸ ع کو لکھتے ہین :

«مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی ۔ وہان سے صاحب کمشنر شہر کو وہ درخواست حوالہ ہوئی ۔ صاحب کمشنر دہلی نے صاحب کلکٹر شہر سے کیفیت طلب کی ہے ۔ پس اگر وہ کیفیت پنسن کی ہو تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رہا نہ رہے ۔ ریونیو بورڈ کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگرہ اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین ہین ۔ اور اگر میری کیفیت مطلوب ہے ، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ ہونا فساد سے از روی دفتر قلعہ و اظہار مخبرین ظاہر ہے ۔ بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے ہین ۔ دیکھیے کب آوین ، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین ۔» (۲)

مداحون مین نام

اس عرصہ مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیہ مین اپنا نام درج کراکے وزرای ملکۂ معظمہ کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تھے ۔ لیکن اسکے باوجود نومبر سنہ ۵۸ع تک پنشن جاری نہوئی ، اور جب شہر مین یہ افواہ مشہور ہوئی کہ جنوری سنہ ۱۸۵۹ ع مین پنشندارون کو روپیہ ملیگا ، تو ۷ نومبر سنہ ۵۸ع کو میرزا صاحب نے از راہِ شکایت نواب فردوس مکان کو لکھا :

«قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین ۔ یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہے ۔ گویا بن کھائے جینا ہے ۔ کہتے ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملیگا ،

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۰

دیکھو کیا نیا گل کھلیگا ، پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ہی ، کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہی ۔ مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون ۔ اور وزرای ملکۂ دارادربان کی در سارنی ٹکٹ پا چکا ہون ۔ » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے ۔ میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

«میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ہی ، مین وہان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا ۔ پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ہی ۔ اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن ۔ سنا جاتا ہی ، اور یقین بھی آتا ہی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پاؤ ۔ جسکو روپیہ ملنا ہی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ہی اوسکو جواب ملجاؤ ۔ » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزرگئے ، مگر ہنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا ۔ سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوے لکھا :

«مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ہی ، اور ہنوز صدرکو روانا نہین ہوئی ۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر نی کلکتہ سے میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی ۔ وہان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی ۔ پھر وہان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہاں مجکو روپیہ ملجائیگا ۔ » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

«ابتك مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناہگار ۔ مقبول ہون یا مردود ۔ مانا کہ کوئی خیرخواہی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون ۔ لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برہم ماری ۔ بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود ۔ عرفی خوب کہتا ہی :

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ زند بفرقم وگوید کہ ہان سری میخار ۔ » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کاحقہ واقف تھے ۔ آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵ (۲) ایضاً ، ص ۱۶ (۳) ایضاً ، ص ۱۹ (٤) ایضاً ، ص ۲۲

که انکے سابقه مدارج بحال هوجائین ۔ اور جب میرزا صاحب کا یاسنامه مورخهٔ ۷ نومبر سنه ۵۹ ع مطالعه فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

« مشفقا! هنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا هے ۔ الله تعالی کے فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق هے که جو مدارج شریف آپکے قدیم سے هین، پیشگاہ گورنمنٹ سے بھی اوسی مطابق ظهور مین آویگا ۔ کسواسطے که اهالی سرکار ابد قرار قدردان و قدر شناس هین ۔ » (۱)

اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور هوئی ، اور پنشنداروں کا نقشه بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیا ۔ میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سنه ٦۰ ع کو ان الفاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

«عالم دو هین ۔ ایك عالم شهادت ، ایك عالم غیب ۔ جسطرح عالم شهادت مین آپ میری دستگیری کررهے هین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مدد پهنچا رها هے ۔ تفصیل اس اجمال کی یه که وه نقشا پنسنداروں کا جو یہان سے صدر کو گیا تها ، وه اب صدر سے بعد صدور حکم آگیا ۔ حکم به نسبت هر واحد کے مختلف هے ۔ تقلیل بہت هے ۔ سو روپیه مهینے والیکو پچہتر بهی هین اور پچیس بهی هین اور دس بهی هین ۔ اب فرمائیے میریواسطے کیا احتمال گزرتا هے ۔ یاس کلی هے ۔ لیکن واقعه یه هوا هے که سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفه یه که میری نام کے ساتھ ایك انگریزی تحریر هے ، که جسکے دیکھنے سے یه معلوم هوتا هے که گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع هے ۔ حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شهر مین یه مشهور هے که وه تحریر ولایت سے آئی هے ۔ بهر حال دو امر هنوز مبهم هین ۔ ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسرے میری بهائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هوجائینگے ۔ اور جو معلوم هوگا وه عرض کیا جائیگا ۔ » (۲)

خداساز بات

میرزا صاحب نے ٤ مئی سنه ٦۰ ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا ۔ اهلِ دهلی نے اس اجرا کو نواب فردوسِ مکان کی سعی و کوشش کا نتیجه قرار دیا ۔ میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیاده آگاه تھے ، اور جنوری سنه ٦۰ ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یه لکھ بھی چکے تھے که

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیه نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۲٦

اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی ہوجائے۔ لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ہوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا. فرماتے ہین :

«خواجہ جان جھوٹ بولتا ہو . والی رامپور کو اس پنسن کی اجرا مین کچھ دخل نہین . یہ کام خدا ساز ہو بعلی بن ابیطالب علیہ السلام.» (۱)

بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ہے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ہفت پارچہ اور سہ رقومِ جواہر لارڈ ہارڈنگ صاحب کے وقت تك حاصل کرتے رہے. لارڈ ڈلہوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا. اسلئے سنہ ۱۸٤۸ع سے غدر سنہ ۵۷ ع تك میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا. غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ہوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رہی. لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تك تحقیقات ہوتی رہی.

گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸٦۳ ع کو(۲) سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا. یہ اوس روز نہ گئے. دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نے «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲٤۱ پر لکھا ہو کہ مارچ سنہ ۱۸٦۲ ع مین دربار و خلعت بحال ہوی . یہ رای درست نہین ہو . دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸٦۳ ع کا واقعہ ہو . کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ہر خط مورخہ ہو . اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ہو وہ سنہ ۱۸٦۲ ع کی نہین ، بلکہ سنہ ۱۸٦۳ ع کی تحریر شدہ ہین . غالباً اردوی معلی کی مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سی مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی . نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب کی تاریخ ٤ فروری بھی غلط ہو . اسکو ٤ مارچ ہونا چاہیے .

گورنری میں حاضر ہوئے ۔ صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے میں ہونیوالا ہے۔ آپ وہاں بھی تشریف لیجائیے، اور دربار میں شریک ہو کر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے۔ میرزا صاحب نے غالباً ٤ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیہ کی درخواست کی۔ ۱۱ کو سرکار نے ۲۰۰ روپیہ بھیجے۔ ۱٦ مارچ کو میرزا صاحب روپیہ کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہیں :

«اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان۔ منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا، اور فرمایا کہ ہم تمھیں مژدہ دیتے ہیں کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنے دفتر میں تمھاری دربار اور خلعت کی بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں انبالے جاؤں؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا۔

بعد جناب نوابصاحب کی جانیکی شہر میں شہرت ہوئی کہ دلی کی لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہیں۔ گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا۔ آپ خط اپنا دے آیا۔ زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا۔ پھر خط کے جواب میں خط محررۂ ۷ مارچ آیا۔ چنانچہ لفافہ بلحاظ گرانی وزن رہنے دیتا ہوں۔ اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہوں۔ کل سے ایک اور خبر اوڑی ہے کہ نصیب اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے۔ انبالے میں دربار نکرینگے، اور شملہ کو چلے جائینگے۔ اب میں دو وجہ سے بین السفر والسکون متردد ہوں۔ پہلی وجہ خاص اور دوسری وجہ عام۔ دو سو میں سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے، اور سو مہاجن کے ہاں ڈاك اور خرچ راہ کیواسطے رہنے دیے ہیں۔ تار برقی میں جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا۔ جو حکم آئیگا، آپ سے عرض کرکے اوسکی تعمیل کرونگا۔» (۱)

گورنر جنرل کے دربار میں نجاسکے

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ۱٦ مارچ کے جواب میں کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوہرایا ہے (۲) اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نے یہی لکھا تھا کہ آپ انبالے نجائیں۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں میرزا صاحب کے پھنسیاں بھی نکل آئیں۔ اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیدہ، جو معمولی نذر تھی، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریہ کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی۔ اور ٤ اگست سنہ ۱۸٦۳ ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا :

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۵ (۲) ایضاً، ص ۳۷، حاشیہ نمبر ۱

«جب اقبال میرا جانا نہوا تو مین نے قصیدۂ مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریق ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی نظر سے گذرانیں. اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافق معمول قصیدہ بھیجا، یقین ہی کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ وہان سے لشکر کو گیا. صدائی بر نخاست. نا امید ہوکر بیٹھرہا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر مضبوط نرہی تو دربار و خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک سے آیا. وہی انشائی کاغذ. وہی القاب. جی چاہتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.» (۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوند خاک ہوگئی.

گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانل میکلوڈ گورنر پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب اس مین شریک اور «خلعت ہفت پارچہ وسہ رقم جواہر» سے مشرف ہوے. رامپور اس زمانہ مین نواب خلد آشیان کی زیر حکومت تھا. دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا:

«حضرت کی توجہ باطنی، جو ہمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ہی، بعد ادای شکر الہی، اوسکا سپاس بجا لاتا ہون. پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے اور جیغہ، سرپیچ، مالای مروارید، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین. بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا، لیکن خلعت موقوف ہوگیا. نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا. حکم سب دربارون کو پہنچ گیا تھا. مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکے گھر آیا. دو گھڑی کے بعد دربار مین گیا. خیال یہی کہ ملاقات ہوگی. ایک رباعی کاغذ مذہب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا. کلمات عنایت سنکر چلا آونگا. نہ مجھی کچھ احتمال. نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم. باری بر وقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکے لاڈ صاحب نے کھڑے کھڑے جیغہ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا، اور فرمایا «یہ ہم نے آپکے واسطے رکھا تھا». مالای مروارید میر منشی نے گلے میں ڈالدی. ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ہون.» (۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا. اسکے بعد فروری سنہ ٦۹ع تک کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۷ (۲) ایضاً، ص ۸۷

بہادر شاہِ ظفر سے تعلقات

تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے. لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی. شاہِ ظفر کے عہد مین رشتۂ ملازمت بھی پیدا ہوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ہوئی. نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین :

« پیوند تعلق با بہادر شاہ جز آن نبود که از ہفت ہشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم . »(۱)

یه عریضه ۱٤ جنوری سنه ۱۸۵۸ ع کو لکھا گیا تھا. اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ۱۸٤۹ ع یا سنه ۱۸۵۰ ع سے ہونا چاہیے. خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ہوے صرف سنه ہجری ۱۲۶۶ لکھا ہے(۲)، جو ۱۷ نومبر سنه ۱۸٤۹ ع سے شروع ہوکر ۵ نومبر سنه ۱۸۵۰ ع پر ختم ہوتا ہے. مولانا مہر فرماتے ہین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواہ جون سنه ۱۸۵۰ سے ملی(۳). اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ۱۸۵۰ ع درست ہوگا.

اصلاحِ اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ٤ سال ہوے تھے که شیخ ابراہیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ہوگیا. بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی. میرزا صاحب نے محولۂ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ہے. فرماتے ہین :

« و از دو سه سال باصلاح اشعار شہریار می پرداختم . »

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲ (۲) یادگار غالب، ص ۳۳ (۳) غالب، ص ۱۳۹

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ۱۸۵٤ ع یا ۱۸۵۵ ع مین شروع هوا. خواجه صاحب نے یہان بھی سنه هجری ۱۲۷۱ پر اکتفا کی هے[(۱)]، جو ۲٤ ستمبر سنه ۱۸۵٤ ع سے شروع هو کر ۱۳ ستمبر سـنه ۱۸۵۵ ع پر ختم هوتا هے. قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ۲٤ صفر سنه ۱۲۷۱ ه کو انتقال کیا[(۲)]، جو ۱٦ ماهِ اکتوبر سنه ۱۸۵٤ ع کے مطابق هے. لهذا سـنه ۱۸۵٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیے.

خطاب شاهی

بهادر شاه نے میرزا صاحب کو «نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ» خطاب عطا فرمایا تھا. مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نہین. لیکن عریضهٔ اول مورخـهٔ ۲۸ جنوری سـنه ۵۷ ع کے آخر مین مہر کے اندر پورا منقوش هے. مہر مین سنه ۱۲٦۷ ه سال کنده هے، جو سنه ۱۸۵۰ ع کے مطابق هے. اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شـاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساتھ خطاب بھی عطا هوا تھا[(۳)].

---

(۱) یادگار غالب، ص ۳۵ (۲) قاموس المشاهیر، ح ۱، ص ۲٤۷ (۳) یادگار غالب، ص ۳۳ سی بهی اسکی تایید هوتی هے. اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے.
ح ــ الف

تعلقاتِ رامپور

ریاستون سی تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر ہمیشہ فخر رہا . وہ اوس زمانہ مین بھی ، جبکہ سر پر مصائب کے بادل منڈلا رہے تھے ، اور ہر چہار طرف نفسی نفسی کا عالم تھا ، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رہے ، اور «زادشم و افراسیاب» کو نہ بھولے .

لیکن سنہ ۱۸٤۷ ع مین ایک ایسا روح فرسا واقعہ پیش آیا ، کہ کچھ عرصہ کیلئے اونکے ہوش پراگندہ ہوگئے . اوس عہد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعہ وقت گزاری کیا کرتے تھے . میرزا صاحب کا خاندان بھی امارت کے ان لوازمات سے عاری نہ تھا . اسلئے یہ بھی چوسر کے دلدادہ ہوگئے تھے . مگر کھیل مین سرگرمی پیدا کرنے کیلئے بازی لگا کر کھیلا کرتے . کوتوالِ شہر نے از راہِ عداوت جوے کا مقدمہ قائم کرکے مجسٹریٹ کی عدالت مین چالان کردیا ، اور ولیعہدِ ہندستان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ٦ ماہ کی سزا ہوگئی . تین مہینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انہین رہا کردیا گیا . لیکن اس غیر شریفانہ برتاؤ سے انکی حسِ غیرت سخت مجروح ہوئی ، خود اپنی نظر مین شرافتِ خاندان پر دھبہ آگیا ، اور یہ اپنے آپکو روسای ہندوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے .

سنہ ۱۸۵۲ ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطہ پیدا ہوا . میرزا تفتہ نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے ہوے لکھا کہ میرا بھی خیال رہے . اسکے جواب مین جمعہ دہم دسمبر سنہ مذکورہ کو میرزا صاحب نے لکھا :

«جیپور کا امر محض اتفاق ھی . یہ قصد و یہ فکر درپیش آیا ھو . ھوسنا کانہ ادھر متوجہ ھوا ھون . بوڑھا ھوگیا ھون . بہرا ھوگیا ھون . سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا . رائیسزادون مین گنا جاتا تھا . پورا خلعت پاتا تھا . اب بدنام ھوگیا ھون . بہت بڑا دھبہ لگ گیا ھو . کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا . مگر ھان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون . کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن . کچھ اپنی کسی عزیز کو وھان داخل کردون . دیکھو کیا صورت پیدا ھوتی ھو ؟ » (١)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ھوجانا یقینی تھا ، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ھوتی ، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا ، اور اب وہ ھر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواھان تھے .

رامپور سے ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر (نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باھر اقامت گزین ھونے پر مجبور ھوے تھے ، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دھلی کو اپنا مستقر بنایا تھا . میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وھان فروکش تھا . چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے ، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ھوگئے .

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ھے . فرماتے ھین :

« همدرین کنج ، که مسکن منست ، شنیده ام که والاشان زین العابدین خان بہادر بشهر آمده اند . نیازمندی من با مرحومی نواب عبدالله خان بہادر ، و مهرورزی من با اصغر علیخان مرحوم ، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور کجا دیده اند ، و آن مدارج کی در نظر دارند ، که ایشان را در ضمیر میگزشت که گدای گوشه نشین را باید دید . » (٢)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

(١) اردوی معلی ، ص ١١٣ (٢) مکاتیب ، ص ١٣

رکھکر اپنی خاندانی روایات کے ماتحت طلبِ علم کے راستہ پر گامزنی کی. دلی کے اساتذہ مین، مفتی صدر الدین خان آزردہ اور مولوی فضل حق خیر آبادی عربی مین، اور میرزا صاحب فارسی مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے. ان سب سے خاندانِ رامپور کی دوستی تھی. اسلئے نواب فردوس مکان کی تعلیم انھی حضرات کے سپرد کیگئی، اور حسن اتفاق سے میرزا صاحب ایك ایسے طالبِ علم کے استاد قرار پائے، جسکو قضا و قدر ریاست رامپور کا تاج و تخت سونپنے والی تھی.

اس تعلق کیطرف میرزا صاحب نے اپنے پہلے عریضہ مین اشارہ بھی کیا ھے. فرماتے ھین:

«دران روزگار رنگین تر از نوبهار، که به فر فرخندگی وجود مسعود و ساده با سپهر ساده دم از برابری زد، نگاشتن و روان داشتن قطعهٔ تاریخ جلوس به توانائی آن دانائی و روان آسائی آن شناسائی صورت پزیرفت.» (۱)

زمانهٔ شاگردی

میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کی اس شاگردی کا متعدد مواقع پر تذکرہ کیا ھے. لیکن کسی جگہ سالِ شاگردی نہین لکھا. خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو صرف اتنا لکھا ھے کہ

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور ... میری آشنای قدیم ھین.» (۲)

میرزا تفتہ کو قدرے صراحت کیساتھ لکھا ھے. لیکن یہان بھی تخمینہ کی حد سے آگے قدم نہین رکھا. فرماتے ھین:

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست...... ھین.» (۳)

اردوی معلی کے نسخۂ مطبوعہ کی رو سے یہ خط سنہ ۱۸۶۲ ع مین لکھا گیا تھا. لیکن اس مین میرزا صاحب نے رامپور کے پہلے سفر کی روداد لکھی ھے، جو سنہ ۶۰ ع مین کیا گیا تھا، اسلئے اسکو سنہ ۱۸۶۰ ع کا نوشتہ ہونا چاھیے. اور سنہ ۶۰ ع مین دوستی پر ۳۰ یا ۳۲ سال گزرنے کے یہ معنی ھین کہ سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین یہ رشتہ پیدا ھوا. نواب فردوس مکان سنہ ۱۸۱۶ ع مین

(۱) مکاتیب، ص ۳ (۲) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۳) ایضاً، ص ۴۵

متولد ہوئے، اور سنہ ۱۸۴۰ ع مین اپنے والدِ ماجد کی تخت نشینی پر رامپور تشریف لائے تھے۔ بنابرین سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین اونکو میرزا صاحب کا دوست نہین کہا جاسکتا۔ البتہ شاگرد ہونا بعید از قیاس نہین۔ اسلئے کہ اسوقت انکی عمر ۱۲ یا ۱۴ سال کی ہوگی، جو طلبِ علم کا موزون تر زمانہ ہے۔

نواب جنت آرامگاہ کی مداحی

سنہ ۱۸۴۰ ع مین نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ وارثِ تختِ رامپور قرار پائے۔ نواب سید عبداللہ خان بہادر برادرِ خورد نواب جنت آرامگاہ نے، جو میرزا صاحب کے بہت گہرے دوست اور اوسوقت میرٹھ کے صدر الصدور تھے، سابقہ تعلقات کی بنا پر میرزا صاحب سے نواب جنت آرامگاہ کی مدح مین قصیدہ لکھنے کی فرمایش کی۔ میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے لکھا:

«خدام بلند مقام، کہ سرانجام قصیدہ مقصد نام آوری از غالب بیوا چشم داشتہ اند، مگر آن فرسودہ روان افسردہ دل را، کہ هنوز نمردہ است، زندہ پنداشتہ اند؟ ... کاش کشایش این کار چون صنعت نقاشی و گلدستہ بندی تنہا بکوشش دست و بازو صورت بستی، تا چشم از خستگی دل پوشیدمی و فرمان پزیرانہ در پردازش کار کوشیدمی. چکنم چون سر این رشتہ در دست دل است. تا دل بر جای نباشد، زبان سخن سرای نباشد. دیدہ وران صاحبدل دانند، کہ چہ قدرها دیدہ و دل بهم آمیختہ شود، تا نقشی بدین شگرفی کہ بالغ نظران پسندند، انگیختہ شود. این دل شکستۂ بهم نہ پیوستہ، کہ در سینۂ من و همانا دشمن دیرینۂ منست، زنہار بکار سخن گستری نیاید، و معنی آفرینی را نشاید ... اگر دانند، کہ فلانی با این همہ پریشانی سخن گفتن میتواند، و من نیز دانم کہ میتوانم، در مدح بندگان سپہر آستان امیر المسلمین قبلۂ دنیا و دین سرور سلطان نشان نواب محمد سعید خان بہادر بالقابہ چرا سخن نرانم؟ تا اگر درین گیتی لعل و گہر سود نہ بردہ باشم، خود دران گیتی دین و ایمان زیان نکردہ باشم. امید کہ در بارۂ گرایش بدین ستایش نظماً او نثراً نامہ نگار را از اموات شمارند، و بدعای سلامت ایمان، کہ حسن خجستگی انجام همان تواند بود، یاد آرند.» (۱)

لیکن میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۴۰ ع مین جس کام کے سر انجام نپانے کا عذر کیا تھا، چند سال کے بعد قدرت اون سے وهی کام لینے والی تھی۔ بیشک انسان آیندہ واقعات کے علم سے قطعاً محروم رکھا گیا ہے!!

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۱۹

نواب فردوس مکان کی تخت نشینی اور رشتۂ استادی کی تجدید

اس مراسلت کے پندرا سال بعد اپریل سنہ ۱۸۵۵ ع مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی، اور نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان تخت نشین ہوے. میرزا صاحب نے قدیم رابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوے قطعۂ تاریخِ جلوس ارسال کیا.[1] لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دربارِ رامپور سے اسکا کوئی جواب نہ گیا، اور تقریباً دو سال تك تجدیدِ تعلقات کی یہ کوشش بارآور نہوئی.

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیر آبادی رامپور مین فروکش تھے. اونھون نے حق دوستی ادا کیا، اور وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو میرزا صاحب کی اسقدر تعریف و توصیف کی، کہ سرکار انکے کلام کے مشتاق ہوگئے. جب حالات سازگار نظر آئے، تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمتِ مبارك مین «نامۂ بندگی» اور قصیدۂ مدحیہ ارسال کرین. مولانا کا نامۂ گرامی میرزا صاحب کو ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۵۷ ع کو موصول ہوا. ۲۸ جنوری کو انھون نے بتعمیلِ ارشاد نواب فردوس مکان کی خدمت مین پہلا عریضہ ارسال کیا. اسکے جواب مین سرکار نے ۵ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرضِ اصلاح بھیجے اور اونکے ساتھ تحریر فرمایا:

«نمیقۂ انیقۂ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولویصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمہ کش عیون وصول نشاط شمول گردیدہ، باطلاع خیریتہا سرمایۂ سرور نامحصور افزودہ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد.» [2]

اس فرمان نے میرزا صاحب مین نیا ولولہ پیدا کیا، اور انھون نے ۱۱ فروری کو سرکار کی مدح مین قصیدۂ مدحیہ نظم کرکے بذریعۂ ڈاك ارسال کیا. اسکی ایك نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت مین بھی بھیجی تھی، جو اونھین الور مین موصول ہوئی. وھان سے ۱۰ ماہ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر کیا:

«بعز عرض میرساند، کہ خیر سگال بافضال ایزد بیہال بصحت و اعتدال بالور رسیدہ ملاطفۂ

(۱) ملاحظہ ہو مکاتیب غالب، ص ۳ (۲) ایضاً، ص ٤، حاشیہ نمبر ۱

مرزا صاحب مشفق نجم الدوله مرزا اسد الله خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدهٔ میمیه، که در مدح حضور فیض معمور منظوم کرده اند، از داکخانه یافت. مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلهائی، که نزد شان شرف ارسال یافته بودند، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیه، که بدو دفعه بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند، اسهاب در تحریر فرموده اند. حالانکه طبع اقدس در علوم عقلیه و فنون حکمیه آنچنان دقیقه رس، که عدیل آن در مملکت هندوستان، که حال علمای آن تفصیلا معلوم است، کمتر بلکه معدوم است. نظم شعر و فهم آن و ابداع معانی تازه و مضامین مبتکره و سرد الفاظ فصیحه و تراکیب بلیغه بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبه از ادنی مراتب است. مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند. طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیه و معضلات فلسفیه بجای میرسد، که رسیدن افهام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست. درین سخن هیچ مبالغهٔ و اغراق نیست. حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرموده اند، و تکریر امتحان هم سهل است. و نظر بهمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت. مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کرده اند. نظم قصیدهٔ مدحیه در غایت بلاغت و انسجام است. غالباً شرف اندوز ملاحظهٔ والا شده باشد.»(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقه تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے، اور ایك مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یه تجویز که «آینده ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاهیے» ریاست رامپور مین کامیاب هوگئی.

نواب فردوس مکان کا سال شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکره میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا هے. لیکن تقریباً هر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف هے. مارچ سنه ۶۰ ع مین خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکها هے که نواب فردوس مکان سنه ۵۵ ع مین میرے شاگرد هوے. فرماتے هین:

«سنه ۱۸۵۵ ع مین نواب یوسف علیخان بهادر والی رامپور، که میری آشنای قدیم هین، اس سال یعنی سنه ۱۸۵۵ مین میری شاگرد هوی. «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی. مین اصلاح دیکر بهیجدیتا. گاه گاه کچھ روپیه اودهر سے آتا رهتا. قلعه کی تنخواه جاری. انگریزی پنسن کهلا هوا. اونکی عطایا فتوح کو جاتی تهی. جب وه دونون تنخواهین جاتی رهین، تو زندگی کا مدار اونکی عطیه پر رها. بعد فتح دهلی وه همیشه

(۱) مثل نمبر (۲۵۹)، صیغهٔ احباب، عهد نواب فردوس مکان، محکمهٔ دارالانشا

میری مقدم کی خواہان رہتی تھی . مین عذر کرتا تھا . جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا .» (۱)

اسی ماہ مین منشی ہرگوپال تفتہ کو لکھتے ہین :

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھہ برس سی میری شاگرد ہین . آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی . اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین .» (۲)

اس تخمینہ کی رو سے نواب فردوس مکان کا سال شاگردی سنہ ۵۴ یا ۵۵ ع قرار پاتا ہے . لیکن ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۶۵ ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا ہے :

«ایک قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی ، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھی .» (۳)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنہ ۵۳ ع مین میرزا صاحب سے مشورۂ سخن آغاز کرنا چاہیے . میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مہر نے سنہ ۵۵ ع اختیار کیا ہے(۴) . غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ بظاہر اول الذکر دونون سنہ تخمینی اور یہ واقعی ہے . لیکن فی الحقیقت یہ سنہ بھی تخمینی ہے ، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا ہے .

ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ میرزا صاحب نے ۲۸ جنوری سنہ ۵۷ ع کو اپنا پہلا «نامۂ بندگی» ارسال کیا تھا ، اور اوس مین یہ عرض کیا تھا ، کہ سنہ ۵۵ ع مین قطعۂ تاریخ جلوس کا ارسال سابقہ تعلق کی بنا پر تھا . اب یہ عریضہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکھ رہا ہون . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ۵ فروری سنہ ۵۷ ع کو گرامی نامہ تحریر فرمایا . جسکا ضروری حصہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے . اس مین یہ الفاظ ارادۂ تلمذ پر دال ہین :

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۳ و عود ، ص ۱۳۶ . عود مین «پنسن کھلی ہوئی» بصیغۂ مونث ہی .
(۲) اردوی معلی ، ص ۵۴ (۳) ایضاً ، ص ۱۶ (۴) غالب ، مصنفۂ مولانا مہر ، ص ۱۴۱

«مشفقا! هرچند که کاتب را اتفاق موزو بیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی ربانی مولویصاحب صدر الوصف دلم حواست، که طریقهٔ رسل و رسائل حاری شود. چون سبیلی به ازین بطرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح حدید لطف فرموده شوند.» (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضہ نمبر ۳ تحریر کیا، اور اوس مین غزلیات اور هنــڈوی کے پہنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا کہ

«اشعار حود بهنگام خویش حواهند رسید.»

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شده غزلون کے ساتھ جو عریضہ بھیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا:

«مین نہین چاھتا که آپکا اسم سامی اور نام نامی تحلص رهی، ناظم، عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سی جو پسند آئی وه رهی دیجی. مگر یه نہین که حواهی نحواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تحلص منظور هو تو بہت مبارك.» (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا:

«منجملهٔ الفاظ تحلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت.» (۳)

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ نواب فردوس مکان ۵ فروری سنه ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد ہوے، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونہین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے، اور یکم مارچ سنه ۵۷ ع کو سرکار نے «ناظم» تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی.

ایك غلط فہمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکرہ مین تحریر فرمایا ہے:

«طبیعت ازل سی موزون پائی تھی. سخگوئی کا ذوق، اردو شعر فرمانی کا شوق تھا. پہلی مومن خانصاحب دهلوی سی مشوره رها. پھر مرزا اسد الله خان غالب سی تلمذ هوا. آخر آخر بوضع

(۱) مکاتیب، ص ٤، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۷ (۳) ایضاً، ص ۸، حاشیه نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانے لگے۔ منشی مظفر علی صاحب کو، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دہر مین، کلام دکھانے لگے۔» (۱)

جہانتك حکیم مومن خان مرحوم کی شاگردی کا تعلق ہے، سرکار کے اس بیان کی موجودگی مین کہ «کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یك مصرعه ہم اتفاق نشده بود» اسکی کوئی گنجایش باقی نہین رہتی، کہ ایك لمحه کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیا جائے۔ اسلئے کہ اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ہوتے تو میرزا صاحب کو یه کبھی تحریر نفرماتے، کہ مجھسے ابھی تك ایك مصرعه موزون کرنیکا بھی اتفاق نہین ہوا ہے۔

البته منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شاگردی کا مسئله باقی رہتا ہے۔ اسکے متعلق عرض یه ہے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ہے، اور جیسا کہ عریضه نمبر ٤٤ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ہوتا ہے، آخر وقت تك سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنا کلام بھیجتے رہے۔ اس حالت مین یه سوال پیدا ہوتا ہے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ہوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا۔ غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یہی ہوگا کہ نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اہم دلیل ہے۔

مجھسے اس خیال سے اتفاق ہے کہ سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ہے۔ لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نہین بن سکتا۔ خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دهلویت پائی جاتی ہے۔ مگر اسوجه سے کسی نے بھی اونھین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نہین کیا۔ میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور وہ اسطرح کہ سنه ٦٤ع مین

(۱) انتخاب یادگار، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے[1] . اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا. امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ہے اور بس.

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ہے جب ہم دیکھتے ہین ، کہ نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ہے ، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا . اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاہیے تھا .

غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواہی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے ، کہ غدر سنہ ۵۷ ع کے آثار پیدا ہونے لگے . میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے ، جو اونکی حسبِ ہدایت چاك کردیے گئے . اس ہدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی ، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا . اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی ، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین ، تو اونھون نے انتہائی ہوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا . دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ہین :

« چشم بد دور ! فروزندۂ هور ، نواب یوسف علیخان بهادر فرمانروای رامپور ، که از دیر باز دران سر زمین بمرزبانی و شاه نشانی نیاگان خویش را جانشین است ، و با جهانبان انگلند در مهرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آئین است ، که دست روزگار در هزار سال بهزار گونه کشاکش آنرا نیارد گسست ، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان همسایگان از گفتگو بست . » (۲)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے « پیامِ خشك » سے تعبیر کیا ہے ، اوسوقت تك

(۱) اردوی معلی ، ص ٦٤ (۲) کلیات نثر فارسی ، ص ۳۸۷

کامیاب نہین ہوسکتا تھا، جبتك حالات کا صحیح علم اور اونکے پیدا ہونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نه معلوم ہوچکے ہون.

ترك مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ ہند کے سلسلهٔ نامه رسانی مین اختلال واقع ہوگیا نیز دھلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیه کیلئے لال قلعه و حکومتِ ہند کی نظر مین مشتبه قرار پانے کا خطره تھا، اسلیئے قاصد کے ذریعه «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سہل اور بیخطر نرھی تھی. ادھر نواب فردوس مکان روھیلکھنڈ کی بغاوت فرو کرنے مین منہمك تھے. ان حالات کا یه نتیجه نکلا که میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنه ۵۷ ع سے جنوری سنه ۵۸ ع تك مراسلت نہوسکی.

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوه کرتے ہوے لکھتے ہین:

«در زمان چیره دستی کورنمکان سپاه روسیاه تمر رشتهٔ پام از هم گسست. ناچار بفرستادن نامه بر رساندن نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمان داوران دادگر روائی و سلسلهٔ آمد شد نامه رسائی یافت، نامه در پام روان داشته شد، و تا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیده باشد...، به نگاشتن این نامه زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشته ام، که اگر نفرستادن نامه محض از روی احتیاط است هویدا گردد، که در عنایت تفریط و در رعایت افراط است.» (۱)

میرزا صاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفه

میرزا صاحب کو خزانهٔ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیه ماھوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعه کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا. امن کے بعد میرزا صاحب نے بیگناھی ظاھر کی، لیکن عرصه تك شنوائی نہوئی. غدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رھتے تھے. چنانچه میرزا صاحب نے خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا ھے:

(۱) مکاتیب، ص ۱۱ و ۱۲

نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، کہ میری آشنای قدیم ہین، اس سال ... میری شاگرد ہوی. ناظم اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتو. مین اصلاح دیکر بھیجدیتا. گاہ گاہ کچھ روپیہ اودھر سی آتا رہتا.» (۱)

لیکن ایامِ غدر مین وہ بھی امداد نکرسکے. بعدِ غدر متعدد بار دو سو ڈھائی سو روپیے نقد عطا کیے. مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماہوار امداد کی ضرورت تھی. لهذا انھون نے «یوسفِ رامپور» کے حضور مین ماہانہ پرورش کی درخواست ارسال کی. سوءِ اتفاق سے مثل مین یہ درخواست موجود نہین. البتہ عریضہ نمبر ۱۳ مورخۂ ۱۸ اپریل سنہ ۵۹ ع مین ایک حسنِ طلب پر مشتمل نیازنامہ کا ذکر ہے. فرماتے ہین:

«سامی نیازنامہ مین کچھ حسن طلب بھی تھا. افسوس کہ ایسا خط ضروری نہ پہنچی.» (۲)

چونکہ اول الذکر عریضہ سرکار کو موصول نہوا، اور دوسرے مین اوس حسنِ طلب کی تصریح نہ تھی، اسلئے مجبوراً ۱۰ جولائی سنہ ۵۹ ع کو میرزا صاحب نے ایک اور عریضہ ارسال کیا. امثال مین یہ عریضہ بھی موجود نہین ہے. لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخۂ ۱٤ ذیحجہ سنہ ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱٦ جولائی سنہ ۵۹ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی ہے. سرکار نے ارشاد فرمایا ہے:

«.... سامی صحیفۂ تلطف آگین مورخہ دسوین اس مہینہ جولائی سنہ حال کا بیچ عین انتظار کی غازہ آرای چہرۂ وصول نشاط شمول کا ہوا. اور اوپر مراتب مرقومہ کی مطلع کیا. اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت ہوئی. اور بنظر آپکی زیرباری کی اس مہینہ جولائی سی سو روپیہ مہینا مقرر کیا گیا. اور دفتر میں نام آپکا مندرج کیا گیا. ہر مہینہ تنخواہ مقررہ پہونچیگی. یقین ہی کہ آپ بھی معمول کمال محبت میں فرماوینگی. ....»

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین میرزا صاحب نے کسی وجہ سے مراسلت کم کردی تھی، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تھے. جب ۱۰ جولائی کے عریضہ مین اونھون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا، تو سرکار نے از راہِ پرورش سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر فرمادی. سرکار کا روبکارِ تقررِ

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦ (۲) مکاتیب ص ۱۹

وظیفہ ١٦ جولائی کو صادر ہوا، اور میرزا صاحب کو پہلی تنخواہ کی ہنڈوی ۲۸ ذیحجہ سنہ ۷۵ ھ مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۵۹ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سنہ ٦٠ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لکھا ھے اوس مین بھی جولائی سنہ ۵۹ ع سے تنخواہ جاری ہونیکا ذکر ھے. فرماتے ھین:

«قرارداد یہ ھو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ھو، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ھین.» (۱)

هنڈوی بھیجنو کا طریقہ

چونکہ میرزا صاحب رامپور مین فروکش نہ تھے، اسلئے اونہین ہر مہینے کی دسوین بارھوین تاریخ تك سو روپیہ کی ہنڈوی سرکار کے گرامی نامہ کیساتھ ملفوف بھیجی جاتی تھی. بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ پہلی دوسری تاریخ تك روپیہ بھیجدیا جایا کرے. سرکار نے اسکو منظور بھی فرما لیا ھے، اور دفتر کو حکم بھی ہو گیا ھے، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد ھی روپیہ روانا کیا گیا. میرزا صاحب کے مکتوب مورخۂ ۳۰ جولائی سنہ ٦۵ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم ہوتا ھے، کہ سرکار میرزا صاحب سے روپیہ کی رسید نہین لیتے تھے. میرزا صاحب لکھتے ھین:

«ایك قرن ۱۲ برس سو فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتو تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتو تھو. اوس مغفور کی اندازہ دانی دیکھو کہ مجھسو کبھی اوس روپیہ کی رسید نہین لی. اپنو خط مین ہنڈوی بھیجا کرتی، مین خط کا جواب لکھ بھیجتا. اس ماھانہ کو علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتی رھتی، فتنہ و فساد کو دنون مین قلعہ کی آمد مفقود. انگریزی پنسن مسدود. یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رھا، تب میری اور میری متوسلون کی زیست ہوئی.» (۲)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطہ رسید ہوگی. ورنہ سرکار کے ہر فرمان مین روپیہ کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواہش اور میرزا صاحب کے تمام ماھانہ عرایض مین روپیہ کی رسید کی اطلاع درج ھے.

(۱) اردوی معلی، ص ١٦٢ و ۵٤ (۲) اردوی معلی، ص ١٦

مولانا مہر کا قیاس

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے ہین :

«غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رہی ، اور خاندانی پنشن بند ہوگئی ، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا ، جس میں گہری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے ہوئے نوابصاحب کے تساہل کا شکوہ کیا گیا تھا ۔ ...... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خاں مرحوم نے سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا ، جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے ۔» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین ۔ اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ہے ۔ اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ع کا لکھا ہوا ہوتا تو شکوہ نادرست تھا ۔ کیونکہ سرکار کا وہ فرمان ، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا ، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ہے ۔ دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ہونے کی مبارکباد تحریر کی ہے ۔ یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا ۔ اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ع کا ہوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاہئے تھا ۔

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ہوتی ہے ، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ہے ۔ اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ہوتا ، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا ۔ مولانا کے الفاظ یہ ہین :

«اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدے کا طلبگار نہیں ، بلکہ صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رہے ۔» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

(۱) غالب ، ص ۱٤۱ (۲) ایضاً ، ص ۱٤۲

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعد بھی ہوسکتی تھی ۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہیں ۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ہے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل
دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل

در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد
آن شمع فروزان که بود در خور محفل

زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود
صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل

افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب
با دوست که پیوسته همی برد غم از دل

میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن
چون می ندهد داد، ز فریاد چه حاصل؟»

از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار
دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل

تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی
حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل

شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را
خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل

من نالم ازان دوست که در عالم انصاف
شایان بودش گویم اگر خسرو عادل

او خسرو خوبان بود و بنده گدایش
او قلزم و عمان بود و من خس ساحل

گر خواجه همانست و گر دوست همانست
مائیم و یقینی که بوحدت شده کامل

خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش
امیدگهم بود بهر وادی و منزل

یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من
بربسته برویم در ارسال رسائل

ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم
مشتاق جمال تو، چه دیوانه چه عاقل

گر نام تو در بحر نگنجید زیان نیست
شد نام نظیر تو و هم نام تو داخل

تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سازم
ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل

ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی
زیسان که فرو رفته مرا پای درین گل

چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی
از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل

گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی
حرفی غلط از صفحهٔ هستی شده زائل

خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای
تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل

از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی
چون قبله نما سوی تو ام ساخته مائل

«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد
دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل

در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب
این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل

من گنجم و گردون به گل اندوه درم را
می بین، در گنج ارچه کشودن شده مشکل

خود در خور ویرانه بود گنج گران‌مند
غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل

هاروت فسون نفس گرم چه داند
اعجاز ز دهلی بود و سحر ز بابل

آنرا که صریر قلمم هوش رباید
دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل

توقیع «برلی» بتو فرخنده که من نیز
بستم بفره‌مندی خویش از کرمت دل

حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی
حاشا که پزیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت — در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار — کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی — زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپذیری و بر من نکنی قهر — نپذیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم — کز درد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فرون تر — ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور — تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد — در نور به خرشید جهانتاب مقابل» (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ہو جاتی تھی۔ چنانچہ متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوہ نظر آتا ہے۔ اس کا سبب میرزا صاحب کی علالتِ طبع تھی۔ ۲۰ نومبر سنہ ۶۱ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ہے:

«اندنون ضعف دماغ ، دوران سر مین ایسا مبتلا ہون کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ہے۔ دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی۔ تمہاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین۔ خاطر جمع رکھو۔ جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یہ بھی دیکھی جائینگی۔» (۲)

ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی۔ اونہون نے تقاضائی خط لکھا۔ اسپر ۱۴ اکتوبر سنہ ۶۲ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

«بھائی! تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراہم ہوے ہین۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ تمہاری ہی قصائد پڑی ہین۔ نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ہوئی ہین۔ برسات کا حال تمہین بھی معلوم ہے .... اب نجات ہوئی ہے۔ نوابصاحب کی غزلیں اور تمہاری قصائد دیکھے جائینگے۔ .... مین ناتوان بہت ہوگیا ہون۔ گویا صاحب فراش ہون۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اوٹھ بیٹھتا ہون۔ ورنہ پڑا رہتا ہون۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون۔ لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون۔ اللہ! اللہ! اللہ!» (۳)

اس جواب پر ایك ماہ گزر گیا، لیکن ہنوز تفتہ کو اصلاح شدہ قصائد نہ ملے۔ اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا۔ اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنہ ۶۲ع

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنہ ۱۸۶۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ۹۴

کو میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا۔ فرماتے ہین :

«مرزا تفتہ! جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ہی اور بدگمانی۔ معاذ اللہ! تم سے اور آزردگی، مجکو اسپر ناز ہی کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون، جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہی .... بھائی مجہہ مین کچھہ اب باقی نہین ہی۔ برسات کی مصیبت گزر گئی، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھگئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہون۔ بیٹھہ نہین سکتا۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون ... لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہی کہ اوسکو بہت دن ہوی، آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا۔ نوابصاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین۔

ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے» (۱)

مگر وظیفہ جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفہ برابر دیتے رہے۔ حتی کہ ایکبار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا۔ اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفہ بند نکیا۔ سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایک خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ہے۔ واقعہ یہ درپیش آیا کہ ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی۔ اونہون نے تقاضا کیا۔ میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیا، جسے تفتہ نے باور نکیا۔ اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا :

«میرا عجب حال ہی۔ حیران ہون کہ تمہیں میرا کلام کیون باور نہین آتا۔ ... سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا۔ ... رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ہین۔ سال گزشتہ اونکو لکھہ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہی، اور مین اپنے مین حواس نہین پاتا۔ متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف رہون۔ جو کچھہ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہی، عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئے، تو مین سکھہ لہر سہی، ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہی تو جو آپکی مرضی ہی وہی میری قسمت ہی۔ برس دن سے اونکا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی۔ اب دیکھیئے آگے کیا ہوتا ہی۔ آجتک نوابصاحب از راہ جوانمردی دیے جاتے ہین۔» (۲)

یہ خط میرزا صاحب نے ١٤ رجب کو لکھا ہے۔ اسکے آخر مین سنہ درج نہین، لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ١٤ دسمبر سنہ ١٨٦٤ ع

(۱) اردوی معلی، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً، ص ٦٣ و ٦٤

تاریخ کتابت ہوگی۔ اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ہونے کی اطلاع دی ھے۔ لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ہونا چاھیے۔ اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ۳۹ سے، جو اسی ماہ نومبر کی تنخواہ کی رسید ھے، معلوم ہوتا ھے، رجب اور دسمبر سنہ ۱۲۸۱ ھ مین ایکساتھ آئے تھے، اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایک دن ہوا تھا۔

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوھرایا ھے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا۔ وہ عریضہ فائل مین موجود نہین۔ لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ھے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ « برسدن سے اونکا کلام نہین آتا » حقیقی عذر ھے۔ کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین، جو کم از کم دسمبر سنہ ٦٣ ع سے دسمبر سنہ ٦٤ ع تک پھیلا ہوا ھے، نواب فردوس مکان نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا ھے۔ لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ھے۔ اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخر اکتوبر سنہ ٦٣ ع مین واپس بھیجا اور یہان ۲۹ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ۱۵ جمادی ثانیہ سنہ ۸۱ ھ کو موصول ہوا۔ اسکے بعد اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ہوگئے، اور غالباً سنہ ٦٦ ع کے شروع مین محرم سنہ ۸۲ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایک سلام لکھکر بھیج سکے، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا۔ (۱)

<u>رامپور کا پہلا سفر، اور سرکار کی تین دعوتنامے</u>

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ہوے چند ماہ ہوے تھے کہ ھنگامۂ غدر برپا ہوگیا، اور کچھ عرصہ تک باہم مراسلت

---

(۱) مکاتیب، ص ۵۱

بند رہی ۔ لیکن مملکتِ ہند مین امن و امان قائم ہو تے ہی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی۔ نوابصاحب کا پہلا دعوتنامہ مثل مین موجود نہین ۔ لیکن مکتوب بنام صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر مورخۂ ۲۵ مارچ سنہ ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنےؔ رامپور نآنیکے وجوہ تحریر کیئے ہین ۔ اسلئے یقیناً پہلی دعوت ابتدایِ سال سنہ ۵۸ ع مین دیگئی ہوگی۔ خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے۔ مین عذر کرتا تھا» سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

۲۵ نومبر سنہ مذکور کو سرکار نے پھر تحریر فرمایا :

«مشفقا ! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقہ اور مکالمہ اپ کا بدرجۂ کمال ہی ، اور اب تشریف آوری آپ کی اسجگہ مناسب ہو ، اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہی ، کہ آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیں ۔» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماہِ اپریل سنہ ۵۹ ع کو سہ بارہ تحریر فرمایا :

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابھی تک سامعہ نواز نہین ہوا ۔ اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ہی ۔ اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ہوتا ہی ، کہ آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، کہ کبتلک ممکن الوقوع ہو ، مطلع اور مطمئن فرمائیے ...» (۲)

میرزا صاحب کا عذر

میرزا صاحب مطلعِ سیاست صاف ہوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تھے ۔ حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوہی کے بدل معترف تھے ، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تھے ، اسلئے حکام کی ہر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تھی ۔ وہ روزانہ اس یقین کیساتھ بیدار ہوتے ، کہ آج پنشن کی اجرا کا حکم ہوجائیگا ، اور مین شام تک اپنے قرضہ کے بار سے سبک دوش ہو سکونگا ۔ بسا اوقات اون سے یہ موہوم خوشی ضبط نہوسکی ہے ، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تک دیدی ہین۔ (۳)

(۱) مکاتیب ، ص ۱٦ ، حاشیہ نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۹ ، حاشیہ نمبر ۱
(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود ہین ۔

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا کہ وہ دلی سے باہر چلے جاتے۔ چنانچہ یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رہے، اور انہون نے ہر دعوت نامہ کے جواب مین یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا ھے۔ اسکو ادھورا چھوڑ کر نہین آسکتا۔ اس سلسلہ مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے ھین:

«جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاہ ھین۔ مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا۔ یہ جو آپ کہتے ھین کہ تجکو آنے مین تردد کیا ھے، تردد کچھ نہین توقف ھے، وجہ توقف کی یہ کہ مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی، وہان سے صاحب کمشنر شہر کو وہ درخواست حوالہ ہوئی۔ صاحب کمشنر دہلی نے صاحب کلکٹر شہر سے کیفیت طلب کی ھے۔ .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کر کر چیف کمشنر کساتھ پنجاب کو گئے ھین۔ دیکھیے کب آوین، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین۔ مگر با صدور حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا۔ ھان بعد ملنے حکم کے، خواھی دلخواہ ہو خواھی مخالف مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤنگا۔» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامہ مورخۂ ۲۵ نومبر سنہ ۵۸ع کے جواب مین اسی عذر کا اعادہ کیا ھے۔ تحریر کرتے ھین:

«میری حاضر ہونے کو جو ارشاد ہوتا ھے، مین وہان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا۔ پنسن کے وصول کا زمانہ قریب آیا ھے۔ اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن۔ سنا جاتا ھے اور یقین بھی آتا ھے کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائے۔ جسکو روپیہ ملنا ھے اوسکو روپیہ، جسکو جواب ملنا ھے اوسکو جواب ملجائے۔» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنہ ۵۹ع بھی بیگانہوار گزر گیا، توانھون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی، اور جب سرکار نے ۱۳ ماہِ اپریل سنہ مذکور کو تیسری بار آمدِ رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا:

«پہلے خط مین یہ عرض کیا ھے، کہ مجموع پنسداروں کی مثل مرتب ھے، اور ہنوز صدر کو روانا نہین ہوئی۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کیئے، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئے۔ وہان سے کلکتہ کو بھیجے جائینگے۔ پھر وہان سے حکم منظوری پنجاب

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۱٦

ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا ۔ آج روپیہ ملا ، کل مین نے آپ سے سواری اور باربرداری مانگی ۔ آج سواری اور باربرداری پہنچی ، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی ۔ » (۱)

چوتھی دعوت

آخرِ کار سال ۵۹ ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا ، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا ۔ سرکار نے ۱۶ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو پھر ارقام فرمایا :

«سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کے متکلف ہوا ہون ۔ لیکن ابتك آپنے سرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا ۔ اب لازم اشفاق کا یہ ہی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرمارین ، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین ۔ » (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے ، اور یہ عزم کرکے ، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ہی رامپور روانا ہوجائینگے ، یوسف مرزا کو لکھا تھا :

«مین تو پنشن کے باب مین حکم اخیر سن لون ، پھر رامپور چلا جاؤنگا ۔ جمادی الاول سے ذی الحجہ تك ۸ مہینے ، اور پھر محرم سے سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا ۔ اس سال کے دو چار حد دس گیارہ مہینے غرض کہ انیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہین ۔ اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہی وہ پہنچ جائے ۔ اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملك عدم کو چلا جاؤن ۔ جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین ۔ یاعلی ! یاعلی ! یاعلی ! ۔ » (۳)

میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغازِ سنہ ۱۸۶۰ ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواہش اور امید کے خلاف صادر کیا ، تو انھون نے حسبِ وعدہ سفرِ رامپور کی تیاری کی ۔ اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین :

«بعد فتح دھلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کے خواہان رہتی تھی ۔ مین عذر کرتا تھا ۔ جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سے وہ جواب پایا ، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا ۔ » (٤)

نواب فردوس مکان ایامِ غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے ،

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۹ (۲) ایضاً ، ص ۲۵ ، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی ، ص ۲٤۵
(٤) ایضاً ، ص ۲۸۳

بلکہ برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی ۔ میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے ۔ اسلئے مقدمه خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا کہ رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین کہ اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معاملہ کو صاف فرمادیجے ۔ منشی شیو نراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنہ ۶۰ ع کو رامپور سے لکھا ہے:

«مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانہ یہان آیا ہون ، اور اپنی صفائی گورمنٹ سے بذریعہ انکی چاھتا ہون ۔ دیکھون کیا ہوتا ہے ۔» (۱)

اسکے علاوہ ایک اور واقعہ ، جو قیامِ رامپور کے زمانہ مین پیش آیا ، اس امر پر شاہد ہے کہ سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی ۔ ۱۴ فروری سنۂ مذکورہ کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعہ کے متعلق تحریر کیا ہے:

«یہان کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مرادآباد آیا چاھتے ہین ، مراد آباد یہان سے بارہ کوس ہے ۔ نوابصاحب دورے کو اپنی ملک کی گئے ہین ۔ دو چار دن مین پھر آئینگے ۔ اگر اونکی ملاقات کو مراد آباد جائینگے ، مین بھی ساتھ جاؤنگا ۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہین ، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ہے ۔» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یہ جانتے ہوے کہ یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطہ نہین سرکار کیساتھ مرادآباد جانیکا تہیا نکرتے ۔

دلی سے روانگی

میرزا صاحب نے ارادہ کیا کہ آخرِ جمادی الثانیہ مین دلی روانا ہون ، ور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین ۔ حسین مرزا صاحب کو سہ شنبہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو لکھتے ہین:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا ۔ جب تم لکھتے ہو کہ «للہ تم وہان جاؤ!» تو تمکو ہنسی آتی ہے ۔ مین یقین کرتا ہون کہ ہلال ماہ رجب المرجب رامپور مین دیکھون ۔» (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ — مکاتیب غالب
(۲) ایضاً ، ص ۲۲۹
(۳) ایضاً ، ص ۳۲۹

اس خط کی تحریر سے ۱۹ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے. دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ہے. مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ہے کہ

«جب جنوری سنه ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وه جواب پایا که جو اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (۱)

رامپور سے واپس جاکر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ہے. فرماتے ہین:

«۱۹ یا ۲۰ جنوری سنه ۱۸٦۰ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانه کرکے رامپور گیا ہون.» (۲)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسلئے اونہین صحیح تاریخ یاد نہین رہی. در اصل وہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو دلی سے روانا ہوے تھے. چنانچہ ۲۱ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفتہ کو لکھا ہے:

«بھائی! مین نے دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا. پنجشنبه ۱۹ کو مرادنگر اور جمعه ۲۰ کو میرٹھ پہنچا. آج شنبه ۲۱ کو بھائی مصطفی خان کے کہنے سے مقام کیا. یہان سے یه خط تمکو لکھکر بھیجا. کل شاہجہان پور پرسون گڈھ مکتیشر رہونگا، پھر مرادآباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا.» (۳)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«میان! مین تم سے رخصت ہوکر اوسدن مراد نگر مین رہا. دوسری دن، یعنی جمعه کو، میرٹھ پہنچا. نواب مصطفی خان نے ایکدن رکھ لیا. آج شنبه ۲۱ جنوری یہان مقام ہے. نو بج گئے ہین. بیٹھا ہوا یه خط لکھ رہا ہون. مفت کا کھانا ہے. خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا. کل شاہجہانپور، پرسون گڈھ مکتیشر، رہونگا. مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھونگا.» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعرات کے دن صبح کیوقت ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے.

اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا. لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ۳۸۲ (۳) ایضاً، ص ۸٦ (٤) ایضاً، ص ۲۳۲

کی ضرورت نہ سمجھی، اور وہین سے حکیم غلام نجف خان کو لکھا:

«ہان بھائی! مین از روی مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہ آیا ہون۔ اب جو شخص تم سے پوچھا کرے اوس سے پردہ نکرنا اور صاف کہدینا کہ رامپور کو گیا ہے۔ یعنی سب کو معلوم ہو جائے، اور کوئی تذبذب مین نرھے۔» (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاہر نہین کیا، جو مقامِ سفر کے اخفا کی بنا تھی۔ لیکن قیاس یہ چاھتا ہے کہ کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا ہوگا۔ جو کم از کم یہ ہوسکتی ہے کہ اوسوقت تک گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نہین کی تھی، اور انھین غدر کے بعد سفر کا پہلا اتفاق تھا، اسلئے یہ خطرہ لاحق ہوا ہوگا کہ کہین رامپور جانے سے روک ندیا جاؤن، یا یہ کہ کوئی حاسد سرکار کو یہ نہ لکھدے کہ میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابھی مشتبہ ہین، انھین اپنی ریاست مین نہ آنے دیجے۔

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا ہو کر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا۔ دوسرے دن جمعہ کو میرٹھ پہنچے۔ وھان ایکدن نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کے ھان ٹھہر کر اتوار کو شاھجھانپور اور پیر کو گڑھ مکٹیسر مین اوترے۔ یہان سے مرادآباد تک کی منازل کا پتہ نہین، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی ہونگی۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ آخری منزل مرادآباد تھی۔ یہ تمام تفصیل مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابھی گزر چکی ہے۔

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے، باقر علیخان اور حسین علیخان، عنایت اللہ خادم، اور ایک دو اور ملازم میرزا صاحب کے ھمرکاب تھے۔ لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا ہے۔ یہان صرف اوس خط کا اقتباس کافی ہوگا، جس مین تمام ھمراھیون

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۳۳

کا ذکر ہے ۔ میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین :

« لڑکی بھی تندرست ۔ آدمی بھی توانا ۔ مگر ماں ایك عنایت‌الله دو دن سی کچھ بیمار ھو ۔ خیر اچھا ھوجائیگا ۔ » (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے، اور وهان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعه کو رامپور وارد هوے ۔ جمعه ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے هین :

«آج تك ، كه جمعه آٹھوان دن میری پہنچی کو ھو ، کچھ کلام نہین ھوا ۔ » (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم هوتا هے ، که میرزا صاحب جمعه کے دن رامپور پہنچے ۔ لیکن مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے هین اون مین میرزا صاحب نے جمعه کو ۲۰ اور شنبه کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی هے ۔ اس حساب سے جس جمعه کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا، ۲۷ جنوری سنه ۶۰ع تاریخِ انگریزی هونی چاهیے ۔

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا ۔ لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے ، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از روی احتیاط جداگانه مکان کی خواهش کی ۔ سرکار نے ایك مکان، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا ، قیام کیلئے عطا فرمایا ۔ میرزا صاحب نے تفته کے پته کے استفسار پر جو خط لکھا هے اوس مین فرماتے هین :

«پہلی یه تو بتاؤ که رامپور مین مجھی کون نہین جانتا ۔ کہان مولوی وجیه الزمان صاحب کہان مین ۔ اونکا مسکن میری مسکن سی دور ۔ پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان ۔ چار دن والی شہر نی اپنی کوٹھی مین اوتارا ۔ مین نی مکان جداگانه مانگا ۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ھوئین ۔ اب اس مین رهتا هون ۔ بحسب اتفاق ڈاك گھر مسکن کی پاس ھو ۔ ڈاك منشی آشنا ھوگیا ھو ۔ برابر دلی سی خط چلی آتی هین ۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام ۔ محله کی اور

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۸

عرف کی حاجت نہین. بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجائے.» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

«مکان کا پتہ ضرور نہین. ڈاك گھر میری گھر کی پاس. ڈاك منشی میرا آشنا. ..... ایك مکان، کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہی، رہنی کو ملا ہی.» (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ہے:

«تمہارا خط پہنچا. تردد عبث. میرا مکان ڈاك گھر کی قریب اور ڈاك منشی میرا دوست ہی.» (۳)

مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی کہ اوس زمانہ مین ڈاکخانہ کس محلہ مین تھا، تو معلوم ہوا کہ محلۂ راجدوارہ کی اوس شاہراہ پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ہے، مولوی محمد یحیی صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانہ واقع تھا، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا. اس مکان مین آجکل ایك آہنگر مقیم ہے. چونکہ یہ مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا رودگاہ رہچکا ہے، اسلئے عالیجر تبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبہ لگایا جا رہا ہے.

مہانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداءً سرکاری باورچیخانہ سے کھانا آتا رہا. چنانچہ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ہی، اور وہ سب کو کافی ہوتا ہی. غذا میری بھی خلاف طبع نہین.» (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہانداری کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

«یہان کا حال سبطرح خوب ہی، اور صحت مرغوب ہی. اسوقت تك مہمان ہون.» (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیہ ماہوار مقرر کردیے گئے. دلی جاکر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ہے:

«اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا. یعنی رامپور رہون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن، اور دلی رہون تو سو روپیہ.» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، لاہور ایڈیشن، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸
(۳) ایضاً، ص ۱۶۹ (٤) ایضاً، ص ۱۶۲

آب و ہوای رامپور

رامپور کی آب و ہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ہوئی. آمدِ رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

«پانی کا شکر کس منہہ سے ادا کرون. ایک دریا ہے کوسی. سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت صاف ہے. سبک، گوارا، ہاضم، سریع النفوذ. اس آٹھ دن مین قبض وانقباض کے صدمے سے محفوظ ہون. صبح کو بھوک خوب لگتی ہے. لڑکے بھی تندرست. آدمی بھی توانا. مگر ہان ایک عنایت اللہ دو دن سے کچھ بیمار ہے. خیر اچھا ہوجائیگا.» (۱)

رامپور ہی سے میر مہدی مجروح کو تحریر کیا ہے:

«یہ رامپور ہے. دارالسرور ہے. جو لطف یہان ہے وہ اور کہان ہے. پانی سبحان اللہ! شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے، اور کوسی اوسکا نام ہے. بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ہے. خیر اگر یون بھی ہے، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے. اتنا شیرین کہان ہوگا.» (۲)

ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ہوا. سرکار نے بر وقتِ ملاقات احباب کیطرح معانقہ کیا، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ہے اوسکو ملحوظ رکھا. میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی. سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین:

«تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین ہے.» (۳)

بعد ازان دلی جا کر لکھا ہے:

«ملاقات بھی دوستانہ رہی. معانقہ وتعظیم جسطرح احباب مین رسم ہے. وہ صورت ملاقات کی ہے. لڑکون سے مین نے نذر دلوادی تھی. بس.» (۳)

اسی سلسلہ مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ہے:

«اب میرا حال سنو. تعظیم وتوقیر بہت. ملاقاتین تین ہوئی ہین.» (۱)

ابھی گفتگو نہین ہوئی

اگرچہ نواب فردوس مکان نے جولائی سنہ ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) ایضاً، ص ۱۶۲

روپیہ ماهوار بطورِ امداد عطا فرمانا شروع کردیے تھے، جو انهین بذریعۂ هنڈوی ماه بماه ارسال هوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضه کے بارے مین سرکار سے بالمشافهه گفتگو نهین هوئی، تو انهین مختلف خطرات پیدا هوئے. خدمت اور درماهه کے خطره کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاهر کیا هے:

«هنوز کچھ گفتگو درمیان نهین آئی. مین خود اون سی ابتدا نکرونگا. وه بهی مجهسی بالمشافهه نه کهین گی. مگر بواسطۂ کارپردازان سرکار دیکهون کیا کهتی هین، اور کیا مقرر کرتی هین.» (۱)

یه خط ۳ فروری کو لکھا گیا تھا. اسکے بعد ۱٤ فروری کو پھر لکھتے هین:

«یهان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو هوگا، اور جو قرار پائیگا، وه مفصل تمکو لکھونگا.» (۲)

میر مهدی مجروح کو بھی دبے الفاظ مین لکھا هے:

«اسوقت تك مهمان هون. دیکھون کیا هوتا هی.» (۳)

رامپور کی اقامت کے خطره کو مرزا تفته کے خط مین ظاهر کیا هے. فرماتے هین:

«دوسری بات جو تم نی لکھی هو وه بھی مطابق واقع و مناسب حال نهین. اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا.» (٤)

۱٤ فروری کو مرزا تفته کے خط کے جواب مین پھر لکھا هے:

«میری جان! آخر لڑکی هو. بات کو نه سمجھی. مین اور تفته کا اپنی پاس هونا غنیمت نجانون. مین نی یه لکھا تھا که بشرط اقامت بلالونگا. اور پھر لکھتا هون که اگر میری اقامت یهان کی ٹھیری تو بی تمهاری نرهونگا. نه رهونگا. زنهار نرهونگا.» (۵)

سه باره یکم مارچ کو تحریر کرتے هین:

«بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بهادر مراد آباد اور وهان سی رامپور آئین گی. بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھریگا. منظور مجکو یه هی که اگر یهان رها هوا تو فوراً تمکو بلالونگا.» (٦)

تعین خدمت و اقامت

لیکن معلوم هوتا هے که آخرِ کار یهی طے پایا که میرزا صاحب رامپور کی اقامت اختیار کرنے پر مجبور نهین هین. جهان مزاج چاهے رهین. سرکار

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱٦۹
(٤) ایضاً، لاهور ایڈیشن، ص ۳۷۲ (۵) ایضاً، ص ۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کریں۔ البتہ رامپور آ کر رہینگے تو دعوت کے سو روپیے ماہوار مزید عطا ہونگے، اور دلی رہینگے تو صرف سو روپیہ تنخواہ ملیگی۔ اس تصفیہ کے متعلق میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو لکھا ہے:

«قرار داد یہ ہو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سے، کہ جسکو یہ دسواں مہینا ہے، سو روپیہ مجھو ماہ بماہ بھیجتے ہیں۔ اب جو میں وہاں گیا، تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا، یعنی رامپور رہوں تو دو سو روپیہ مہینا پاؤں، اور دلی رہوں تو سو روپیہ۔ بھائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نوابصاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں۔ ... بہر حال غنیمت ہے۔ رزق کی اچھی طرح ملنے کا شکر چاہئے۔ کمی کا شکوہ کیا۔» (۱)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ہے:

«وہ سو روپیہ مہینا یہاں رہوں وہاں رہوں خدا کی ہاں سے میرا مقرر ہے۔» (۲)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یہی لکھا ہے کہ

«حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھے، اونکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا ہے۔ کرم گستری اور استاد پروری کر رہے ہیں۔ میری رنج سفر اوٹھانے کی اور رامپور جانیکی حاجت نہیں۔» (۳)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں:

«واہ کیا کہنا ہے۔ رامپور کی علاقہ کو گاؤشنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا۔ وہ علاقہ اور وہ پیوند لوہارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو۔ رئیس کیطرف سے بطریق وکیل محکمۂ کمشنری میں معین نہیں ہوں۔ جسطرح امرا واسطے فقرا کی وجہ معاش مقرر کردیتے ہیں اسیطرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے۔ ہاں فقیر سے دعای خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے۔ چاہوں دلی رہوں چاہوں اکبرآباد۔ چاہوں لاہور چاہوں لوہارو۔» (٤)

لڑکوں کی شرارت

رامپور کی آب و ہوا کی موافقتِ مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیادہ عرصہ قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ تھے۔ میرزا صاحب نے انکا دل بہلنے کے خیال سے طفلانہ کھیل کود کے تمام لوازمات مہیا کردیئے تھے۔ اسپر بھی یہ برابر انکے

(۱) اردوی معلی، ص ۱۶۲ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۲۱۱
(٤) ایضاً، ص ٤٠۳

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۴ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے هین :

« لڑکے دونون اچھی طرح هین ۔ کبھی میرا دل بہلاتے هین ۔ کبھی مجکو ستاتے هین ۔ بکریان ، کبوتر ، بٹیرین ، تکل ، کنکوا سب سامان درست هے ۔ » (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے هین :

« مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا ۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رهتا ۔ » (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا هے :

« لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا ۔ وهان اونھون نے میرا ناك مین دم کردیا ۔ تنہا بھیجدینے مین وهم آیا ، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث هو تو بدنامی عمر بھر رهے ۔ اس سبب سے جلد چلا آیا ۔ ورنہ گرمی برسات وهان کاٹتا ۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا ، اور بہت دنون تك یہان نہ آؤنگا ۔ » (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تك کے ارادۂ قیامِ رامپور کو فسخ کردیا ۔ سرکار نے هرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا ، لیکن میرزا صاحب نہ رکے اور آخرِ مارچ مطابق آخرِ شعبان مین دلی کو روانا هوگئے ۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی هے ۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے هین :

« سال گرشتہ انھین دنون مین رامپور تھا ۔ مارچ سنہ ٦٠ ع مین یہان آگیا هون ۔ » (٤)

مرزا تفتہ کو لکھتے هین :

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا هون ، تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے هین ۔ » (٥)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے هین :

« میر مہدی ! تم میری عادات کو بھول گئے ۔ ماہ مبارك رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ هوئی هے ۔ مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رهتا ۔ نوابصاحب مانع رهے ، اور بہت منع

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٤۹ (۳) ایضاً ، ص ۱٦۱
(٤) ایضاً ، ص ۲۱۱ ، و عود ، ص ۱٦٦ (٥) اردوی معلی ، ص ٥٤

کرتی رهی . برسات کی آمون کا لالچ دیتی رهی . مگر بهائی مین ایسی انداز مو چلا که چاند رات کی دن یهان آپهنچا . یکشنبه کو غرهٔ ماه مقدس هوا . » (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سه شنبه ۱۳ مارچ سنه ۶۰ ع کو لکها هے

« اب جو خط بهیجو دلی کو بهیجو گا ، که مین اس مهینه مین اودهر کو جاؤنگا . رویت ماه صیام اغلب هی که دلی هی مین هو . » (۲)

ان خطوط سے صرف اسقدر معلوم هوتا هے که میرزا صاحب آخرِ شعبان سنه ۱۲۷۶ ھ مطابق آخرِ مارچ سنه ۱۸۶۰ ع مین رامپور سے روانا هوکر ۳۰ شعبان کو دلی پهنچے ، اور وهان پهنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکها . لیکن انگریزی و هجری تاریخین ابهی متعین نهین هوئی هین . انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیونراین کو رامپور سے لکهتے هین :

« اب مین شنبه کی دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا هونگا . » (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماهِ اپریل کو هجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا هے :

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پهنچا . اوسی دن چاند هوا . » (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکها هے ، اور یه بهی بتایا هے که اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا هوا تها . اس حساب سے ۲۳ شعبان سنه ۱۲۷۶ ھ ۱۷ مارچ سنه ۱۸۶۰ ع کے مطابق ، اور ۳۰ شعبان سنهٔ مذکوره ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع کے مطابق هوگی . لهذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنه ۷۶ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنه ۶۰ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنه ۷۶ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع قرار پاتی هے .

کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بهی

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۶۱
(۲) ایضاً ، ص ٤۰۶ ، لاهور ایڈیشن
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۸۰
(٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ھے ۔ لیکن وہ تخمینی ھے ۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ھین :

« مین آخر جنوری مین رامپور گیا ۔ چھہ سات ھفتہ وھان رھکر دلی آیا ۔ » (۱)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین :

« نواب یوسف علیخان بہادر ... بلاتی رھتی تھی ۔ اب مین گیا ۔ دو مہینے رھکر چلا آیا ۔ » (۲)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو تحریر فرماتے ھین :

« سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان مین چھوڑ مع دونون ھتکڑیون کے بھاگا ۔ میرٹھ ، مرادآباد ھوتا ھوا رامپور پہنچا ۔ کچھ دن کم دو مہینے وھان رھا تھا کہ پھر پکڑا آیا ۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگونگا ۔ » (۳)

ان خطوط مین « چھہ سات ھفتے ، کچھ دن کم دو مہینے » اور « دو ماہ » تین مختلف بیان ملتے ھین ۔ ان مین سے « کچھ دن کم دو مہینے » صحیح ھے ، اسلئے کہ میرزا صاحب ایک ماہ بیس یوم رامپور مین رھے تھے ۔

رامپور مین عدیم الفرصتی

قیامِ رامپور کے زمانہ مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رھے ، کہ اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تک ندیسکے ۔ ایک خط مین اسکی وجہ تحریر فرماتے ھین :

« از بسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتی ھین اور ھر وقت آتے ھین ، فرصت مشاھدۂ اوراق نہین ملی ۔ » (٤)

واپسی پر دلی مین چہمیگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ھوتے وقت اپنا صحیح ارادۂ سفر ظاھر نہین کیا تھا ۔ جب یہ رامپور سے واپس دلی پہنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا ، اور شہر مین واپسی پر خوب خوب رای زنی کیگئی ۔ میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذھنی اذیت پہنچی ، اور اونھون نے شکایت آمیز لہجے مین مرزا تفتہ کو لکھا :

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ میں یہان آگیا ھوں تو کیا کہوں کہ

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً ، ص ٥٤
(۳) ایضاً، ص ٤۰۰ ، و عود ، ص ۷۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۷۳

یہانکی لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین ، ایک گروہ کا قول یہ ہی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا ، اور وہان گیا تھا ، اگر نواب نی کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم نہ دیا ہوگا ، ایک جماعت کہتی ہی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نہ رکھا ، ایک فرقہ کہتا ہی کہ نواب نی نوکر رکھ لیا تھا ، دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا ، لفٹنٹ گورنر الہآباد جو رامپور آئی ، اور اونکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا ، تو اونہون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو اسکو جواب دو ، نواب نی برطرف کردیا ۔ » (۱)

یہ تو اربابِ دھلی کی آرا تھین ۔ لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ھے ۔ فرماتے ھین :

« یہ تو سب سن لیا ، اب تم اصل حقیقت سنو ، نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ہین ، آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی ، اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین ، بلاتی رہتی تھی ، اب مین گیا ، دو مہینی رہ کر چلا آیا ، بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا ، وہ سو روپیہ مہینا ، یہان رہون وہان رہون ، خدا کی ہان سی میرا مقرر ہی ۔ » (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوے ۔ میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی ، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ہوا ۔ چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ہونے سے نہ بچسے ۔ مگر اسوقت تلک میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ہوا ھے ۔ اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارک کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی ، کہ مجھپر اور میری بی بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رہی ہی ۔ ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی ، سب نی فاقہ کیا ۔ باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی ۔ حواس ٹھکانی ہوی ۔ بالکل اطمینان جب ہوگا ، کہ آپکی غسل صحت کی نوید سنونگا ،

(۱) اردوی معلی ، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا ۔ فی الحال اتنا چاہتا ہوں کہ اس خط کا جواب پاؤں اور حقیقت مرض سے آگہی حاصل ہو ۔ « (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارک میرزا صاحب کو موصول ہوا ۔ غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نہ تھا ، جس سے کسیقدر اطمینان ہوا ، لیکن ابھی تشویش رفع نہوئی تھی ۔ اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پھر لکھا :

« ابتدای یکم نومبر سے ۱۱ تک عرض نہیں کر سکتا کہ لیل و نہار مجھپر کیسے گزری ہین ۔ راہ دور ، مین رنجور ۔ معہذا بمقدور ۔ اگر دلی سے رامپور تک شکرم کی ڈاك جاتی ہوتی ، تو مین یہان ایك دم نہ ٹہرتا ، اور حضور مین حاضر ہوتا ۔ تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ہو ۔ نا چار از راہ اضطرار ۸ ماہ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا ۔ خدا کی عنایت اور مرشد کامل یعنی حضرت کی ہدایت نے اوس خط کی جواب آپکی مدت سے پہلے مجھے گرداب اضطراب سے نکالا ۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا ۔ گویا میری جان بچ گئی ۔ بلکہ ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی ۔ اب استدعا یہ ہے کہ حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم ہو ۔ « (۲)

اس عریضہ کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا کہ « پھوڑا نکل آیا تھا ، لیکن اب بحمد اللہ افاقہ ہے » ۔ میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور ہوئے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکھا :

« کس زبان سے کہون ، اور کس قلم سے لکھوں کہ یہ ہفتہ عشرہ کس تردد وتشویش سے بسر ہوا ہے ۔ ہر روز شام تک جانب در نگران رہتا ، کہ ڈاك کا ہرکارہ آئے ، اور حضرت کا نوازشنامہ لائے ۔ باری خدا کی مہربانی ہوئی ، از سر نو میری زندگانی ہوئی ، کہ کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے ہرکارہ نے وہ عطوفت نامۂ عالی دیا ، جسکو پڑھکر روح تازہ رگ و پے مین دوڑ گئی ۔ نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کے سامنے بیٹھا ، اور اشعار تہنیت لکھنے لگا ۔ سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکھ لئے تب سویا ۔ « (۳)

صحت کی تہنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن معلوم نہوسکا کہ غسل صحت ہوچکا ہے یا نہین ۔ اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر ہوئی ہے ۔ اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

---

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) ایضاً ، ص ۴۱ (۳) ایضاً ، ص ۴۲ ۔ قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج ہے ۔

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا :

«اگرچہ از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن یہ کہین سے نہین سنا کہ غسل صحت کیا ، یا کسدن کرینگے ۔ آپ سے یہ فقیر کا سوال ہے ، کہ مجکو لکھیے کہ حضرت غسل کسدن فرمائینگے ۔ اور اگر موافق میری آرزو کے نہاچکے ہون تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجئے ۔ » (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکھا کہ ابھی غسلِ صحت نہین فرمایا ہے ۔ غالباً رمضانِ مبارك مین یہ تقریب عمل مین آئیگی ۔ میرزا صاحب کو ۱٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تھا ۔ نیز وہ اس عرصہ مین قصیدۂ تہنیت بھی ارسال کرچکے تھے ۔ اسلئے التواء تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦٥ع کو پھر میر منشی صاحب کو لکھا :

«یہ جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے ، منشا اسکا یہ ہے کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے ، اور اونھون نے کہا کہ نوابصاحب جمعہ کے دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائینگے ۔ اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا ، کہ ماہ آیندہ یعنی (رمضان) مین نہائینگے ۔ خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا ۔ اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نے بموجب روایت شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے ۔ » (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماہِ عید مین منایا جانا تجویز ہوا ۔ لیکن ابھی مرض قدرے باقی تھا ، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تھین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نہین ہوتا تھا ۔ اسلئے میرزا صاحب نے ۱٤ مارچ سنہ ٦٥ ع کو میر منشی صاحب سے پھر استفسار کیا :

«منشی صاحب ! عجب اتفاق ہے کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاج مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے ، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے ۔ خدا کیواسطے ! تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ہے ، اور صورت کیا ہے ۔ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین ؟ » (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نہین ۔ اسلئے نہین کہا جاسکتا کہ اونھون نے مرض کے متعلق کیا لکھا ۔ لیکن ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦٥ ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تہنیت نامہ ارسال کیا ہے ،

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۳ ۔ قصیدۂ تہنیت ص ٤٦ کے حاشیہ مین مندرج ہے ۔
(۳) ایضاً ، ص ۱۱٤

جو صفحه ٤٤ تا ٤٧ پر درج ہے. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخِ مذکورہ تك میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی.

عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیه استیصال نہین ہوا تھا. کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حمله ہوگیا. یہ حمله اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ہوگئے، اور حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی، تا آنکه یوم جمعه ٢٤ ذیقعدہ سنه ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنه ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رهگرای عالم بقا ہوئے، اور میرزا صاحب کے هان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا.

خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفه

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجه فرمایا. میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ہوجانیکا خطرہ تھا. اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ہوا اور اونھون نے فوراً تہنیت نامه لکھا. سوءِ اتفاق سے یه مکتوب مثل مین موجود نہین. لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنه ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا:

« مشفقا! آنچه مشاهرۂ آن کرمفرما از عهد نوابصاحب و قبله فردوس مکان مقرر است انشاء الله تعالی بدستور جاری مانده، حسب ضابطه بسامی خدمت رسیده خواهد ماند. » (۱)

س سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفه کے متعلق ھی کوئی درخواست کی تھی. یه خواهش معرضِ قبول تك پہنچی، اور ظیفه بدستور جاری رہا. اس سلسله مین میرزا صاحب نے ٣٠ جولائی کو بان داد خان سیاح کو لکھا ہے کہ

« اپریل کا روپیه رئیس حال سے مین نے پایا. » (۲)

(۱) مکاتیب، ص ٤٩، حاشیه نمبر ۱ (۲) اردوی معلی، ص ۱۷

لیکن اس مکتوب سے ۲٤ روز قبل خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا :

« والی رامپور کو خدا سلامت رکھے ۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا ۔ جون ماه گزشته کا روپیه خدا چاہے تو آجائے ۔ آج جمعه ۷ جولائی ہے ۔ معمول یه ہے که دسوین بارہوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے ۔ » (۱)

تہنیت نامه کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدهٔ تہنیت ارسال کیا. یه قصیده بھی مثل مین موجود نہین. لیکن مین نے عودِ ہندی سے عریضه نمبر ٤٤ کے حاشیه مین نقل کردیا ہے. اس قصیده کی پزیرائی موافقِ امید ہوئی، تو میرزا صاحب کو بڑھاپے کی تمام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئے آماده ہونا پڑا.

نواب خلد آشیان کا دعوتنامه

میرزا صاحب نے اپنے ارادهٔ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی اونھون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا. سرکار نے ۱ جون سنه ٦٥ ع کو قصیده کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا :

« در ینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته موجب کمال مسرتہاست ، چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است . او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند . » (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماه توقف کیا. غالباً اسکی وجه یه ہوگی که سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئے دسمبر کا پہلا ہفته مقرر فرمایا تھا. میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئے زیاده مناسب خیال کیا. لیکن سرکار کے جواب مین یه لکھا، که

« حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا . وه آگ برس رہی ہے که طیور کے پر جل رہے ہین . بعد آگ کے پانی برسیگا . سفر خصوصاً بوڑھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر . آفتاب میزان مین آیا ، اور ہنگامهٔ آتش و آب رفع ہوا ، اور مین نے احرام بیت المعمور رامپور باندھا . انشاء الله العلی العظیم . » (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب ، ص ٥۱ ، بقیهٔ حاشیه . (۳) ایضاً ، ص ٥٤

«ہنگامۂ آتش وآب» کے ختم ہوجانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا، اور ماہِ اکتوبر سنہ ٦٥ع مین «احرامِ بیت المعمورِ رامپور» باندھنے کی نوبت آئی۔

سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراه) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشـــیان کی مسـند نشینی کی تہنیت تھی۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ہوے لکھا ہے:

«قبلہ وکعبہ! فقیر پا در رکاب ہے۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونون دنون مین سے ایک دن عازم رامپور ہونگا۔ تقریب وہان جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت۔ دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا۔» (۱)

قاضی عبد الجلیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا:

«پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا۔» (۲)

لیکن اس تعزیت وتہنیت کی تہ مین جو غرض پنہـان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا۔ بھیک مانگنے آیا ہون۔» (۳)

تاریخ روانگی

ابتداء میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایک دن رامپور روانا ہون گے۔ چنانچـہ شاکر کو یہی لـکھا بھی تھا۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سـنہ ٦٥ع کو لکھا:

«میان! تم جانتے ہو کہ مین عازم رامپور تھا۔ اسباب مساعد ہوگئے۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ہونگا۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ہوے۔ فرماتے ہین:

---

۱) اردوی معلی، ص ۲۱٦، و عود، ص ۱٦۰، موخر الذکر مین «عازم رامپور ہونگا» ہے۔
۲) ایضاً، ص ۲۰۸، و ایضاً، ص ۱٦۹ (۳) اردوی معلی، ص ۹۸ (٤) ایضاً، ص ۳۹۵

«هفتی کی دن دو تین گهڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راهی هوا. قصد یه تها که پلکنوی رهون. وهان قافلی کی گنجایش نپائی.» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پہنچکر جو خط لکھا ھے، اوس سے معلوم هوتا ھے که هفتے کو ماهِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تھی. فرماتے هین:

«بدھ کا دن پهر بهر دن چڑھا هوگا که مین فقط پالکی پر مرادآباد پهنچا. ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی هی.» (۲)

حکیم احمد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا ھے، که

«هفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا هوا.» (۳)

رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے ساتھ باقر علیخان، حسین علیخان، کلو، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تھے. میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبھی رتھ اور کبھی گھوڑون پر راسته طے کیا. بقیه چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان همراه تھین. حکیم غلام نجف خان کو محولهٔ بالا خط مین لکھا ھے:

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پهنچا ... دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچهی هین.»

مرزا شهاب‌الدین خان بہادر کے خط مین لکھا ھے:

«دونون گهوڑی کوتل آ گئی، دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی هین.»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے:

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ... دلی کو روانا هوی. دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی. کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس هین.» (٤)

کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تك ٦ منزلین طے کی تھین. حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا ھے:

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیه‌دار روزینه خوار هون. رئیس حال نی مسند نشینی کا جشن کیا.

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔» (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ہین :

«غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا۔ ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راہی ہوا۔ قصد یہ تھا کہ پلکنوی رہون۔ وہان قافلی کی گنجایش نپائی۔ ہاپوڑ کو روانا ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی۔ چار گھڑی دن رہی مین ہاپوڑ کی سرای مین پہنچا۔ دونون بھائیون کو بیٹھی ہوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ہوی پایا۔ گھڑی بھر دن رہی قافلہ آیا۔ ... آج مین نی تمھاری والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجی پانچ کی عمل مین ہاپوڑ سی چلدیا۔ سورج نکلی بابوگندہ کی سرای مین آپہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہون، اور یہ خط لکھرہا ہون۔ دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ہین۔ اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی۔» (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ہاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ہے :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی۔ دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ہین۔ اب آتی جاتی ہین۔ رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائیگی۔ گھبرایا ہوا ہون، تیسرا دن ہی پاخانہ پھری کو۔» (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ہین :

«تم سی رخصت ہوکر اور تمھین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ جا بجا۔ آرام سی رامپور پہنچا۔» (٤)

توشۂ راہ

ہاپوڑ کی سرا ے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے۔ لڑکون نے ارھر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی۔ دوسرے دن کیلئے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا۔

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤٥۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ مرزا شہاب الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ھے:

«مین نے چھٹانك بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے۔ رات ھوگئی تھی۔ شراب پی لی۔ کباب کھائے۔ لڑکون نے ادھر کی کھچڑی پکوائی۔ خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ باری آجتك دونون بھائیون مین موافقت ھے۔ آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ھین۔ اتنی بات زائد ھے کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ھے۔ دونون بھائی ملکر کھا لیتے ھین۔» (۱)

ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ھوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ھوگئی تھی۔ حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ھے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ھوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جاؤنگی۔ گھبرایا ھوا ھون، تیسرا دن ھے پاخانہ پھرے کو۔» (۲)

تاریخ ورود رامپور

آخر کار چھ منزلین طے کرکے میرزا صاحب جمعرات کےدن ۱۲ اکتوبر سنہ ۶۵ ع کو رامپور تشریف لائے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ھے:

«۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تك دھلی جاؤنگا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا، یہی تحریر کیا ھے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا۔ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ھے۔ فرماتے ھین:

«ھفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ھوا۔ بعد قطع منازل ستہ وھان پہنچا۔» (٤)

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳
(۳) ایضاً، ص ۲۰۸، و عود، ص ۱۶۹ (٤) اردوی معلی، ص ۲٤۳

نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی. قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[۱]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا. حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا. اس سلسله مین میرزا صاحب نے اونہین لکھا ہے:

«صبح شنبه ۲۱ اکتوبر سنه ۱۸٦۵ ع. اقبالنشان عضد الدوله حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاه کی دعا پہنچی. تمہاری خط سی معلوم ہوا که تمکو میری کھانی پینی کی طرف سی تشویش ھی. خدا کی قسم! مین یہان خوش اور تندرست ہون. دن کا کھانا ایسی وقت آتا ھی که پہر دن چڑھی تلک میری آدمی بھی روٹی کھا چکتی ھین. شام کا کھانا بھی سویری آتا ھی. کئی طرح کی سالن، پلاؤ، متنجن، پسندی، دونون وقت روٹیان خمیری، چپاتیان، مربی، آچار. مین بھی خوش لڑکی بھی خوش. کالو اچھا ہوگیا ھی. سقا، مشعلچی، خاکروب سرکار سی متعین ھی. حجام اور دھوبی نوکر رکھی لیا ھی.» (۲)

۲٤ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا. اوس سے معلوم ہوتا ہے که اس عرصه مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی. فرماتے ہین:

«آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲٤ اکتوبر کی ھی. کھانی کی اور گھوڑون اور بیلون کی گھاس دانی کی نقدی ہوگئی. لیکن اس مین میرا فائده ھی، نقصان نہین.» (۳)

تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ہنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے. اونھون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا. میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ہین:

«آجتك دو ملاقاتین ہوئی ھین. تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نہین.» (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیاده ہونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲٤ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا:

---

(۱) یه عمارت قلعۂ معلی کی مشرقی دروازه کی باہر واقع تھی. نواب سید محمد حامد علیخان بہادر جنت مکان نی قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منہدم کراکی نئی عمارات تعمیر کرتی وقت لعد ترمیم مناسب قلعه کی اندر داخل کر لیا ھی. آجکل یه عمارت مہمان خانه کا کام دیتی ھی.

(۲) اردوی معلی، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

«اب روداد سنو . نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون ھی . » (۱)

اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی ، جو انکے تعلق ریاست کیلئے خطرناك تھی . یہان آکر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی . میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطرہ کا ذکر کرچکے تھے . اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوے تحریر کیا ھے :

«ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچی . یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ . اور یہ خط پڑھکر سناؤ . اور اونسے یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نے تم سے کہی تھی وہ غلط ھی . اوسکی کچھ اصل نہین ھی . » (۲)

نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسنِ صورت و سیرت کے اسقدر گرویدہ ہوے کہ اونہین بعض شیوہ و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے . اس زمانہ مین سرکار نے بعض عمالانِ ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غلہ کا محصول معاف کردیا تھا . ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا . چنانچہ حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا ھے :

«نوابصاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیہ» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کی برابر بلکہ بعض شیوۂ و روش مین اون سے بہتر ہین . بمجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یکقلم معاف کیا ، علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ ہزار روپیہ بابت مطالبۂ سرکاری بخشدیا . مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا . » (۳)

مرزا تفتہ کو لکھتے ہین :

«نوابصاحب از روی صورت روح مجسم ، اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہین . خزانۂ فیض کے تحویلدار ہین . جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ھی ، اوسکے ملنے مین دیر نہین لگتی . ایك لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا . ایك اھل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا ، اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا . منشی نولکشور صاحب کی عرضی

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً ، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً ، ص ٤٥٢

پیش ہوئی ۔ خلاصہ عرضی کا سنلیا ۔ واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہے ۔ مقدار مجھپر نہین کھلی ۔» (۱)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کھینچتے ہین :

«رئیس کی تصویر کھینچتا ہون ۔ قد ، رنگ ، شکل ، شمائل بعینہ بھائی ضیاءالدین خان ۔ عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور حلیہ متفاوت ۔ حلیم ، خلیق ، باذل ، کریم ، متواضع ، متشرع متورع ، شعر فہم ۔ سینکڑون شعر یاد ۔ نظم کیطرف توجہ نہین ۔ نثر لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین ۔ جلالائی طباطبائی کی طرز برتتے ہین ۔ شگفتہ جبین ایسے کہ اونکو دیکھنے سے غم کوسون بھاگ جائے ۔ فصیح بیان ایسے کہ اونکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب مین آئے ۔ اللہم دام اقبالہ و زاد اجلالہ ! » (۲)

نوابصاحب کی دورہ کو روانگی اور میرزا صاحب کا لطیفہ

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سنہ ٦٥ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینہ کیلئے تشریف لیجانے کا ارادہ فرمایا ۔ مشایعت کیلئے میرزا صاحب بھی ساتھ تھے ۔ سرکار پا برکاب ہوے تو حاضرین نے آداب و کورنش ادا کی ۔ سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا ۔ «خدا کے سپرد» ۔ میرزا صاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا ، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے : «حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے ۔ آپ پھر اُلٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے ہین ۔ » (۳)

جشن جمشیدی

دسمبر کا پہلا ہفتہ جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر ہوا تھا ، اور اس تقریب کیلئے اسدرجہ شاندار تیاریان ہوئی تھین کہ میرزا صاحب نے اسکو «جشنِ جمشیدی» سے تعبیر کیا ہے ۔ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

«نواب صاحب دوری سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے ۔ جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین ۔» (٤)

اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے ہین :

«دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا ۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ہے ۔ بعد جشن کے رخصت ہونگا ۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ہون ۔» (٥)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۸ و ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤١ (۳) یادگار غالب ، ص ٤۲
(٤) اردوی معلی ، ص ۲۳۱ (٥) ایضاً ، ص ۲۲٤

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

« جشن یکم دسمبر سی شروع ۔ ۵ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔ » (۱)

۶ دسمبر سنہ ۶۵ ع کو نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لکھتے ہوے فرماتے ھین :

« یہان جشن کی وہ سامان ھو رھی ھین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رہجاتا ۔ شہر سی دو کوس پر آغاپور نامی ایک بستی ھی ۔ آٹھ دس دن سی وھان خیام برپا تھی ۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کی آئی ، اور خیمون مین اوتری ۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ھوی ۔ سب سرکار رامپور کی مہمان ۔ کل سہ شنبہ ۵ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سی آغاپور تشریف لیگئی ۔ بارہ پر دو بجی گئی ، اور شام کو پانچ بجی خلعت پہنکر آئی ۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سی روپیہ پھینکتا ھوا آتا تھا ۔ دو کوس کی عرصہ مین دو ھزار روپیہ سی کم نہ ایثار ھوا ھوگا ۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ھی ۔ « لپن » شام کا کھانا یہین کھائینگی ۔ روشنی ، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی ۔ طوائف کا وہ ھجوم ، حکام کا وہ مجمع ، کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاھیی ۔ کوئی کہتا ھی کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کی کل جائینگی ۔ کوئی کہتا ھی پرسون ۔ » (۲)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینے رامپور مین قیام کرین گے ۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتے ہوے تحریر کیا تھا :

« دو چار مہینی وھان رھنا ھوگا ۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین ۔ » (۳)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعد رخصت طلب کرین ، اور آخرِ دسمبر تک دلی جا پہنچین ۔ حکیم غلام نجف خان کو ۲٤ اکتوبر کو لکھا ھے :

« دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ھوگا ۔ ھفتہ دو ھفتہ کی مدت اوسکی ھی ۔ بعد جشن کی رخصت ھونگا ۔ خدا چاھی تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ھون ۔ » (٤)

میرزا علائی کو ۶ دسمبر کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۱

(۳) ایضاً ، ص ۲۱۶ ، و عود ، ص ۱۶۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۲۲٤

"و بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا۔ بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا۔" (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے:

"پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا۔ مین کہان اور بریلی کہان۔ ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا۔" (۲)

لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے، اور اب انہین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے، جنکے خوف سے سنہ ۶۰ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا، اور بچون کی ضد پر راہیِ دہلی ہوگئے تھے۔ لہذا میرزا صاحب نے دونون کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا۔ سرکار نے وقتِ رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے:

"آج صبح کو سات بجے باقر علیخان اور حسین علی، ۱۴ مرغ، ۶ بڑی اور آٹھ چھوٹی، (لـ) کو دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے اونکے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس مین۔ نوابصاحب نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔" (۳)

میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا ہے:

"میری چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا۔"

۲۶ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ہین:

"جانا! جانا! ایک خط میرا تمہاری دو خطون کے جواب مین تمکو پہنچا ہوگا۔ ... آج منگل ہے ۷ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی۔ دونون بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانۂ دہلی ہوئے۔ مین بروز یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا۔" (٤)

(۱) اردوی معلی، ص ٤٤٢ (۲) ایضاً، ص ۲۰۸ و عود، ص ۱۶۹
(۳) اردوی معلی، ص ۳۹٤ (٤) ایضاً، ص ۳۹۶

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۲۸ دسمبر سنہ ۶۵ ع کو رامپور سے رخصت ہوے۔

احباب رامپور سے آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کرکے میرزا صاحب قیامگاہ پر تشریف لائے. یہان رامپور کے بعض احباب الوداع کہنے کیلئے پہلے سے جمع تھے. صاحبزادہ سید نجابت علیخان بہادر نے، جو اپنے والد صاحبزادہ سیّد ہدایت علیخان بہادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے، ایکروز میرزا غالب کے تذکرہ مین حقیر عرشی سے بیان کیا، کہ جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے، تو مین اپنے والد کے ہمراہ اونکے قیامگاہ پر موجود تھا. میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا:

«بھئی! ہم نے ابھی یہ شعر کہا ہے:

اب ہے دلی کیطرف کوچ ہمارا غالب ٭ آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے»[1]

رخصتانہ کی رقم

میرزا صاحب نے ۲۸ نومبر کو رامپور سے تفتہ کو لکھا تھا:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا، بھیك مانگنے آیا ہون. روٹی اپنی گرہ سے نہین کھاتا، سرکار سے ملتی ہے. وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت.» (۲)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ۲۱ روز قبل ۷ نومبر سنہ ۶۵ ع کو ایك ہزار روپیہ عطا فرما چکے تھے. تاہم ۲۶ دسمبر سنہ ۶۵ع کو

(۱) مولانا نظامی بدایونی نے شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ ع) کے صفحہ ۲۵٤ پر یہ مقطع اور ایك شعر نقل کرکے حاشیہ مین لکھا ہے: «حضرت نواب سے نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشارہ ہے. یہ اوس غزل کے شعر ہین جو رامپور سے رخصت ہونے وقت لکھی تھی. چونکہ دیوان اوسوقت مرتب ہوکر شایع ہو چکا تھا. اسلئے دیوان مین شامل نہین ہوئی». اس بیان مین مولانا سے تسامح ہوا ہے. کیونکہ ایك عینی شاہد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بہادر مراد ہین. علاوہ ازین چونکہ پہلے سفر مین میرزا صاحب رامپور سے دیوان اردو کی نقل لیگئے تھے، جس سے دیوان طبع ہوا، اسلئے نواب فردوس مکان کے بجائے نواب خلد آشیان کے عہد کی غزل کا اوس مین شامل نہونا قرین قیاس اور مطابق واقعہ ہو سکتا ہے.

(۲) اردوی معلی، ص ۹۸

۲۰۰ روپیہ بوجہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی۔

نواب ضیاءالدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین۔ میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی۔ لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین۔ علائی کے نام رامپور سے ۲۶ دسمبر کو لکھا ہے:

«تو کان گروھہ کہا کر۔ فارسی بھگارا کر۔ مجھسی ھندی کی چندی سن۔ ایك غلیل حضور نی دینی کی ھی۔ ایك علی‌اصغرخان سی مینْھی۔ دونون کل آئینگی۔» (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مدارج رہگئے، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی۔ ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ہین:

«میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی۔ رامپور پہنچکر وہ بہ سعی و تلاش ھات آگئی۔ بنوا رکھی۔ لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاءالدین خان کیواسطی ھی۔ اب چلنی سی ایك ھفتہ پہلے تمنی غلیل مانگی۔ بھائی! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تك مول کو نہین ملی۔ نواب صاحب سی مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔ ایك امیر کی ھان پتا لگا۔ دوڑا ھوا گیا۔ کھپچی موجود پائی۔ لیکن کیسا کھپچی؟ جیسی نجف خان کی عہد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی۔ بنوانی کی فرصت کہان؟ آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرنا، اور اسکو اچھی طرح بنوا لینا۔» (۲)

سفر کی مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دریایِ رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھا۔ میرزا صاحب کی پالکی کے پار ہوتے ھی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا۔ اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے، اور میرزا صاحب یکہ وتنہا صرف ایك کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ہوے۔

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (۲) ایضاً، ص ٤١٥۔ نسخہ مین «کرتا» اور «بنوا لیتا» ھی۔

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفوں کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے۔ پانچ دن صدرالصدور مرادآباد کے ہاں قیام کیا، اور جب قدرے روبصحت ہوئے تو دلی کا عزم کیا۔ دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ہین:

«بعد تسلیم معروض ہی۔ مراد آباد پہنچا، بعد پالکی کی اوتر آنیکی پل کا ٹوٹ جانا، گاڑی اسباب یہانتلك کہ رخت خواب کا مع آدمیوں کی اوسی زمہریر کی میدان مین رہنا، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا، خیر جو اوپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹھہرا۔ بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رہا۔ یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی۔

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ہجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستۂ ورنجور اوٹھا۔ صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی بھیجی ہوی دو فرشتی آئی۔ اوٹھا کر سعیدالدین خانصاحب کی ہان لیگئی۔ صاحبزادہ صاحب نی وہ تعظیم و تکریم، اور سعیدالدین خانصاحب نی وہ تکریم و تعظیم کی، کہ میری ارزش سی زیادہ تھی۔ ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی، اور مجھی اپنی گھر لیگئی۔ پانچ دن وہان رہا۔ بھائی نواب مصطفی خان بہادر وہین مجھسی آکر ملی۔ دوسری دن وہ رہگرای دار السرور رامپور اور مین جادہ‌نورد ستم‌آباد دہلی ہوا۔» (۱)

سرکار کی ہمدردی

یہ عریضہ ۱۰ جنوری سنہ ٦٦ع کو تحریر کیا تھا۔ لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا:

«زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت ہوا کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ہوگئی ہی۔ باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا ہوا۔ اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہو کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی۔ اور اگر ہنوز طبیعت مائل باعتدال نہو، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ہو، تو آپ رامپور مین تشریف لائی۔ یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا۔» (۲)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۱ جنوری کو لکھا:

«اس سفر کا حال کیا عرض کرون۔ دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانہ گیا۔ اختلافات آب و ہوا و تفرقۂ اوقات غذا کو ہرگز نہ مانا، اور رنج راہ کو ہرگز خیال مین نہ لایا۔ وقت معاودت اندوہ فراق نی وہ فشار دیا، کہ جوہر روح گداز پاکر ہر بن مو

(۱) مکاتیب، ص ٦٥ (۲) ایضاً، ص ٦٨، حاشیہ نمبر ۲

سی ٹپک گیا. اگر آپکو اقبال کی تایید نہوتی، تو دلی تک میرا زندہ پہنچنا محال تھا. جاڑا، مینہ، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقہ‌های متواتر، منزلہای نامانوس، ہاپوڑ تک آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز ہوای زمہریر کا جانگزا رہنا. باری ہاپوڑ سی چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دھوپ کھاتا ہوا دلی پہنچا. ایک ہفتہ کوفتۂ و رنجور رہا. اب ویسا پیرو ناتوان ہون جیساکہ اس سفر سی پہلی تھا. خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون!» (۱)

میرزا صاحب لٹگئے

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے. مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے ہین :

«رامپور کی سفر مین تاب و طاقت، حسن فکر، لطف طبیعت، یہ سب اسباب اٹھگیا.» (۲)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ ہوگئی. ۱۲ مئی سنہ ٦٦ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے ہین :

«تمکو میری خبر بھی ہو. آگی ناتوان تھا. اب نیمجان ہون. آگی بہرا تھا. اب اندھا ہوا چاہتا ہون. رامپور کی سفر کا رہ آورد ہو رعشہ و ضعف بصر. جہان چار سطرین لکھین، انگلیان ٹیڑھی ہوگئین. حرف سوجھنی سی رہگئی.» (۳)

وقت و تاریخ ورود دہلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے ہوے میرزا صاحب ۸ جنوری سنہ ۱۸٦٦ع کو دوشنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے. مرزا تفتہ کو ورود کی اطلاع دیتے ہوے تحریر کرتے ہین :

«لو صاحب! کھچڑی کھائی دن بہلائی. کپڑی پھاڑی گھر کو آئی. ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کی دن غضب الہی کیطرح اپنی گھر پر نازل ہوا. تمھارا خط مضامین دردناک سی بھرا ہوا رامپور مین مین نی پایا. جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی. بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار ہوگیا. پانچ دن صدر الصدور صاحب کی ہان پڑا رہا. اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی.» (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا ہے :

---

(۱) مکاتیب، ص ٦۸ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۱ (۳) ایضاً، ص ۳۷ (٤) ایضاً، ص ۱۰۸

«هشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ مین بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون۔» (۱)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بندۂ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہے، کہ پرسون غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا ہون۔

باید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادۂ راہ وطن» (۲)

مولوی عبدالرزاق شاکر کو لکھا ہے:

قبلہ! یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا ماندہ خستہ و رنجور، ہنوز افاقت کلی نہین پائی۔» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہین:

«دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶٦ در غمکدہ پر پہنچا۔ حضور کی اقبال کی تایید تھی، ورنہ مین اور جیتا دلی پہنچتا۔» (٤)

دلی سے باہر رہنے کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنہ ٦۵ ع کو دلی سے روانا ہوے اور ۸ جنوری سنہ ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے۔ اس حساب سے انکی دلی سے باہر رہنے کی کل مدت تین ماہ ہے۔

ارسال ہدایا

میرزا صاحب اور دربارِ رامپور کے درمیان حسبِ ضابطۂ مودت و خلوص تحفے اور هدیات کی آمد و شد کا سلسلہ بھی پایا جاتا ہے۔ سرکاری تحفون مین رامپور کے آم ہوتے تھے، جو طبعاً مرغوب ہونے کیوجہ سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نہ معلوم ہوتے ہونگے۔ ۱۷ جون سنہ ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا ہے:

«رامپور سے نوابصاحب اپنے باغ کے آمون مین سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہین۔» (۵)

جولائی سنہ ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے۔ میرزا صاحب

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ۱٦۲

(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (۵) اردوی معلی، ص ۲۹

۵ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے هین :

« نوازشنامه اور اوسکی ساتھ دو بهنگیان دو سو آمون کی پهنچین .

« شکر نعمتهای تو چندان که نعمتهای تو » . » (۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے . ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے ، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنه ٦١ع مطابق ۲۲ ذیقعده سنه ۷۷ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا . که دمریزی رنگترے موصول ہوے . شکریه قبول فرمائیے .

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی هوجاتی تھی . سنه ٦٤ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی . میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر « رنگین و سنگین و بےگره یا کم گره قطعاتِ چوب چینی » مہیا کرکے سرکاری کہار کے ہاتھ روانا کیئے ، اور از راهِ معذرت لکھا :

« دلی اب شہر نہین . چھاؤنی ہے . کنپ هی . نه قلعه نه شہر کی امرا ، نه اطراف شہر کی روسا . » (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایك بانس کی غلیل مانگی تھی . سرکار نے حکم دیا که توشه خانۂ خاص سے عطا کردیجائے . میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنه ۸۲ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ع کو علائی کے خط مین لکھتے هین :

« مجھ سی هندی کی چندی سن . ایك غلیل حضور نے دینی کی هی . » (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲۵ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنه ٦٦ع کو لکھا ہے :

« اب چلنی سی ایك هفته پهلی تم نے غلیل مانگی . بھائی کیا بتاؤن ، که کتنی جستجو کی . کہین بہم نه پہنچی . دس روپیه تك مول کو نه ملی . نوابصاحب سی مانگی . توشه خانه مین بھی نه تھی . » (٤)

۱۱ جولائی سنه ٦١ع مطابق غرۂ محرم سنه ۷۸ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

(۱) مکاتیب ، ص ۳۹ (۲) ایضاً ، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی ، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً ، ص ٤۱۵

« در بارہ ترسیل انبہہای کے ، کہ زیب ترقیم فرمایا ہو ، حال یہ ہو کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رہی . اور علاوہ اسکی عجب کیفیت اون مین پیدا ہوئی کہ قابل رکھنی دو چار دن کی نہ تھی . یعنی در صورت رکھنی کی خراب اور بوسیدہ ہو جاتی تھی . اس سبب سی بھیجنا انبہہای کا متصور نہوا . ظہورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیے . »

دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ہر وقت تیار رھتے . ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱٤ اگست سنہ ٦٤ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

« درینولا شب سہای ساہو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین . آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین . یہ متوسل اس سرکار کی ھین . »

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا .

جولائی سنہ ٦٧ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج باز کو رامپور روانا کردیجیے . میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیگر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا :

« بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کے فاضل شطرنج باز کو خرچ دیگر روانہ کیا . » (۱)

سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا . چنانچہ القاب ، آداب اور خاتمہ ، ہرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا ، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ھوتا ھے :

« نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی . بعد اشتیاق مواصلت موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشہود ضمیر مودت تخمیر کی ھو .... زیادہ جمعیت و نشاط ھو . »

اثنای مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو « سامی صحیفۂ لطف آگین » یا « نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون » یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے . اسیطرح ہرجگہ لفظ « مشفقا » سے

(۱) مکاتیب ، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا ھے . ان رواسم و آداب سے اندازہ ھوسکتا ھے، کہ سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی .

میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمہ بھی اس پر شاھد ھین کہ اس رشتہ کی بنا احسان وعنایت سے زیادہ محبت و خلوص پر تھی . چنانچہ میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا ھے، اور «بعدِ تسلیم معروض ھے» سے اظہار مطلب شروع کرکے «زیادہ حدِّ ادب» پر عریضہ کو ختم کردیا ھے . خاتمہ مین صرف دو دعائیہ شعر پائے جاتے ھین، جن مین سے کبھی ایک کبھی دوسرا خط کی زینت بڑھاتا رہتا تھا . یہ بھی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا ھے .

میرزا صاحب کے رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایک ایسے بزرگ کا ذکر آیا ھے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تھے . یہ صاحبزادہ سید عباس علیخان بہادر ابن نواب سید عبد العلیخان بہادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بھائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی مامون تھے . بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تھے . میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۶۷ع کو لکھا ھے :

«مین اب محض نکما ھوگیا . خدا جھوٹ نہ بلوائے . پچاس جگہ سی اشعار واسطی اصلاح کی آئی ھوی بکس مین دھری ھین . ازانجملہ تین صاحبون کی نام تمکو لکھتا ھون . سر ابراھیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کی حقیقی مامون .» (۱)

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳

انشای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافتہ طبقہ فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا، اور دیسی زبان کا پایہ اپنے مرتبہ سے فروتر جانتا تھا۔ عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلدادہ رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ انکی فارسی خط و کتابت کی جگہ اردو نے حاصل کرنی شروع کردی، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعہ ہوگئی۔

اردو انشا کا آغاز اور خواجہ حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین۔ البتہ خواجہ حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین:

«معلوم ہوتا ہی کہ مرزا سنہ ۱۸۵۰ ع تك ہمیشہ فارسی مین خط کتابت کرتی تھی۔ مگر سنہ مذکور مین، جبکہ وہ تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی، اور ہمہ تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی۔ وہ فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط، جن مین قوت متخیلہ کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی، نہایت کاوش سی لکھتی تھی۔ پس جب انکی ہمت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی کہ اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وہ بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی۔ اسلئی قیاس چاہتا ہی کہ انہون نی غالباً سنہ ۵۰ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئی ہین۔» (۱)

مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجہ صاحب کی رائے سے اختلاف ہے۔ اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنہ ۱۸۵۰ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی۔ لیکن وہ اسلئے ضایع ہوگئی کہ اوسوقت کے اہل علم اردو کو اہمیت نہین دیتے تھے۔ مولانا کے وجوہِ اختلاف حسب ذیل ہین:

---

(۱) یادگار غالب، ص ۱۷٤

« . . . اول مہر نیمروز کوئی بڑی کتاب نہین جسکی ترتیب مین غالب کے اوقات کا بیشتر حصہ صرف ہوتا ہوگا ۔ یہ کتاب انہون نے کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی ، موجودہ مطبوعہ صورت مین اسکے ۱۱۸ صفحے ہین ۔ اس سے ظاہر ہے کہ باعتبار اوسط وہ سال بھر مین زیادہ سے زیادہ پچیس صفحات لکھتے رہے ، اور یہ غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئے کوئی بہت بڑا کام نہین ہے ، جسکی تکمیل کی خاطر انہین فارسی خط و کتابت ترک کرنی پڑی ہو ۔

دوسرے خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیدہ اور الجھا ہوا نہ تھا ۔ بلکہ جوکچھ لکھتے تھے عموما بلا تکلف لکھتے تھے ۔ اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بھی تکلفات سے آزادگی ہر مقام پر ظاہر ہے ۔ انہون نے « پنج آہنگ » کے آغاز مین نثر نگاری کے جو خصایص بیان کئے ہین ان سے ظاہر ہے کہ وہ ابتدا ہی سے صحیح راستہ پر گامزن تھے ۔ اور یہ نہین کہا جاسکتا کہ ہر فارسی خط کے لفظ لفظ پر گھنٹون مصروف فکر رہتے تھے ۔

تیسرے انکے فارسی مکاتیب مین ایك خط منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام ہے ، جس مین مرکیائے لنگی کی فرمایش کی ہے ، اس خط کے آخر مین مطبوعہ « پنج آہنگ » مین یکم دسمبر سنہ ۱۸٤۸ع مطابق چہارم محرم سنہ ۱۲۵۱ھ ثبت ہے ۔ ہجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نہین ہوتی ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم از کم ایك تاریخ ضرور غلط ہے ۔ اگر تاریخ ہجری کو سنہ ۱۲۵۱ھ کے بجائے سنہ ۱۲٦۱ھ رکھا جائے تو عیسوی تاریخ سنہ ۱۸٤۵ع ہونی چاہئے ۔ میرا خیال ہے کہ یہی صحیح ہے ۔ ان کے اردوی معلی کے ایك خط مین بھی منشی جواہر سنگھ سے لنگی کا تقاضا موجود ہے ۔ وہ فرماتے ہین : « کیون صاحب وہ ہماری لنگی ابتك کیون نہین آئی ۔ بہت دن ہوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتے بھیجونگا » ۔ یہ دونون خط لازماً ایك دوسرے سے قریب کے زمانے مین لکھے گئے ہونگے ۔ میرا خیال یہی ہے کہ غالب سنہ ۱۸۵۰ع سے قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکے تھے ۔ لیکن چونکہ اس زمانے مین اردو نثر کو اہل علم زیادہ بلند پایہ نہین دیتے تھے ۔ اسلئے وہ خط محفوظ نرہ سکے ۔ لیکن جیسے جیسے اردو کا رواج بڑھتا گیا اور فارسی کا رواج کم ہوتا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کے بجائے اردو مین زیادہ ہوتی گئی ۔ » (۱)

وجوہ مین کلام

میری ناقص رائے مین مولانا مہر کے وجوہِ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود ہے۔ اونکی پہلی دلیل کے متعلق یہ عرض ہے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تك جس قسم کی فارسی زبان ایران و ہندوستان مین مروج تھی، اوسکی بہترین مثالین ابو الفضل، ظہوری، جلالای طباطبائی، میرزا طاہر وحید وغیرہ اہلِ قلم کی تصنیفات ہین ۔ یہ سب بزرگ اپنے کلام کی زینت و شکوہ

(۱) غالب مصنفہٗ مہر ، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے۔ ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ہر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ھی ھوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ھوگیا تھا۔ اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین۔ چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ھے کہ اظہارِ مطالب مین ہر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہائے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ھے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ھی انداز مین لکھا ھے۔

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپچ والی طبیعت عطا کی تھی۔ وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاھتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین۔ اونکی اس فطری اُپچ اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ ادایِ مطالب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ھوگئی۔

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاھراہ سے ھٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونھین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ھونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ھین۔ اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ھے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ھے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ھوگی۔ خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابله مین لکھی جا رهی تهی اور انهین ایك مسلم الثبوت اســتاد سے بازی لیجانا منظور تها۔

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بهی هوتی هے۔ انهون نے «مہرِ نیمروز» کے دیباچه مین لکھا هے که مین نے اپنی عمر کا گزشته حصه باده خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تها۔ اگر کبهی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق هوا تو نثر کو نظم هی کے مستانه انداز مین لکھا۔ بنا برین سلاطینِ تیموریه کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی هے اس ابتلا و پریشانی کے زمانه مین، که دل افسرده اور تن خسته هے اور یه حال هے که

«نگارش اگر همه یك صفحه بیش نبود، پیش ازانکه انجام گزیند و بهم پیچیدن ورق را هنگام آید انامل بهم پیچد، و کالك از بنان فرود افتد.» (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نہین۔ لهذا یه کسطرح مناسب هوگا که روزگار یه فیصله کرلے که

«در فسانه سرائی آوازهٔ ساز مرا اندازه و اندازهٔ انداز مرا آزمودن برگیرد.» (۱)

بهر حال مین

«از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم، که بپرداختن این نمط، که خود را چون سایه با زمین هموار ساخته ام تا پرداخته ام، و به انگیختن این نقش که چشم و دل و نگاه و نفس باهم آمیخته ام، تا انگیخته ام، دست از کارهای دگر کوتاه است و دل از اندیشه‌های دگر بر کنار.» (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد که «مین نے اس روش کے نباهنے مین اپنے آپکو سایه کیطرح زمین پر بچھا دیا تها، اور اس نقش کی درستگی مین چشم و دل و نگاه و نفس سب کو لگادیا تها، تب اسکے سرانجام سے عهده برآ هوا هون» اس خیال کی گنجایش باقی نہین رهتی که «یه غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بهت بڑا کام نہین هے۔»

اب یه مسئله باقی رهجاتا هے که کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷٤

حساب سے «مہرِ نیمروز» کی تالیف پر صرف کئے. واقعات اسکے خلاف ہین. «پنج آہنگ» مین منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام ایك خط درج ہے جو ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو لکھا گیا تھا. اس مین میرزا صاحب نے «مہرِ نیمروز» کے مسودہ کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیہ بدست ہیرا سنگھ روان داشتہ ایم و ہنوز از رسیدنش نشان نیافتہ ایم. اگر رسیدہ است بنویسند. ورنہ از ہیرا سنگھ باز پرس کنند.» (۱)

اس خط سے واضح ہے کہ میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۵۰ع مین «مہرِ نیمروز» شروع کرکے ۱۱ جون سنہ ۵۲ع سے قبل تمام کرلی تھی. اسکے بعد کا زمانہ، جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد ہے، نظرِ ثانی مین گزرا، اور جب میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاہ کے حضور مین اوسے پیش کیا. اس صورت مین ۲۵ صفحہ فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی سال یا ۵ صفحے فی ماہ ہوتے ہین، جو اور زیادہ ہو جائینگے، اگر صحیح علم ہوجائے کہ میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنہ ۵۲ع سے کتنا عرصہ پہلے کتاب ختم کردی تھی.

مولانا کی دوسری وجہ کے بارے مین یہ گزارش ہے کہ «پنج آہنگ» کے دیباچہ مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدای احتجاج بلند کی ہے، وہ انشای خلیفہ، انشای مادھورام، اور انشای ہرکرن جیسی ہندیانہ کتابون سے ملك مین رواج پزیر ہوکر اسدرجہ مقبولِ خاص و عام خیال کیجانے لگی تھی، کہ اوسکے خلاف قدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناہ تسلیم کیا جاتا تھا. میرزا صاحب اسکے طبعی مخالف تھے اسلئے اونھون نے «پنج آہنگ» کے دیباچہ مین، جو دراصل مبتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی، یہ مشورہ دینا مناسب خیال کیا کہ

«این پارسی آمیختہ بتازی را در کشاکش تصرفات ہندی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد.

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰. مسٹر محمد اکرام نے غالب نامہ، ص ۱۱۴ مین اس خط کو مولوی رجب علیخان کے نام لکھدیا ہے. حالانکہ مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کے آخر مین آیا ہے.

و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید . و پیوسته در آن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد . » (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ھے. کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ھے، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہو جائین، انسان سہولت کیساتھ مطلب تک نہین پہنچ سکتا. اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

« مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس که در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرموده باشند . » (۲)

علاوه ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ہین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبھ سکی. چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ہین :

« بندہ نواز ! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروک ھے . پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوھی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رھی . حرارت غریزی کو زوال ھے اور یہ حال ھے ،

مضمحل ہوگئے قوی غالب * وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ھی کی تخصیص نہین . سب دوستون کو جن سے کتابت رھتی ھے اردو ھی مین نیازنامے لکھا کرتا ہون . جن جن صاحبون کی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے ، اون مین سے جو صاحب الی الآن ذیحیات و موجود ہین اون سے بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ھے . ... پس امیدوار ہون کہ آپ انھین نذور محقره یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے رہین . » (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترک کرنے کی وجہ یہ قرار دی ھے کہ

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۵ (۲) مکاتیب غالب، ص ٤ ، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۲۱۵ و عود ھندی ، ص ۱٥٦

« پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سی محنت پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رهی ۰ »

اسکے بعد شاکر صاحب کو یہ بھی اطمینان دلایا ھے کہ جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط وکتابت رہا کرتی تھی اونہین بھی اب اردو ھی مین خط لکھا کرتا ھون . اس صورت مین مولانا حالی کا یہ خیال کہ « مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانہ مین اردو مراسلت شروع کی » بعید از وقوع نہین معلوم ھوتا . اسلئے کہ جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجہ جگر کاوی سے کام لیا کرتے تھے کہ ایامِ پیری مین ، جبکہ اونکی مشقِ پارسی نگاری پختہ ھو چکی تھی ، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آمادہ نہین تھے ، تو « مہرِ نیمروز » کی تالیف کے زمانہ مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے .

مولانا مہر کی تیسری وجہ مین صرف اسقدر کلام ھے کہ میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواهرسنگھ مین سے ایك خط یقینی سنہ ۵۰ ع سے بعد کا ھے . دوسرا بھی ، جس مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ بادشاہ کی علالت کیوجہ سے قصیدۂ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نہ ملا ، سنہ ۵۰ ع کے بعد کا معلوم ھوتا ھے . اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے بادشاہ کی بیماری کے سلسلہ مین لکھا ھے :

« تا دیگر چہ رو نماید ، و بر من ، کہ در سایۂ دیوارش غنودہ ام ، چہ رود . » (۱)

ظاہر ھے کہ یہ الفاظ اوسی وقت زیادہ بھلے نظر آتے ھین جب میرزا صاحب کے قلعہ سے تعلقات صرف دوستانہ نہون ، ملازمت کا سلسلہ بھی قائم ھو چکا ھو .

اب تیسرا خط رهتا ھے . مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخہای عیسوی و ھجری دونون غلط ھین . صحیح تاریخ یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۵ ع مطابق ۴ محرم سنہ ۱۲۶۱ ھ ھونی چاهیے . میری ناقص رای مین مولانا کا یہ خیال درست ھے کہ ھجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین . مگر یہ نادرست ھے کہ دونون سنہ غلط ھین . اسلئے کہ میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین. کتاب تشریح السنین سے معلوم ھوتا ھے کہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۴۵ ع کو یکم محرم سنہ ۱۲۶۲ ھ تھے. اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ۴۵ ع کو یکم محرم سنہ ۶۱ ھ نہین ھوسکتے. اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ۴ محرم سنہ ۱۲۶۵ ھ یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۸ ع کے مطابق تھی. لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا. اور ھجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے. صرف ھجری سنہ کو غلط تسلیم کر لینگے. یعنی سنہ ۵۱ ھ کے بجای ۶۵ ھ صحیح سنہ ھوگا.

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے، دسمبر سنہ ۴۸ ع کا مکتوبہ تھا، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ «بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا»[1] تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ۵۰ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا. اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایك سال کا فصل ھے. اور فقرهٔ «بہت دن ھوئے» ایك یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے.

میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین؛ لیکن «پنج آھنگ» کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترك کرکے صرف اردو مین خط و کتابت کرنیکی تاریخ خود اونھین نے بیان کی ھے. فرماتے ھین:

«یزدان داند، و مدعیان دانش را توفیق دانستن دھد تا دانند، کہ خامۂ غالب سیہ نامہ مسلك دشوار گزار پارسی آمیختہ بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیمودہ است. درین شصت وھشت سالہ زندگی کہ جزو در بازی وکل در سخن طرازی گزشت وبسا گزین روشھا در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم کہ ... دیگر در خامہ فرسائی انداز خود نمائی فرو ھلم ... پنجاہ سال نی بی برگ را

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۶
ع — مکاتیب غالب

به هنجار اورامه سرایان پارس به نوا داشته ام . اکنون آن روش فروگزاشته ام . سپس ما فی الضمیر را ، که بر یاران نزدیك و دور عرضه باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد . » (۱)

یه خاتمـه سنه ۱۲۸۰ ھ (۱۸٦۳ ع) مین لـکھا گیا تھا ، جبکه میرزا صاحب کی عمر ٦۸ سال کی تھی . اس ٦۸ ساله زندگی مین سے ۱٦ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ۵۰ سال فارسی نظم و نثر لـکھتے رھے تھے . لیکن سـنه ۱۲۸۰ھ (۱۸٦۳ع) سے دو سال قبل سنه ۷۸ ھ (٦۱ ع) مین یه عزم کیا تھا که اب فارسیِ آمیخته و نا آمیخته بتازی کو ترك کر کے ساده اردو مین اظهـارِ مطالب کرینگے . کیونکه فارسی کیلئیے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبـۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم هوچکے تھے . اردویِ معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی هوتی هے ، که میرزا صاحب نے سـنه ۷۸ ھ (٦۱ ع) سے قبل هی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا . قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لـکھتے هین :

« فارسی کیا لکھون ؟ یہان ترکی تمام هی . اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر . هزار آدمی کا ماتمدار هون . آپ غمزده اور آپ غمگسار هون . اس سی قطع نظر که تباه اور خراب هون مرنا سر پر کھڑا هی . پا برکاب هون . » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکره کیـا هے ، جس سے ثابت هوتا هے که اسکی تاریخ کتـابت سنه ۷۷ ھ (٦۰ ع) سے قبل هے .

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸٦۱ ع) کو تحریر کرتے هین :

« از دیر باز به نظم و نثر نمی گرایم . نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش . نامه در پارسی نوشتن نیز آئین نمانده . هرچه نوشته می شود یکدست در اردوست . اینك ... مولانا عباس ... از بهوپال فرمان فرستاد که غالب .... نامه در پارسی زبان نویسد . یا رب !

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵٤

(۲) عود هندی ، ص ۱٦۵

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامه چه نویسم؟ باری نه از توانائی بنان بلکه از اثر روائی آن فرمان جنبش خامه لفظی چند که بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت۔» (۱)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج وغم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ھے۔ یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ھین۔ اب اگر ھم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ھوگا کہ میرزا صاحب ایک ایسے دشوار گزار مسلکِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا۔ سنہ ۱۸۵۰ع (۱۲۶۶ھ) تک یہ دونون اسباب میسر رھے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامہ فرسائی کرتے رھے۔ لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ھوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا۔ سنہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین ذوق کا انتقال ھوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یہ فرصت سے بالکل محروم ھوگئے، جسکے سبب مسلکِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔(۲) سنہ ۵۷ع کے بعد ھجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمہ کردیا۔ نیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفتہ رفتہ امراض مستولی ھوتے گئے۔ اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکہ سنہ ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا کہ آیندہ فارسی مین نظم و نثر کچھ نہ لکھین گے۔ لیکن اس عہد کی عملی تکمیل سنہ ۱۸۶۵ع مین ھوئی۔

---

(۱) انشای نورچشم، ص ۵۱

(۲) میرزا صاحب نے سنہ ۵۷ع سے پہلے سید غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ھے۔ فرماتے ھین: «رھا جواب کا لکھنا۔ کاش آپ یہان ھوتے اور میرا حال دیکھتے۔ ھر روز صبح کو قلعہ جانا اور دوپہر کو آنا۔ بعد کھانا کھانے کے حضرت کے مسودون کا درست کرنا۔ احباب کے خط لکھنے کی فرصت بہت کم ھاتھ آتی ھے» (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ضمیمۂ سر خوش)۔ یہ اردو خطوط کے جوابات کے متعلق معذرت ھے۔ ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنے کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ھوسکتا ھے۔

چنانچہ آج ہمارے پاس سنۂ مذکورہ کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم ہین .

مجہر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عہد کے ممتاز فارسی ادیب تھے ، اور اکثر اربابِ علم و فضل کیطرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تھے . جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی ہمسری کا دعوی کیا ، تو انھین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّہ تازون سے کہدینا پڑا :

« فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعهٔ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، و از راست سرنتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست » (۱)

میرزا صاحب کا یہ خیال نظمِ اردو ہی تك محدود نہ تھا . وہ نثرِ اردو کو بھی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تھے . چنانچہ منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی ، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکھا :

« مگر بھائی تم غور کرو ، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا ، اور اوس عبارت مین معانی نازك کیونکر بھرونگا . » (۲)

انھین کو دوبارہ لکھا ہے :

« جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہین . مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاہر کرسکتا ہون . اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کہان ہے . بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اورون کی اردو کی فصیح ہوگا . » (۳)

سہ بارہ پھر انھین کو لکھا ہے :

« میان ! اردو کیا لکھون . میرا یہ منصب ہے کہ مجہر اردو کی فرمایش ہو . » (٤)

نظم و نثر سہل ممتنع ہے

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یہ ضرور جانتے تھے کہ اونکا کلام ، نظم ہو یا نثر ، حسن وخوبی کے اوس درجہ پر پہنچ چکا ہے ، جیسے علمای

(۱) کلیات نظم فارسی ، ص ۱۳ (۲) اردوی معلی ، ص ۳٦۳
(۳) ایضاً ، ص ۳٦٦ (٤) ایضاً ، ص ۳٦۷

بلاغت « سہلِ ممتنع » کہتے ہین ۔ چنانچہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایک خط کے جواب مین لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتے ہین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اوسکا جواب نہوسکے ۔ بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے ، اور بلاغت کی نہایت ہے ۔ ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ہے ۔ شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہین ۔ اور رشید وطواط وغیرہ شعرائے سلف نظم مین اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ہین ۔ خود ستائی ہوتی ہے ۔ سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا ۔ » (۱)

[جہانتک میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاہر اسقدر سہل معلوم ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے مین بھی ایسا لکھ سکتا ہون ؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ہے تو ایک جملہ بھی نہین لکھ سکتا] اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ہے ، جس تک رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیادہ بخششِ معنوی کی ضرورت ہے ۔

برتری کا پہلا سبب ۔ استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ہین ، جن مین سب سے اہم یہ ہے کہ میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماہر تھے ۔ اونھون نے زبانِ فارسی کے وہ تمام محاسن ، جو کئی ہزار نادرہ کار دماغون کی گیارہ سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن مین بھر دئے ۔ اگر وہ فارسی کے بلند پایہ ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے ۔ اور نہ یہ ممکن تھا کہ اس زمانہ مین ، جبکہ تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانہ نیا میدان تلاش کیا جا رہا ہے ، اور تقریباً ہر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ہے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا ۔ یہ در اصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ہے ۔ اسی

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ھے، جو اوسوقت تك ممات سے مبدل نہین ھوسکتی جبتك اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافته نهو جائے.

دوسرا سبب. خطوط سو تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یه ھے که اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی. وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیه کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے. قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونھین خاطر خواہ کامیابی بھی ھوئی. لیکن غدر سنه ۵۷ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایك مشغله پر انحصار کرنا پڑا. یه دور اھلِ ھندکیلئے عموماً اور دھلیکیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیه اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا، اور میرزا صاحب ھندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکه و تنہا محسوس کرنے لگے تھے. اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایك ترکیب باقی تھی که جو دو چار دوست آشنا رهگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسله جاری رکھا جائے. اسطرح اپنا غم اونھین سنانے اور اونکا فسانه خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ھوجایا کریگا. چنانچه میرزا صاحب نے یہی کیا. اور یہی میر مہدی مجروح، میرزا تفته، خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا. ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب، اور جسکا نه آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رھتے. اس زمانے مین ایکبار ھرگوپال تفته نے کوتاہ قلمی سے کام لیا، اور ایك ماہ تك کوئی نیازنامه نه بھیجا، تو میرزا صاحب نے ۱۹ جون سنه ۵۸ع کو پر حسرت انداز مین لکھا:

«کیون صاحب؟ مجھ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا. انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا. کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون. اب یارون مین ایك شیو جی رام برہمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین. اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی. اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین. وہ آمد خطوط کی موقوف. صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع. اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ. ہان ایك تم کہ ہر مہینی مین ایك دو بار مہربانی کرتی ہو. سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایك خط مجکو لکھنا. اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکھی اور ہر مہینی مین ایکبار بھیجدی.» (۱)

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ع کو مزاحاً تحریر کیا:

«کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاك نشینون کو خط نہ لکھین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاك مین نہ جاوی.» (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ع کو لجاجت سے لکھا:

«کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی. اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو. مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون. یعنی جسکا خط آیا. مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا. خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون. بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاك کا ہرکارہ خط لاتا ہی. ایك دو صبح کو اور ایك دو شام کو. ——— میری دلگی ہو جاتی ہی ——— دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی. یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمہارا خط نہین آیا. یعنی تم نہین آئی. خط لکھو صاحب. نہ لکھنی کی وجہ لکھو. آدہ آنی مین بخل نکرو. ایسا ہی ہو تو بیرنگ بھیجو.» (۳)

لفافی بنا کر دل بہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے. چنانچه اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخهٔ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ع مین لکھتے هین :

«الله! الله! یه دن بھی یاد رهین گے. خط سے خط لکھے گئے هین. مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتی هین. اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا.» (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نہین خرید سکتے. یه سوچکر اونھون نے کچھ لفافے بھیجے، اور بذریعهٔ تحریر ارسال کی اطلاع دی. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

«لفافون کی خبر پہنچی. آپ نے کیون تکلیف کی؟ لفافے بنانا دل کا بہلانا هے. بیکار آدمی کیا کرے. بہر حال جب لفافے پہنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے. هرچه از دوست میرسد نیکوست.» (۲)

تیسرا سبب. خط نہین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تھا. وه جب کسی دوست کو خط لکھتے، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا. اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تھین، اسلئےانکی تحریر مین بھی وهی دلچسپی نظر آتی تھی، جو تقریر مین تھی. در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بھی تھے. انھین دور افتاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تھین. اگر یه پریشانیان قدیم اندازِ تحریر کے لباس مین جلوه گر هوتین، تو مکتوب الیهم بہت جلد اوکتا جاتے، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا. لہذا انھون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی، جسکے سبب سے احباب ان کے خطون کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلهٔ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے.

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً، ص ۳٤۹

چونکہ میرزا صاحب نے یہ طریقہ جان بوجھکر اختیار کیا تھا ، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آگیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ھے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایك خط مین فرماتے ھین :

« مرزا صاحب ! مین نی وہ انداز تحریر ایجاد کیا ھی کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ھو ۔ ھزار کوس سی بزبان قلم باتین کیا کرو ، ہجر مین وصال کی مزی لیا کرو ۔ » (۱)

میرزا تفتہ کو لکھا ھے :

« بھائی ! مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاھی کو ھی ، مکالمہ ھی ۔ » (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ھے :

« بھائی ! مجکو اس مصیبت مین کیا ھنسی آتی ھی ، کہ یہ ھم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلت گویا مکالمت ھوگئی ھی ۔ روز باتین کرتی ھین ۔ اللہ ! اللہ ! یہ دن بھی یاد رھینگی ۔ خط سی خط لکھی گئ ھین ۔ ... غنیمت ھو کہ محصول آدھہ آنہ ھو ۔ ورنہ باتین کرنیکا مزہ معلوم ھوتا ۔ » (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ھے :

« اسوقت جی تم سی باتین کرنیکو چاھا ۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سی کہا ۔ » (٤)

نواب انورالدولہ بہادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ھے :

« پیر و مرشد ! یہ خط لکھنا نہین ھی ۔ باتین کرنی ھین ۔ » (٥)

انھین کو ایك خط کے آخر مین لکھتے ھین :

« اب مین حضرت سی باتین کرچکا ۔ خط کو سرنامہ کرکی کہار کو دیتا ھون ۔ » (٦)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے :

« اسی افسردگی مین جی چاھا کہ حضرت سی باتین کرون ۔ باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنی لگا ۔ » (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے ۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسلہ کو مکالمہ کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے ۔ ایکبار مرزا تفتہ نے خط لکھا ۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایۂ بیان بیحد پسند آیا ۔ چنانچہ اظہارِ خوشنودی کیلئے اونھین لکھتے ھین :

« جیتے رھو اور خوش رھو ۔ ... زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تمنے تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا ۔ » (۸)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً ، ص ۵۸ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲ (٤) ایضاً ، ص ۳۲٦
(٥) ایضاً ، ص ۳۱۲ (٦) ایضاً ، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً ، ص ۲۷٦ (۸) ایضاً ، ص ١٠٤

میرزا صاحب کی یہ خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی کہ دربار رامپور کی مراسلت مین بھی، جو میرزا صاحب کی سنجیدہ ترین مکاتبت ہے اسکا اثر نمایان ہے؛ حتی کہ ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا ہے، کہ

« یہ تحریر نہین. مکالمہ ہی. گستاخی معاف کرواکر اور آپ سی اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ہون، کہ یہ سوا سو روپیے، جو تورہ و خلعت کی نام سی مرحمت ہوی ہین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نہ بناؤنگا، تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین ؟ » (۱)

مراسلت کا محمد شاہی طرز

میرزا صاحب کے وقت تك اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یہ تھا کہ شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے، زان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار ہوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیہون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطلب لکھکر عربی یا فارسی دعائیہ جملے پر خط ختم کردیا جاتا. میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے. وہ چاہتے تھے کہ مکتوب الیہ کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظہارِ مطالب کردیا جائے. « پنج آہنگ » کے دیباچہ مین اس روش سے بیزاری ظاہر کرتے ہوے لکھتے ہین:

« بیگانگی این روش از شیوۂ غالب مستمند نہ چندانست کہ بگفتن نیاز داشتہ باشد. و ادا شناس داند کہ ہنجار من در نگارش این است کہ چون کالك و ورق بکف گیرم مکتوب الیہ را بلفظی کہ فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحہ آواز دہم، و زمزمہ سنج مدعا گردم. القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است. و پختگان حشو را دفع نہند. » (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے ہوتے « محمد شاہی روش » رکھا تھا. اور اس سے اسقدر بیزار تھے کہ میر مہدی مجروح کے نام کے ایك خط مین اسکا مضحکہ اوڑایا ہے. فرماتے ہین:

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) کلیات نثر غالب، ص ٥

« ھان صاحب ! تم کیا چاھتی ھو ؟ مجتہد العصر کی مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا . اب اور کیا لکھون . تم میری ھم عمر نہین جو سلام لکھون . مین فقیر نہین جو دعا لکھون . تمھارا دماغ چل گیا ھی . لفافہ کو کریدا کرو . مسودہ کو بار بار دیکھا کرو . پاؤگی کیا ؟ یعنی تمکو وہ محمد شاھی روشین پسند ھین — یہان خیریت ھی . وھان کی عافیت مطلوب ھی . خط تمھارا بہت دن کی بعد پہنچا . جی خوش ھوا . مسودہ بعد اصلاح کی بھیجا جاتا ھو . برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا ، اور دعا کہنا . اور ھان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا . لازمۂ سعادتمندی یہ ھی کہ ھمیشہ اسیطرح خط بھیجتی رھو — کیون سچ کہیو اگلاون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی ؟ ھائی کیا اچھا شیوہ ھی ! جبتک یون نہ لکھو وہ خط ھی نہین ھو . چاہ بی آب ھی . ابر بی باران ھی . نخل بی میوہ ھی . خانۂ بی چراغ ھو . چراغ بی نور ھو . ھم جانتی ھین تم زندہ ھو . تم جانتی ھو کہ ھم زندہ ھین . امر ضروری کو لکھ لیا . زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا . اور اگر تمھاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر ھی ، تو بھائی ساڑھی تین سطرین ویسی بھی مین نی لکھدین . کیا نماز قضا نہین پڑھتی ؟ اور وہ مقبول نہوگی ؟ » (۱)

نواب انور الدولہ سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ھے . اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزہ اندازہ سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدمِ احتیاج کا اظہار کرتے ھین . ارشاد ھے :

« کیونکر کہون کہ مین دیوانہ نہین ھون ؟ ھان اتنی ھوش باقی ھین کہ اپنی کو دیوانہ سمجھتا ھون . واہ ! کیا ھوشمندی ھی ، کہ قبلۂ ارباب ھوش کو خط لکھتا ھون ، نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ، نہ تسلیم ؟ سن غالب ! ھم تجھسی کہتی ھین ، بہت مصاحب نہ بن . ای ایاز ! حد خود بشناس . مانا کہ تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکھی ھی اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رھا ھی . مگر یہ تحریر کی کیا روش ھی ؟ پہلی القاب لکھ . پھر بندگی عرض کر . پھر ھاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ . پھر عنایت نامہ کی آنیکا شکر ادا کر . » (۲)

میرزا صاحب کی روش . القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تھی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ھے کہ خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے . سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے . میرزا صاحب کے ھان یہ اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا ھین کہ اونھون نے انکے ترک کردینے کا دعوی کردیا ھے . فرماتے ھین :

« پیر و مرشد ! یہ خط لکھنا نہین ھی . باتین کرنی ھین . اور یہی سبب ھی کہ مین القاب و آداب نہین لکھتا . » (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۶ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً ، ص ۳۱۲

در اصل اونهون نے القاب و آداب کا پرانا فرسوده طریقه ترک کیا تھا. یه نه تھا که مکتوب الیه کے مرتبه کا لحاظ کئے بغیر هر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے هون. اونهون نے بزرگ یا بلند مرتبه اصحاب کو جسقدر خط لکھے هین اون سب مین الفاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یه دونون جزو موجود هین. مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراهما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی هین اون سب مین بجز ایك کے « حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت. بعدِ تسلیم معروض هے » هوتا هے. صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط هوگیا هے.

البته بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوع زیاده هے. کبھی تو سرے سے القاب هوتا هی نهین. اور اگر هے تو « میان، برخوردار، بھائیصاحب، سید صاحب، مرزا، میرجان، کیون صاحب، منشی صاحب بنده پرور» یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین. کبھی کبھی مزاحاً چھوٹون کو بھی « قبله وکعبه، مولانا، یا پیر و مرشد » لکھدیا هے. بعض خطوط ایسے بھی نظر آتے هین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیا هے، مگر اوسمین بھی سادگی و بے تکلفی مفقود نهین هوتی هے. مثلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکھتے هین:

« نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رهو اور خوش رهو. »

یا انهین کو لکھا هے:

« میری جان کی چین میر سرفراز حسین »

مرزا تفته کو تحریر کیا هے:

« میری مهربان، میری جان، مرزا تفته سخندان »

یا

« نور نظر لخت جگر مرزا تفته »

نواب علاء الدینخان بهادر علائی کو لکھتے هین:

« سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بهادر کو فقیر غالب کی دعا پهنچی. »

یہی حال آداب و تسلیمات کا ہے . نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ہے :

« سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہو . »

بعض اصحاب کو لکھدیا ہے : « .... فقیر غالب کا سلام » یا « سلامٌ علیکم » یا « بعد دعا کے معلوم ہو » یا صرف « آداب » یا زیادہ مزاحیہ انداز مین « اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ہون تو بندگی » ، وغیرہ .

خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھے . وہ اس حصہ کو حشو و زوائد شمار کرتے تھے ، اسلئے کسی ایك خط مین بھی « یہان خیریت ہے اور آپکی خیریت نیك مطلوب » نہین پایا جاتا . ھان مطالب کے ساتھ ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیہ کی عافیت کا استفسار کرلیتے ، اور اس روش کو « کارِ پختگان » شمار کرتے ھین .

اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادای مطالب کا طریقہ بالکل ایسا ہے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ھین . مثلاً اونکو یہ لکھنا تھا کہ — محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گزرا . مینے پوچھا کہ لوھارو کی سواریان روانہ ہوگئین ؟ اوسنے کہا ابھی نہین ہوئین . مین نے پوچھا کیا آج جائینگی ؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی . تیاری ہو رہی ہے — اس مطلب کو اونہون نے اسطرح ادا کیا ہے :

« محمد علی بیگ ادھر سے نکلا . بھئی محمد علی بیگ ! لوھارو کی سواریان روانہ ہوگئین ؟ حضرت ابھی نہین . کیا آج نہ جائینگی ؟ آج ضرور جائین گی . تیاری ہو رہی ہو . »

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ہے . اوسمین لکھنا یہ ہے کہ میرنصاحب آئے اور اونسے یہ یہ باتین ہوئین . مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اوسکو اسطرح شروع کرتے ھین :

---

(۱) اس عنوان کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا ہو وہ مولانا حالی کی یادگار غالب ، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظہ خلاصہ ہو .

« ای میرنصاحب ! السلام علیکم ! حضرت آداب . کہو صاحب آج اجازت ہی میر مہدی کی خط کا جواب لکھنی کی ؟ حضور مین کیا منع کرتا هون ؟ مگر مین اپنی هر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا هون . پھر آپ کیون تکلیف کرین ؟ نہین میرنصاحب ! اوسکی خط کو آئی هوی بہت دن هوی هین . وه خفا هوا هوگا . جواب لکھنا ضرور هی . حضرت وه آپکی فرزند هین . آپ سی خفا کیا هونگی . بھائی ! آخر کوئی وجه تو بتلاؤ کہ تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی هو ؟ سبحان الله ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی ، اور مجھی فرماتی هین کہ تو باز رکھتا هی . اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یہ کہو کہ تم کیون نہین چاهتی کہ مین میر مہدی کو خط لکھون ؟ کیا عرض کرون ؟ سچ تو یہ هی کہ جب آپ کا خط جاتا اور وه پڑھا جاتا تو مین سنتا اور حظ اوٹھاتا . اب جو مین وهان نہین هون تو نہین چاهتا کہ آپ کا خط جاوی . مین اب پنجشنبه کو روانه هوتا هون . میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھیی گا . میان بیٹھو . هوش کی خبر لو . تمهاری جانی نه جانی سی مجھی کیا علاقه ؟ مین بوڑھا آدمی ، بھولا آدمی ، تمهاری باتون مین آگیا ، اور آجتك اوسی خط نہین لکھا . لا حول و لا قوة . »

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہوکر اصل مطلب لکھتے ہین .

بعضی جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ہین . یہان تك کہ جو لوگ مرزا کے اندازِ بیان سے واقف نہین وہ اوسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین . مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین :

« میر مہدی ! جیتی رهو ! آفرین ! صد هزار آفرین ! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا هی ، کہ مجھکو رشك آنی لگا هی . سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوهر کی لوٹ پنجاب احاطه مین گئی هی . یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی . سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رهنیوالا لوٹ لیگیا . مگر مین نی اوسکو بحل کیا . الله برکت دی ! »

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین . مگر وهان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے . ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا ؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے ، اور نہ اونکے نام کی علامت لکھتے ہین . مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ہین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سوال کیا ہے اور جواب کیا .

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین. مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ شوخیِ تحریر ہے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہوسکتی. ... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو. پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے. مثلاً اپنے ایك دوست کو خط لکھا ہے. اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ہے، بعد دعا کے لکھتے ہین :

«کیون بھئی! اب اگر ہم کول آئین بھی تو تمکو کیونکر دیکھینگی؟ کیا تمہاری مالك مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟»

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوہارو کو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ہین :

«ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو. یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی. چشم جہان بین تمہارا باپ مرزا علاءالدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم. میان تمہاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ہین. مین تو صرف تمہارا دلدادہ ہون.»

ایك دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے. اونہون نے اوسکا جواب جنوری سنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا. اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ہین :

«دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین. سنہ ۱۸۵۸ ع کی خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتے ہو. اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسری ہی دن جواب لکھا ہے.»

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلینگے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون. یہانتك کہ رنج و افسردگی

کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ہوتا . منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین :

« بھائیصاحب ! مین بھی تمھارا ہمدرد ہوگیا . یعنی منگل کے دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وہ پھپھی ، کہ مین نے بچپن سے آجتك اوسکو مان سمجھا تھا ، اور وہ بھی مجکو بیٹا سمجھتی تھی ، مرگئی . آپکو معلوم رہی کہ پرسون میری گویا نو آدمی مری . تین پھپھیان اور تین چچا اور ایك باپ اور ایك دادی اور ایك دادا . یعنی اس مرحومہ کے ہونے سے مین جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہین ، اور اوسکے مرنے سے مین نے جانا کہ یہ نو آدمی آج ایکبار مرگئے . »

مرزا نے بعض اردو خطون مین .... مُسَجَّع عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے . عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ہوتا ہے ، کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ہے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے ، اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن ہوجاتا ہے . مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ہے . دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ہی بے تکلفی پائی جاتی ہے جیسی پہلے فقرے مین . اور یہ بات اوسی شخص سے بن پڑتی ہے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکھتا ہو ، اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایك عمر بسر کرچکا ہو . مگر یہ معلوم رہے کہ مُقَفّٰی عبارت مرزا خاصکر اون خطون مین لکھتے تھے جن سے ہنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا .

عرایض کا طرز ادا

اگرچہ میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطون کے مقابلے مین ، جو « اردوی معلی » اور « عودِ ہندی » مین شایع ہو چکے ہین ، با تکلف ہے ، اور یہان وہ رنگا رنگی نہین پائی جاتی جو مذکورہ مجموعون کے خطوط کی جان ہے ، تاہم یہ عرایض بھی اوسی نادرہ کار قلم کے رہینِ منت ہین ، جو

ادبِ اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ھے۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی، شوخی اور ظرافت موجود ھے، جسکے سبب ادای مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گوی سبقت لیگئی ھے۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ھین، جن مین حسنِ طلب ھے۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی، اسلئے وہ ھر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ھوا ھے، ھمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نہ رھے۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ھین۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ھوے لکھتے ھین:

«یہ تحریر نہین مکالمہ ھی۔ گستاخی معاف کرواکر اور آپ سی اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ھون، کہ یہ سوا سو روپی، جو تورۂ و خلعت کی نام سی مرحمت ھوی ھین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین؟» (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ھے۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ھوتی ھے۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ھے، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ھین، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ھین:

«پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا، شرم آتی ھی کہتی ھوی مگر کہی بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ھوا کرتی تھی۔ .... یہ رسم بری نہین ھی۔ اگر جاری رھی تو بہتر ھی۔» (۲)

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) ایضاً، ص ۵۲

ص — مکاتیب غالب

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

« اگرچہ یہان مینہہ اسیقدر برسا ہے کہ جسکی پانی سے زمیندار حاصل فصل ربیع سے ہاتھ دھولین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہے، اور آپکی ملک مین بارش خوب ہوئی ہے، ابر رحمت کی شکریہ مین ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کے بھیجتا ہون۔ بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو۔» (۱)

نواب خلد آشیان نے جشن تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کر کے لکھتے ہین:

« حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برس رہی ہے کہ طیور کے پر جل رہے ہین۔ بعد آگ کے پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور مین نے احرام بیت المعمور رامپور باندھا۔» (۲)

ایک مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایک فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے۔ میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین۔ اہل دربار بہار عجم اور فرہنگ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین۔ نوابصاحب یہ حوالے نقل کرکے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظر ثانی کی درخواست کرتے ہین۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

« مجھے اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہے۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ہے۔ بحث کا طریقہ یاد نہین۔ میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سے نہین۔ ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیک چند اور سیالکوٹی مل انکے پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! نور علی نور!!» (۳)

باغ بے نظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشن بینظیر کی مبارکباد دین۔ اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

« نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای! مین وہان نہین۔ بالا خانے پر رہتا ہون۔ اوتر نہین سکتا۔ مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر

(۱) مکاتیب، ص ٥٦ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا ، اور پالکی مین بٹھا دیا ۔ کہـار چلے ۔ راہ مین نہ مرا اور رامپـور پہنچ گیا ۔ کہاروں نے جا کر بینظیر مین میری پالـکی رکھـدی ۔ پالکی قفس ، اور مین طـائر اسیر ۔ وہ بھی بے پر و بال ۔ نہ چل سکوں ، نہ پھر سکوں ۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ہوں ، یہ سب بطریق فرض محال ہی ۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہاں مجال ہو ؟ » (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوے رقمطراز ہین :

« چاہتا ہوں کہ کچھ لکھوں ۔ مگر نہین جانتا کہ کیا لکھوں ۔ لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھوں ۔ آپکے قدموں کی قسم ! دل نے قبول نکیـا ۔ آرایش گفتار ، نظماً او نثراً ، واسطے تہنیت کے ہی ، کہ دل کثرت نشاط سے گل کیطرح کھل رہـا ہی ۔ طبیعت راہ دیتی ہی ۔ الفاظ ڈھونڈھے جاتے ہین ۔ معنی پیدا کیے جاتے ہین ۔ اب مین نیم مردہ ، دل پژمردہ ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراہم کیـا چاہوں وہ سراسر طبع کے خلاف ۔ جس بات کا تصور ناگوار ہو اوسکے تذکر سے جی کیوں نہ بیقرار ہو ؟ » (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواہش کرتے ہین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا ۔ مگر ساتھ ہی فرماتے ہین :

« لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے ؟ کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابعالی سے دریافت کرکر کب لکھا ہی ، جو اس بات کا جواب لکھوگے ۔ » (۳)

خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایک دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے ۔ اردوی معلی و عودِ ہنـدی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروک ہوگیا ہے ، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا ہے ۔ لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین ہوا ۔ ان مین ہمیشہ

« زیادہ حد ادب ۔ تم سلامت رہو ہزار برس * ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار »

یا

« تم سلامت رہو قیامت تک * دولت و عز و جاہ روز افزوں »

تحریر کیا کرتے تھے ۔ چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے ہاں بھی نہین پائی جاتی ، اسلئے تمثیل و استشہاد بیکار ہوگا ۔

کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے ۔

---

(۱) مکاتیب ، ص ۹۲ (۲) ایضاً ، ص ٦٤ (۳) ایضاً ، ص ۱۱۰

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقه اونکے هان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تھا. وہ مساویانه یا بزرگانه خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے هین، که مکتوب الیه کو خیال تك نہین هوسکتا که یہان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف هے.

مثلاً خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا هے:

«قبله! کبھی آپ کو یه بھی خیال آتا هے، که کوئی همارا دوست، جو غالب کہلاتا هے، وہ کیا کھاتا پیتا هے اور کیونکر جیتا هے؟» (۱)

یا مثلاً نواب انور الدوله بہادر شفق کو تحریر کیا هے:

«کیونکر کہون که مین دیوانه نہین هون؟ هان اتنے هوش باقی هین که اپنے کو دیوانه سمجھتا هون. واہ! کیا هوشمندی هے که قبلۂ ارباب هوش کو خط لکھتا هون، نه القاب، نه آداب، نه بندگی، نه تسلیم؟ سن غالب! هم تجھ سے کوئی هین بہت مصاحب نه بن.» (۲)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے هین، جو بیشتر تو اونکا تخلص «غالب» هوتا هے، اور تنہا یا کسی همقافیه فقرہ کیساتھ آتا هے. مثلاً

«بندۂ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب، نجات کا طالب غالب، عفو جرم کا طالب غالب، داد کا طالب غالب، اس خط کی رسید کا طالب غالب، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب، وغیرہ»

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام «اسد الله خان» یا «اسد الله» یا صرف «اسد» یا «اسد الله خان غالب» یا «اسد الله غالب» بھی لکھا هے، نواب فردوس مکان کے نام کے ایك عریضه مین «اسد الله» کیساتھ بھی ایك همقافیه فقرہ استعمال کیا هے. فرماتے هین:

«عرضداشت هوا خواہ اسد الله.» (۳)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یه جزو ترك کردیا هے. ان مین چند ایسے هین جن مین کنایةً نام آگیا هے. مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے هین:

«تاریخ اوپر لکھ آیا. نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا هے.» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷٤ (۲) ایضاً، ص ۳۱٤ (۳) مکاتیب، ص ٤ (٤) اردوی معلی، ص ۳۹۵

انھی کو دوسرے خط مین لکھا ھے :

« دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ہون . کاتب کا نام غالب ھو کہ دستخط سی پہچان جاؤ . » (۱)

ایك اور خط مین تحریر کیا ھے :

« ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦٥ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی مین . کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ہوگی . » (۲)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ھے :

« کاتب وھی ھی جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ھو . » (۳)

باقی جن خطوطون مین نام سرِ دست موجود نہین ھے اونکے متعلق یہ سمجھنا چاھیے کہ یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے « غالب » نقش کی مہر ثبت تھی ، جو نقل کرنے سے رہ گئی. ورنہ مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ھین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ھے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ھمیشہ ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے نئے شگوفے کھلاتی ، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ھان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ھین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ھے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب و آداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ھان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ھوتی ھے . چنانچہ میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۳٤ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۳۳

« میان ! آج یکشنبه کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ھی ۔ دو پہر کی وقت شیخ مشرف علی رھنی والی استاد حامد کی کوچه کی میری پاس آئی ، اور اونھون نی تمھارا خط لکھا ھوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا ۔ » (۱)

یوسف مرزا صاحب کو لکھا ھے :

« آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ ۔ آج یکشنبه کا دن ھی ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی ۔ » (۲)

مرزا تفته کو تحریر کرتے ھین :

« آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گھڑی دن رھی ڈاك کا ھرکاره آیا ۔ » (۳)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« چار شنبه ۱۸ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت ۔ » (٤)

نواب انور الدوله بہادر کو لکھتے ھین :

« خداوند نعمت ! آج دو شنبه ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھو ۔ اسوقت که باره پر تین بجی ھین ، عطوفت نامه پہنچا ۔ » (٥)

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کیا ھے :

« جنابعالی ! آج دو شنبه ۳ جنوری سنه ۱۸۵۹ کی ھی ۔ پہر دن چڑھا ھوگا که ابر گھر رھا ھی ، ترشح ھورھا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ پینی کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی ھی ۔ » (٦)

وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکھتے ھین که بظاھر پڑھنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نہین گزرتا ۔ بلکه تاریخ بھی منجملۂ مطالب معلوم ھوتی ھے ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« تمھاری پاس جو قاطع برهان پہنچی ھی اگر چھاپی کی ھی تو صحیح ھی ۔ جہان تردد ھو غلطنامۂ ملحقه مین دیکھ لو ۔ زیاده انکشاف منظور ھو مجھ سی پوچھ لو ۔ اور اگر قلمی ھی تو درجۂ اعتبار سی ساقط ھی ۔ اوسکو میری تالیف نه سمجھو ۔ بلکه مجکو مول لیلو اور اوسکو پھاڑ ڈالو ۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك باره پر تین بجی تمھارا خط آیا ۔ اودھر پڑھا ، ادھر جواب لکھنی بیٹھا ۔ یہانتك لکھ چکا تھا که شیخ شهاب الدین سہروردی آئی ۔ تمھارا خط اونکو دیا ۔ وه پڑھ رھی ھین ۔ ھم لکھ رھی ھین ۔ ابر آیا ھوا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ » (۷)

شاه عالم صاحب مارھروی کو تحریر کیا ھے :

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۳۰ (۳) ایضاً ، ص ٤٥ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(٥) ایضاً ، ص ۲۹۵ (٦) ایضاً ، ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ، ص ٤۱۲

« یای تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا ، اور اوسنی خط تمہاری نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نی سلام کہا ہی اور یہ خط دیا ہی ۔ اب مین یہ خط اپنا مع اونکی خط کی ڈاک گھر مین بھیجتا ہون ۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہی ۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتی ہین ۔ » (۱)

میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین :

تمہاری شکایتہای بیجا کا جواب یہ ہی کہ تم نی جو خط مجکو پانی پت سی بھیجا تھا ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی ، مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا ۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا ۔ » (۲)

خاتمہ کی تاریخ

خاتمہ کی تاریخ مین بھی میرزا صاحب موجودہ رسمِ تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے ہین ۔ اونکے ہان آخری تاریخ کا مذکور بھی ضمنِ مطالب مین ہوتا ہے ۔ البتہ عرایض مین دو چار مقامات کے علاوہ ہر جگہ خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی ہے ۔ مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ہے :

« دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہی ۔ انگیٹھی رکھی ہوئی ہی ۔ آگ تاپ رہا ہون ، اور خط لکھ رہا ہون ۔ یہ اشعار یاد آگئی ۔ تمکو لکھ بھیجی ۔ والسلام ۔ » (۳)

منشی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر کیا ہے :

« جواب خط کا طالب غالب ۔ سہ شنبہ از روی جنتری ۲٦ اور از روی رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ ھ اور ٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع ۔ » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ہین :

« ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاہتی ہین ۔ کاتب کا نام غالب ہی کہ تم جانتی ہوگی ۔ » (۵)

انہی کو لکھتے ہین :

« ... مرقومۂ شنبہ یکم جون وقت صبح چھہ بجی سات کی عمل مین ۔ » (٦)

خاتمہ مین اعادۂ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمہ مین

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۰۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۲٦۷
(٤) ایضاً ، ص ٤۳ (۵) ایضاً ، ص ٤٤۲ (٦) ایضاً ، ص ٤۰۸

اوسکا دوبارہ اجمالی ذکر کرتے هین ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا هے :

«دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا هون ۔ اب ارسال جواب کی تاکید کی سوا اور کیا لکھون ۔» (١)

انہی کو ایك اور خط مین لکھتے هین :

«دن تاریخ صدر مین لکھ آیا هون ۔ کاتب کا نام غالب هی که دستخط سی پہچان جاؤ ۔» (٢)

انہی کو سه بارہ تحریر کیا هے :

«تاریخ اوپر لکھ آیا ۔ نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا هی ۔» (٣)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوہ خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشه بھی مکتوب الیه کی نگاهون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے، تا که مکتوب الیه یه محسوس کرکے که خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا هوا اونکی زبان سے مکتوبه واقعات سن رها هے، مطالبِ خط سے زیادہ لطف اندوز هو ۔ مثلاً گرمی کا موسم هے ۔ رامپور کے پہلے سفر سے واپس دلی پہنچے هین ۔ میر مهدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی هے ۔ اسکے آخر مین فرماتے هین :

«کوٹھری مین بیٹھا هون ۔ ٹٹی لگی هوئی هی ۔ هوا آرهی هی ۔ پانی کا جھجر دهرا هوا هی ۔ حقه پی رها هون ۔ یه خط لکھ رها هون ۔ تم سی باتین کرنی کو جی چاها ۔ یه باتین کرلین ۔» (٤)

برسات کے موسم مین خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کرتے هین :

«پہر دن چڑھا هوگا که ابر گھر رها هی ۔ ترشح هو رها هی ۔ هوا سرد چل رهی هی ۔ پینی کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی هی ۔

افقها پر از ابر بهمن مهی * سفالینه جام من از می تهی

غمزده و دردمند بیٹھا تھا که ڈاك کا هرکارہ تمهارا خط لایا ۔» (٥)

نواب انور الدوله بہادر کو لکھتے هین :

(١) اردوی معلی، ص ٤٤٨ (٢) ایضاً، ص ٤٣٤ (٣) ایضاً، ص ٣٩٥
(٤) ایضاً، ص ١٦٢ (٥) ایضاً، ص ٢٧٥

« پیر و مرشد ! شب رفته کو مینہہ خوب برسا . ھوا مین فرط برودت سی گزند پیدا ھوگیا . اب صبح کا وقت ھی . ھوا ٹھنڈی بے گزند چل رھی ھی . ابر تنک محیط ھی . آفتاب نکلا ھی ؛ پر نظر نہین آتا ھی . » (۱)

انہی کو ایك اور خط مین لکھا ھے :

پیر و مرشد ! ۱۲ بجی تھی . مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا ھوا حقه پی رھا تھا که آدمی نی آکر خط دیا . مین نی کھولا . پڑھا . بھلی کو انگرکھا یا کرتا گلی مین نه تھا . اگر ھوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا . حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان ھوتا . » (۲)

میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یای معروف و مجہول اور ھای ساده و مخلوط کا فرق نہین کرتے. اور ابتدائی الفِ مکسوره و مضمومه کے فرق کیلئے ھمیشه موخر الذکر کو باضافۀ (و) تحریر کرتے ھین. چنانچه اونکے ھان «اُس» بواو اور «اِس» بغیرِ واو پایاجاتا ھے. بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے ھین . مثــلاً ھاتھ کو کبھی « ھاتھه » اور کبھی « ھات » لکھا ھے .

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ھے. اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ھے. مثلاً « پنشن » کو « پنسن » اور « لارڈ » کو « لاڑد » اور « بورڈ » کو « بوڑد » لکھتے ھین. (۳) اسیطرح ایك دو جگه عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ھے. مثلاً « بالکل » کو « باالکل » دو الفون کیساتھ لکھدیا ھے، جو درست نہین. (٤)

ایك پیرا گراف کے خاتمه اور دوسرے کے آغاز کے اظہار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ــ) کی علامت بناتے ھین، اور کبھی باره کا ھندسه لکھتے ھین، جو لفظِ « حد » کا عدد ھے. مرزا حاتم علی مہر کو اس عدد کے التزام کی وجه بھی لکھی ھے. فرماتے ھین :

« صاحب ! بندۀ اثنا عشری ھون . ھر مطلب کی خاتمه پر باره کا ھندسه کرتا ھون . » (۵)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۳۰۳ (۳) مکاتیب ، ص ۱۲ و ۱۵ و ۲۲ و ۱۱۰
(٤) ایضاً ، ص ۳۳ (۵) اردوی معلی ، ص ۲۵۷

هجری اور عیسوی سنه کے اظہار کیلئے میرزا صاحب « ھ » اور « ع » بھی استعمال کرتے تھے . لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا .

میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پخته شفیعا آمیز نستعلیق تھا . چونکه وه ایرانی اداؤن کے دلداده تھے ، اسلئے خط سے ولایتی شان زیاده نمایان ھے . مگر آخر عمر مین رعشه پیدا ھوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رھی تھی . چنانچه ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ھاتھ کی تھرتھراھٹ کا احساس ھوتا ھے .

سامان کتابت . کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط وکتابت کا بھی ذکر آیا ھے . اسلئے اوسپر ایك اجمالی نظر نامناسب نہوگی .

میرزا صاحب بالعموم باریك ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے ، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ھوتا . دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ھوئی ھین وه بجز ایك دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ھوئی ھین . لیکن منشی سیلچند اور خلیفه احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ھین . اس سے یه نتیجه نکالا جاسکتا ھے که میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیه کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے .

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیره ختم ھوجاتا ، تو جواب دینے کیلئے روپیه کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے ساده ورق پھاڑ لیتے تھے . ۸ نومبر سنه ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی . چنانچه اوسی خط مین فرماتے ھین :

« بھائی ! نه کاغذ ھی ، نه ٹکٹ ھی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا ھی . کتاب مین سی یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون ، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ھون . غمگین نه ھونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا . » (۱)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۵

قـلم

معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تك لوہے کے قلم کا رواج نہوا تھا ۔ وہ نیزے کا قلم استعمال کرتے ، اور اوسے خود ہی بناتے تھے ۔ چنانچہ ایك مرتبہ قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹھا زخمی ہوگیا ، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تھا :

« صاحب ! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے ۔ حال یہ ہے کہ قلم بنانے مین میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا ۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے ۔ بہر حال اب اچھا ہون ۔ » (۱)

یہ سنہ ۱۸۵۸ ع کا واقعــہ تھا ۔ لیکن آخرِ عمر مین رعشہ کے سبب خود قلم نہ بنا سکتے ۔ لڑکون سے بنوالیتے تھے ۔ ۱۳ مارچ سنہ ۱۸٦۷ ع کو نواب خلد آشیان کو لکھتے ہین :

« اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین ۔ امراض قدیم بڑھ گئے ۔ دوران سر اور رعشہ اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین ۔ قلم نہین بنا سکتا ۔ لڑکون سے بنوا لیتا ہون ۔ برسون کی بات نہین رہی ۔ ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے ۔ » (۲)

لفـافی

میرزا صاحب سادہ کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تھے ۔ بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بھی بنے ہوتے ۔ لیکن اوسوقت تك ڈاکخانہ کے ٹکٹ چھپے ہوے لفافے مروج نہ تھے ۔ اسلئے یہ سب دیسی ساخت کے ہوتے تھے ۔

خود میرزا صاحب بھی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تھے ۔ ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساختہ لفافون کے استعمال سے خیال کیا کہ تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے ہین ۔ اور یہ سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا ۔ میرزا صاحب نے اس سے مطلع ہوکر لکھا :

« لفافون کی خبر پہنچی ۔ آپ نے کیون تکلیف کی ۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے ۔ بیکار آدمی

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٦۲ (۲) مکاتیب ، ص ۹۱

کیا کری ۔ بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی ۔ هرچه از دوست میرسد نیکوست ۔ » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماہ » طبع کرا کے بھیجے ۔ میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے ۔ اونھون نے یہ ھدیہ دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو دوبارہ اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونھین لکھا :

« برخوردار ! آج اسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کے آیا ۔ دل خوش ہوا ۔ بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار ہون ۔ یہ لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ » مجکو پسند نہین ۔ آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وہ بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی ۔ اب یہ لفافون کا لفافہ اس مراد سی بھیجتاہون کہ انکی عوض یہ لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی ہین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی ہو ، مجکو بھیجدو ، اور یہ لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو ۔ اور اگر اوسطرح کی لفافی نہون تو انکی کچھ ضرورت نہین ۔ » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین ۔ لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنہ ۵۸ ع سے یہ ضرور پتا چلتا ہے کہ سنہ ۵۸ ع مین لفافہ سازی کا خاصہ مشغلہ رہا تھا ۔ فرماتے ہین ۔

« اللہ ! اللہ ! یہ دن بھی یاد رہین گی ۔ خط سی خط لکھی گئی ہین ۔ مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی ہین ۔ اگر خط نہ لکھونگا تو لفافی بناؤنگا ۔ » (۳)

ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پتہ کے داھنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے ۔ ایسے خطوط پر اونھون نے ھمیشہ « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ہے ۔ بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے ۔

روشنائی

میرزا صاحب ھمیشہ سیاہ روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پختہ ہوتی ۔ آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ہے ۔ جسکی وجہ خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجہی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٤۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٦۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲

ہوگی. ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود «لوح و قلم» کی درستی اور اہتمام سے اسلئے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونہین ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تھی. عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا.

قواعد ڈاك کی پابندی

میرزا صاحب ڈاك کے قاعدون کے سخت پابند تھے. وہ خود بھی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بھی اسی امر کی ہدایت کرتے رہتے تھے. ایکبار منشی حبیب اللہ خان ذکا کو لکھا ھے:

«خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سی ممنوع ھی. اگر یون نہوتا تو مین اونکی نام کا خط تمہاری خط مین ملفوف کرکی بھیجتا.» (۱)

منشی غلام بسم اللہ صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایك منصف صاحب کی غزل بھی ارسال کردی تھی. اونکی اس سہل انگاری پر سرزنش کرتے ہوے لکھتے ھین:

«سنیے حضرت! خط مین خط (کا) تداخل برا ھی. اگر یہان کی ڈاك مین کبھی خط کھل گیا، تو مجھسی پچاس روپیہ لئی جائینگی، یا قید کا حکم ھوگا. آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجیے. اس باب مین تاکید جانیے. کوئی حیلہ جواز کا آپکی طرف سی مسموع نہوگا.» (۲)

چودھری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیے تھے. اونکو تحریر کرتے ھین:

«پارسل مین خطوط بھیجنی محل اندیشہ ھی. خدا نی بچایا. چونکہ اب وہ خط آپکی کچھ کام کی نہ سمجھا، از راہ احتیاط پارسل مین سی نکال لیے.» (۳)

ایکبار تفتہ کے نام ایك پارسل حسبِ قاعدہ ایك آنے کا ٹکٹ چسپان کرکے ڈاك خانہ بھیجا. جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا. میرزا صاحب نے واقعہ سے مطلع ھوکر تفتہ کو لکھا:

«صاحب! کل پارسل اشعار کا ایك آنہ کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ھی، خط نہین ھی، ڈاك مین بھیجدیا. ڈاك منشی نی کہا کہ خطون کی صندوق مین ڈالدو. خدمتگار

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹ (۲) عودھندی، ص ۱۸٦ (۳) اردوی معلی، ص ۱۳۷

ناخوانده آدمی . اوسکا حکم بجا لایا ، اور اوسکو خطون کی صندوق مین ڈال آیا . وہ لفظ که « یه خط نہین هی پارسل هی » دست آویز معقول هی . اگر وهان کی ڈاکیے تم سی خط کا محصول مانگین ، تو تم اوس جمله کی ذریعه سی گفتگو کر لینا . » (۱)

دڑ اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجه یه تهی که وه ایکبار تفته کی غلطی کا خمیازه بهگت چکے تهے ، اور غالباً پارسل کو خطون کے بکس مین ڈالدینے کی وجـــه سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تهـا . ۲۸ جولائی سنه ۱۸۵۸ ع کو یه واقعه خود تفته کو لکها هے :

« میرزا تفته ! کل قریب دو پہر کی ڈاك کا هرکاره ، وه جو خط بانٹا کرتا هی ، آیا ، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا هوا دیا . پہلی تو حیران رها که پاکٹ خطون کی ڈاك مین کیون آیا ؟ باری جب اوسکی تحریر دیکهی تو تمهاری هات کا پیم فلٹ لکها هوا اور دو ٹکٹ لگی هوی ، مگر اوسکی آگی کالی مہر اور کچھ انگریزی لکها هوا . هرکاره نی کہا که ایك روپیه دس آنی دلوائیے . دلوادیے ، اور پارسل لی لیا . مگر حیران که یه کیا پیچ پڑا ؟ قیاس ایسا چاهتا هی که تمهارا آدمی جو ڈاك گهر گیا اس کو خطون کی بکس مین ڈال آیا . ڈاك کی کارپردازون نی غور نه کی ، اور اوسکو بیرنگ خطون کی ڈاك مین بهیجدیا . » (۲)

پوسٹ مین کا لطیفه

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایك دلچسپ لطیفه پیـدا هوگیـا تها . واقعـــه یه هوا که مـیرزا صاحب کے نام ایك خط آیا . اوس کے پتـــه مین مکتوب الیـــه کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال هوے تهے ، اونمین ایك لفظ « کیشان » بهی تها . ڈاکیے نے اوسے « کپتان » پڑها ، اور میرزا صاحب کی خـــدمت مین مبـارکباد پیش کرکے طالبِ انعام هوا . میرزا صاحب نے نواب انور الدوله بهادر شفق کو یه واقعـه لکها هے . فرماتے هین :

« ایك لطیفهٔ نشاط انگیز سنیے . ڈاك کا هرکاره ، جو بلیمارون کی خطوط پہنچاتا هی ، اندنون مین ایك بنیا پڑها لکها حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈهمك داس هی . مین بالاخانه پر رهتا هون . حویلی مین آکر اوسنی داروغه کو خط دیا . اور اوسنی خط دیکر مجهسی کہا که ڈاك کا هرکاره بندگی عرض کرتا هی ، اور کہتا هی که مبارك هو ! آپ کو ، جیسا که دلی کی بادشاه نی نوابی کا خطاب دیا تها ، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا . حیران که یه کیا کہتا هی ؟ سرنامه کو غور سی دیکها . کہین قبل از اسم « مخدوم نیازکیشان » لکها تها . اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی « کیشان » کو کپتان پڑها . » (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً ، ص ۵۸ (۳) ایضاً ، ص ۳۰۰

بیرنگ خطوط

اگرچــه قانونِ ڈاك کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نہین ، لیکن میرزا صــاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے ، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجه کے کبھی بیرنگ خط نہین لکھتے تھے . سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لکھتے ہوے فرماتے ہین :

« میرا شیوہ نہین ہی خط بیرنگ بھیجنا . » (۱)

میرزا صاحب اپنے ہر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجه بھی لکھدیا کرتے تھے . چنانچه وہ یا تو اوسوقت بیرنگ خط لکھا کرتے جبکه

۱) اونکے پاس ٹکٹ موجود نہوتا . خواہ اسلئے که جیب اسکی اجازت ندیتی ، یا بر وقت ڈاکخانه سے حصول دشوار ہوتا . مگر اس عذر کیلئے بے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تھے . میر مہدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لکھا ہے :

« بھائی ! نه کاغذ ہی ، نه ٹکٹ ہی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا ہی . کتاب مین سی یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہون ، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ہون . غمگین نہونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ہی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا . » (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ہین :

« بھائی ! سچ تو یون ہی که اندنون مین میری پاس ٹکٹ نہین . اگر بیرنگ بھیجون توکہار مانده . اوٹھ نہین سکتا . ڈاك گھر تك جائے کون ؟ » (۳)

نواب شہاب الدین احمد خان بہادر کو زیادہ مُضحکانه انداز مین تحریر کیا ہے :

« آج میری پاس ٹکٹ ہی نه دام . معاف رکھنا . والسلام . » (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے که اوسکے تلف ہوجانے کا خطرہ ہوتا . اور چونکه تلف ہوجانیکا خطرہ اہم مکاتیب کے سلسله مین زیادہ ناپســندیدہ معلوم ہوتا ہے ، اور اہم مکاتیب بے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیه کو لکھے جاتے ہین ، بنابرین اس عذر کے ماتحت

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً ، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً ، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیانِ ریاست تك کو بیرنگ خطوط لکھے هین . چنانچه ایکبار نواب انور الدوله بهادر نے خط نه لکھنے کی شکایت کی ، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« سونچتا هون که دونون خط بیرنگ گئی تهی . تلف هونا کسیطرح متصور نہین . » (۱)

در اصل میرزا صاحب یه سمجھتے تھے که ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نہین کرتا . بلکه کوشش کرکے مکتوب الیه تك خط پہنچاتا هے ، تاکه اوس سے محصولِ ڈاك وصول کرسکے . یه خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاهر بهی کیا هے . فرماتے هین :

« یه خط عمداً بیرنگ بهیجتا هون . کہتی هین که پیڈ کی تلف هونیکا احتمال هی ، اور بیرنگ کا نہین . » (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے هین :

« پیڈ خط گاه گاه تلف بهی هوجاتا هی . نظر اس بات پر یه خط تم کو بیرنگ بهیجتا هون . تاکه ضایع نهونیکا احتمال قوی رهی . » (۳)

چودهری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی هدایت کرتے هوے لکھتے هین :

« ایك قاعده آپ کو بتاتا هون . اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نه پہنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا ، اور رجستری کا درد سر جاتا رهیگا . آدھ آنه نه سهی ، ایك آنه سهی . آپ بهی خط بیرنگ بهیجا کیجی ، اور مین بهی بیرنگ بهیجا کرون . اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بهی هوتی هین . اس قاعده کا جیسا که مین واضع هوا هون بادی بهی هوا ، اور یه خط بیرنگ بهیجا . » (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نه لکھنے کی شکایت کی ، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« خط از روی احتیاط بیرنگ بهیجا هی . پوست پڈ خط اکثر تلف هو جاتی هین . چنانچه قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط ، جسکا آپ نی ذکر لکھا هی ، آنکھین پھوٹ جائین اگر مین نی دیکھا هو ! آپ اون سی میرا سلام نیاز کہیی ، اور خط کی نه پہنچنی کی اونکو خبر پہنچائیی . » (٥)

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰٤ — (۲) ایضاً ، ص ۲٤٤ — (۳) ایضاً ، ص ١٤
(٤) عود هندی ، ص ۳۳ — (٥) اردوی معلی ، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ھوا اور یہ خبر دلی پہنچی، تو میرزا صاحب کو فکر ھوئی کہ کہین جانی جی، جو مرزا تفتــــہ کے مربی تھــے، معزول تو نہین کردیــے گئے. اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین ھدایت کی کہ

« واسطی خدا کی! نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور منقح جو کچھ واقع ھوا ھو، اور جو صورت ھو، مجکو لکھو، اور جلد لکھو، کہ مجھپر خواب و خور حرام ھی. کل شام کو مین نی سنا. آج صبح قلعہ نہین گیا، اور یہ خط لکھکر از راہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ھی. تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا. آدھ آنا ایسی بڑی چیز نہــین. ڈاک کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی ھین، اور پوست پڈ پڑا رھتــا ھی. جب اوس محلہ مین جانا ھوتا ھی تو اوسکو بھی لیجاتی ھین. » (۱)

« دستنبو » کی طبــاعت کے متعلق ضروری ھــدایتین بیرنگ خط مین لکھکر فرماتے ھین:

« واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا. » (۲)

اسیطرح منشی حبیب اللہ خان ذکا کو ایك ضروری خط بیرنگ لکھکر از راہِ معذرت فرماتے ھین:

« بھائی! یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ھون. » (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضہ، جو اونکی والدۂ ماجدہ کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا، ارسال کیا ھے، اور اوسکا جواب نہ پا کر دوسرا عریضہ بیرنگ ارسال کرتے ھوــے آخر مین از راہِ معذرت لکھتے ھین:

« پرسون ایك قطعہ جناب بیگم صاحبہ و قبلہ کی تاریخ وفات کا بھیجا ھی. یقین ھی کہ پہنچیگا. از راہ احتیاط وہ قطعــہ اس ورق مین پھر لکھتــا ھون، اور نیز از راہ احتــیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ھون. » (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیــڈ خط کے ضایع ھوجانے کے اسدرجــہ قایل تھــے کہ جب اونھین کوئی خط نہ ملتا تو وہ اسے ڈاکخانہ کی سہل انگاری پر محمول کرکے یہ لکھدیا کرتے تھــے کہ ڈاك مین ضایع ھوگیا ھوگا. اور اگر کسی دوست

(۱) اردوی معلی، ص ٦١ (۲) ایضاً، ص ۵۰ (۳) ایضاً، ص ٤۳ (٤) مکاتیب، ص ۲۰

سے جوابِ خط مین تاخیر ہوتی ، یا انکے مرسلہ خط کا حوالہ نہوتا تو باور کرلیتے کہ خط ڈاك مین تلف ہوگیا . ممکن ہے اوسوقت ڈاك کا محکمہ زیادہ منظم نہوا ہو . ورنہ اس زمانہ مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع ہوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل ہوجائے ، اور بالخصوص تجارت پیشــہ حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمہ کے خلاف قانونی چارہ جوئیان کرنے لگین .

میرزا صاحب کا پتہ

اگرچہ باعتبارِ حسب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاہیر مین شمار کیے جاتے تھے ، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شہرت مین چار چاند لگادیے تھے . اونکے پاس روزانہ ہندوستان اور بیرونِ ہنــد سے اردو ، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رہتے ، جن مین سرکاری اور نجی ہر قسم کی تحریرین ہوتی تھین . چونکہ اونکو شہر مین ہر شخص جانتا تھا ، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانہ مین پہنچکر کبھی ضـایع نہوتا . اونکی ڈاکخـانہ کی معروفیت کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ پورے شہرِ دھلی مین وہ اپنے نام کے اعتبار سے وحدہ لاشریك تھے ، اور ڈاکیا اسد اللہ خان غالب کا مسمی ایك ہی ذات کو جانتا تھا .

میرزا صاحب کو اپنی اس شہرت و ناموری کا اس درجہ پاس تھـا ، کہ کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پتہ دریافت کرتا ، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پتہ لکھدیتا ، تو وہ اس کو اپنی توہین خیال کرتے . چنانچہ ایکبـار نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیـا . میرزا صاحب نے برہم ہوکر لکھا :

« سنو صاحب ! حسن پرستون کا ایك قاعدہ ہی کہ وہ امرد کو دوچار برس گھٹا کر دیکھتے ہین . جانتے ہین کہ جوان ہی ، لیکن بچہ سمجھتے ہین . یہ حال تمھاری قوم کا ہی . قسم شرعی کھا کرکہتا ہون کہ ایك شخص ہی کہ اوسکی عزت اور نامآوری جمہور کی نزدیك ثابت اور متحقق ہی ، اور تم صاحب بھی جانتی ہو . مگر جبتك اوس سی قطع نظر نہ کرو ، اور اوس مسخری کو گمنـام و ذلیل نہ سمجھو او تمکو چین نہ آئیگا . پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون . هزارها خط اطراف و جوانب سی آتی هین . بهت لوگ ایسی هین که محله نهین لکهتی . بهت لوگ ایسی هین که محلهٔ سابق کا نام لکهدیتی هین . حکام کی خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یهانتك که ولایت کی آئی هوی ، صرف شهر کا نام اور میرا نام . یه سب مراتب تم جانتی هو ، اور اون خطوط کو تم دیکهہ چکی هو . اور پهر مجهسی پوچهتی هو که اپنا مسکن بتا . اگر مین تمهاری نزدیك امیر نهین نه سهی . اهل حرفه مین سی بهی نهین هون ، که جبتك محله اور تهانه نه لکها جائی هرکاره میرا پتا نه پائی . آپ صرف دهلی لکهکر میرا نام لکهدیا کیجئی . خط کی پهنچنی کا مین ضامن .» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پته معلوم نهونیکی وجه سے خط لکھنے مین تردد کا اظہار کیا . اونکو لکھتے ھین :

«قبله ! آپ کو خط کی بهیجنی مین تردد کیون هوتا هی ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سی آتی هین . گاه گاه انگریزی بهی . اور ڈاك کی هرکاری بهی میرا گهر جانتی هین . پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هی . مجکو جو دوست خط بهیجتا هی وه صرف شهر کا نام اور میرا نام لکهتا هی . محله بهی ضرور نهین . آپ هی انصاف کرین ، که آپ لال کنوان لکهتی رهی ، اور مجکو بابیارون مین خط پهنچتا رها . خلاصه یه که خط آپکا کوئی تلف نهین هوا .» (۲)

مولوی حبیب الله خان ذکا نے یکے بعد دیگرے دو نیازنامے بھیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نه ملا . اونھون نے اس کو دلی کے ڈاکخانه کی غفلت پر محمول کرکے آخری خط بذریعهٔ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکھی . اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کھلاتے ھین :

«میری مشفق ! میری شفیق ! مجهسی هیچ و پوچ کی ماننی والی ! مجهسی بری کو اچها جاننی والی ! میری محب ! میری محبوب ! تمکو میری خبر بهی هی ؟ آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رهآورد هی رعشه وضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین ، انگلیان ٹیڑهی هوگئین . حرف سوجهنی سی رهگئی . اکهتر برس جیا . بهت جیا . اب زندگی برسون کی نهین ، مهینون کی اور دنون کی هی . پهلا خط تمهارا پهنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاهده تمکو بهیجی گئی ، اور لکها گیا که نوید حصول صحت جلد بهیجو . کل ایك خط رجسٹری دار آیا . گویا ستارهٔ دنباله دار آیا . حیران که ماجرا کیا هی ؟ باری کهولا اور دیکها . خط نوید رفع مرض و حصول صحت سی خالی اور شکوههای بیجا سی لبریز .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۴۱۸ (۲) ایضاً ، ص ۲۰۷

ر — الف

صاحب! میری نام کا خط جہان سی روانہ ہو وہین رہ جای تو رہجای . ورنہ دلی کی ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا مجال ہی جو مجھ تك نہ پہنچی ؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخانی سی نہ روانہ ہو کیا معنی ؟ جہان پہنچی وہان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار ہی . مکتوب الیہ کو دین یا ندین . » (۱)

مرزا تفتہ کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا ھے ، کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین ھے . فرماتے ھین :

« بات یہ ہی کہ نامور آدمی کیواسطی محلہ کا پتا ضرور نہین . مین غریب آدمی ہون . مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی ہین تلف نہین ہوتی . بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہین ہوتا ، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا ہوتا ہی نہین . شہر کا نام ہوتا ہی . تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی . جانی اونکی بلاکہ بلی مارون کا محلہ کیا چیز ہی . » (۲)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا ھے :

« اور یہ بھی آپکو معلوم رہی ، کہ میری خط کی سرنامی پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہین . شہر کا نام اور میرا نام . قصہ تمام . » (۳)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبدیل کیا . مرزا تفتہ کو تردد ہوا کہ یہ مکان کس محلہ مین واقع ھے . اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئیے ارشاد ہوا ھے :

« یہ مکان بہ نسبت اوس مکان کی بہشت ہی . اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیمارون کا . اگرچہ ہی یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاك وہین پہنچتی . یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی ہین ، اور بی تکلف یہین پہنچتی ہین . بہر حال تم وہی « دلی ، بلیمارون کا محلہ » لکھکر خط بھیجا کرو . » (٤)

تفتہ ھی کو دوبارہ لکھا تھا :

« میری نام کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا . خدا جانی اوس پر کیا بجوگ پڑا ؟ » (۵)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا ھے :

« میری نام کا لفافہ جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گھر مین رہجای تو رہجای . ورنہ دلی کی ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا امکان ہی کہ تلف ہو ؟ » (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا . ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا . مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی . اس اطلاع پر ارشاد ہوتا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۷ (۲) ایضاً ، ص ۸۷ (۳) ایضاً ، ص ۲۵۱
(٤) ایضاً ، ص ۷۵ (۵) ایضاً ، ص ٦۸ (٦) ایضاً ، ص ۲٤۵

«وہ جو تمنے لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری همنام کی هاتھ جا پڑا. صاحب قصور تمهارا هو . کیون ایسی شہر مین رهتی هو جهان دوسرا میر مہدی بهی هو؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رهتا هون. نہ کوئی اپنا همنام هونے دیا . نہ کوئی اپنا (هم) عرف بننے دیا . نہ اپنا هم تخلص بهم پہنچایا .» (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے . حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیمارون کے محلہ مین چلے آئے تھے . لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رهے . جب خود انهین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اهلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی هدایت کردیجائے ، تب دوسرا پتا لکھا گیا . میرزا صاحب فرماتے هین :

« دبیران خاص بر عنوان نامه های پیشین نشان کلبهٔ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته‌اند و من از هفت هشت سال در محلهٔ بلیمار می مانم . سپس نشان این محله نگاشته شود .» (۲)

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب ، ص ۱٤

متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ھے، جو بظاھر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایك کڑی معلوم ھوتے ھین، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلئے اونکا مطالعه افادہ سے خالی نہین، اور اس لئے اونھین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ھے .

جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطه تھے . وہ یون تو ھر خط کا جواب فوراً لکھتے، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نه آنے دیتے . لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے . بسا اوقات ایسا ھوتا که یه جانتے ھوے که اب ڈاك کا وقت گزر چکا ھے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیه کو بتا دیتے که اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاك نہوسکا . مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ھے :

« جنابعالی ! آج دوشنبه ۳ جنوری سنه ۱۸۵۹ کی ھی . پہر دن چڑھا ھوگا .... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا که ڈاك کا ھرکارہ تمہارا خط لایا ... باآنکه خط جوابطلب نه تھا جواب لکھنے لگا . » (۱)

نواب انور الدوله بہادر شفق کو لکھا ھے :

« خداوند نعمت ! آج دوشنبه ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھی . اسوقت که بارہ پر تین بجی مین عطوفت نامه پہنچا . اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا . ڈاك کا وقت نرھا . خط کو معنون کر رکھتا ھون . کل شنبه ۱٦ فروری کو ڈاك مین بھجوا دونگا . » (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ھین :

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً، ص ۲۹۵

«آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك باره پر تین بجی تمهارا خط آیا . اودهر پڑها ادهر جواب لکهنی بیٹها .» (۱)

ایکبار میر مهدی مجروح کا خط صبح کی ڈاك سے موصول هوا . میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکها اور اوس مین تحریر کیا :

«مین نی تجویز کرلیا تها که جب کرنال سی خط آئیگا ، تو مین جواب لکهونگا . آج شنبه ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابهی کهانا پکا بهی نهین ، تبرید پیکر بیٹها تها ، که تمهارا خط آیا اور پڑها اور یه جواب لکها .» (۲)

انهین کو لکهتے هین :

«اسوقت تمهارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا . مجکو باتین کرنی کا مزا ملا ، تو دونون کا جواب ابهی لکهکر روانا کیا . اب مین روٹی کهانی جاتا هون .» (۳)

مرزا تفته کو تحریر کیا هے :

«آج سنیچر بار کو دو پهر کی وقت ڈاك کا هرکاره آیا ، اور تمهارا خط لایا . مین نی پڑها ، اور جواب لکها ، اور کلیان کو دیا . وه ڈاك کو لیگیا . خدا چاهی تو کل پهنچ جائی .» (٤)

معلوم هوتا هے که دسمبر سنه ۱۸۵۷ ع تك ڈاك کا هرکاره خط تقسیم بهی کرتا تها اور دلی سے باهر جانیوالے خطوط جمع بهی کیا کرتا تها . اسلئے که ایکبار مرزا تفته کا خط آیا . میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکهکر اوسیوقت هرکاره کو دیا اور آخر مین لکها :

«اسوقت تمهارا خط پهنچا ، اور اسیوقت مین نی یه خط لکهکر ڈاك کی هرکاره کو دیا .» (۵)

عذر تاخیر

چونکه میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تهے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامه کا جواب نه پانے کی شکایت لکهتا ، اور فی الحقیقت کسی وجه سے جواب مین تاخیر هوجاتی ، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکهدیتے . لیکن اگر شکایت پا در هوا هوتی تو اپنے اوپر کبهی ذمه داری نه لیتے اور صاف انکار کردیتے . ایکبار میر احمد حسن

(۱) اردوی معلی ، ص ٤١٢ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً ، ص ۸۰ (۵) ایضاً ، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا۔ اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ھین:

«آپ کے کسی خط کا جواب میری ذمہ باقی نہین ھے۔ [illegible] خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف ھو [illegible]» (۱)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا، تو ساتھ ھی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی۔ فرماتے ھین:

«بندہ پرور! آپکا خط کل پہنچا۔ آج جواب لکھتا ھون۔ [illegible] لکھتا ھون؟» (۲)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر ھوگئی تو اونہین لکھا:

«واہ واہ سید صاحب! تم تو بڑے عبارت [illegible] کرنے لگے۔ کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر مین ھون [illegible] کردیا ھے۔ آج جو بسبب ابر کے وہ سردی ھے، تو مین نے خط لکھنے کا قصد کیا ھے۔» (۳)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا، اور بکس مین رکھ لیا۔ کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد ھوا۔ اسکے متعلق اونہین تحریر فرماتے ھین:

«مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید [illegible] خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم
کل دو شنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی۔ صبح کو مین نے ایک شکایت نامہ لکھا، اور بیرنگ ڈاک مین بھیجدیا۔ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمہارا خط [illegible] میرزا تفتہ کا خط لایا۔ معلوم ھوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سے مانگتا ھون، وہ نہین پہنچا۔ کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ھوئی۔ [illegible] تفتہ کے خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنے لگا۔ بکس مین سے وہ تمہارے نام کا خط نکل آیا۔ [illegible] سمجھا کہ خط لکھکر بھول گیا ھون، اور ڈاک مین نہین بھیجا۔ [illegible] کی اور چپ ھو رھا۔ متوقع ھون کہ میرا قصور معاف ھو۔» (٤)

ایک مرتبہ میرزا صاحب نے تفتہ کو خط لکھا۔ اونکی طرف سے جواب نہ ملا۔ بلکہ خط آیا تو اولٹی خط نہ بھیجنے کی شکایت درج تھی۔ میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے ھین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۰ (۲) ایضاً، ص ۲٦۸ (۳) ایضاً، ص ۱۷٤ (٤) ایضاً، ص ۲۵۵

«آج پنجشنبہ کی دن ۱۸ نومبر کو تمھارا خط آیا، اور مین آج هی جواب لکھتا هون. کیا تماشا هی که تمھارا خط پہنچتا هی، اور میرا خط نہین پہنچتا؟» (۱)

لیٹے لیٹے لکھتے

میرزا صاحب کی وضعِ خطوط نویسی اسدرجه پخته هوچکی تھی، که شدتِ مرض اور زیادتیِ ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نهونے کی حالت مین بھی جوابِ خط سے دوستون کو محروم رکھنا گوارا نکرتے، اور لیٹے لیٹے جواب لکھتے تھے. چنانچه ایکبار فروری سنه ۱۸۵٤ ع مین تپ و لرزه کا شدید دوره هوا. ابھی مرض کی شدت باقی تھی که مرزا تفته کا خط آگیا. میرزا صاحب نے اوسی حالتِ ضعف مین جواب دیا، اور اوس مین لکھا:

«مین چار دن سی لرزی مین مبتلا هون... اتنی سطرین مجھ سی بهزار جر ثقیل لکھی گئی هین.» (۲)

صاحبعالم صاحب مارهروی کو بحالتِ بیماری لکھا هے:

«جو کچھ لکھنا هوتا هی وه بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا هون.» (۳)

اسیطرح ایك مرتبه خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کا خط آیا، تو میرزا صاحب کو اوٹھنا بیٹھنا دشوار تھا. لیکن اوسی حالت مین جواب لکھکر آخر مین فرمایا:

«باره پر دو بجی هرکاره نی آپ کا خط دیا. پلنگ پر پڑی پڑی خط پڑھا، اور اوسیطرح جواب لکھا.» (٤)

سنه ۱۸٦۲ ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بھرا هوا تھا، اور بالخصوص سیدھے هاتھ کے پھوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل هوتی جاتی تھی؛ لیکن اس حالت مین بھی خطون کے جوابات برابر بھیجتے رهے. چودھری عبد الغفور سرور کو لکھتے هین:

«اشعار کی اصلاح یك قلم موقوف. خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا هون. دو خط چودھری

(۱) اردوی معلی، ص ۷۰ (۲) ایضاً، ص ۷۸ (۳) ایضاً، ص ۲۰۳ (٤) عود هندی، ص ۱۷٤

صاحب کی آئی ، اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نہ لکھ سکا . آج اپنی کو طعنی دیگر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی . » (۱)

انھین کے ایک خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوئے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے ہین . لیکن استشہاد مین انکا کوئی شعر یاد نہین آتا تو کہتے ہین :

« یاد کیا آوی . لیٹا ہوا ہون . دمبدم پاوں کی ورم کی تپس ہوش اوڑائی دیتی ہو . انا للہ وانا الیہ راجعون ! » (۲)

اسی زمانہ مین مرزا تفتہ کو لکھا ہے :

« مین ناتوان بہت ہوگیا ہون . گویا صاحب فراش ہون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون . ورنہ پڑا رہتا ہون . لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون . » (۳)

ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجہ پیرانہ سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون ہونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاہم اس حالت مین یہ کبھی نہوا کہ کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا ہو . ہاتھ مین رعشہ اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کر کے ارباب ادب سے التجا کی تھی کہ آیندہ جواب خط اور اصلاح اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بھی برابر خطوط چلے آتے تھے . اس زمانہ مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رہتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاہ قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ہین :

« مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہو . تحریر کا تارک نہین ہون ، بلکہ متروک ہون .... اگر تمہاری خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہو نہ مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنہ ۱۸٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بھی خبر ہو . ضعف نہایت کو پہنچ گیا . رعشہ پیدا ہو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل ہوگئی . جہانتک ہوسکا احباب کی خدمت بجا لایا ،

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۳) ایضاً ، ص ۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۲۱

اوراق اشعار لیٹی لیٹی دیکھتا تھا، اور اصلاح دیتا تھا. اب نہ آنکھ سی اچھی طرح سوجھی، نہ ہاتھ سی اچھی طرح لکھا جائی. کہتی ہین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کی خدا نی فرض اور پیمبر نی سنت معاف کردی تھی. مین متوقع ہون کہ میری دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین. خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سی ہوسکیگا لکھدیا کرونگا. زیادہ حد ادب.» (۱)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے ہین :

«تم میری بات پوچھتی ہو. مگر مین کیا لکھون؟ ہاتھ مین رعشہ. انگلیاں کہنی مین نہین. ایک آنکھ کی بینائی زایل. جب کوئی دوست آجاتا ہو، تو اوس سی خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون.» (۲)

جون سنہ ۱۸٦۷ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ہوے فرماتے ہین :

«میرا حال امی سی جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا. آگی لیٹی لیٹی لکھتا تھا. اب رعشہ و ضعف بصارت کی سبب سی وہ بھی نہین ہوسکتا.» (۳)

انہین کو اگست سنہ ٦۷ ع مین لکھا ہے :

«آگی مین لیٹی لیٹی کچھ لکھتا تھا. اب وہ بھی نہین ہوسکتا. ہات مین رعشہ. آنکھون مین ضعف بصر. کوئی متصدی میرا نوکر نہین. دوست آشنا کوئی آجاتا ہو تو اوس سی جواب لکھوا دیتا ہون. بھائی! مین تو اب کوئی دن کا مہمان ہون. اور اخبار والی میرا حال کیا جانین؟ ہان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والی کہ یہ یہان کی رہنی والی ہین، اور مجھسی ملتی رہتی ہین. سو اونکی اخبار مین مین نی اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہی. اور اوس مین مین نی عذر چاہا خطون کی جواب سی اور اشعار کی اصلاح سی. اوس پر کسی نی عمل نکیا. ابتک ہر طرف سی خطون کی جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحون کی چلی آتی ہین، اور مین شرمندہ ہوتا ہون. بوڑھا، اپاہج، پورا بہرا، آدھا اندھا. دنرات پڑا رہتا ہون.» (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواہش کی تھی. اونہین ٦ اپریل سنہ ۱۸٦۸ ع کو لکھتے ہین :

«آپ جو فرماتی ہین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر. آگی اتنی طاقت باقی تھی، کہ لیٹی لیٹی کچھ لکھتا تھا. اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی. ہاتھ مین رعشہ

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ٤۰ (۳) ایضاً، ص ۳۳ (٤) ایضاً، ص ۲۰

پیدا ہوگیا ۔ بینائی ضعیف ہوگئی ۔ متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہین ۔ عزیزون اور دوستون مین سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے ۔» (۱)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی کہ اب میرزا صاحب کو افاقہ ہے ۔ اونھون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاہی ۔ اسپر تحریر فرماتے ہین :

«وہ جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے ۔ آگے ناتوان تھا ۔ اب نیمجان ہون ۔ خط نہین لکھ سکتا ۔ ایک لڑکے سے یہ چند سطرین لکھوادی ہین ۔ جو مین کہتا گیا ہون ، وہ غریب لکھتا گیا ہے ۔» (۲)

اپنی اس مجبوری کے زمانہ مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اعزہ کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے ۔ نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا ۔ وہ روزگار کی تلاش مین الور گئے ۔ دلی مین بیوی اور ایک بچی چھوڑ گئے تھے ۔ میرزا صاحب سے امید تھی کہ اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رہین گے ۔ لیکن میرزا صاحب ، جو اب معذور ہوچکے تھے ، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے ۔ ایکبار اونھون نے شکایت کی ۔ میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا :

«بھئی جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا ۔ بھائی ! اب میری اونگلیان نکمی ہوگئی ہین ، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہے ۔ دو سطرین نہین لکھ سکتا ۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہین ۔ جب کوئی دوست آجاتا ہے مین اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون ۔ پرسون کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا ۔ اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئے ۔ مین نے اونسے یہ خط لکھوا دیا ۔» (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۸ (۲) ایضاً ، ص ۲٤٦ (۳) ایضاً ، ص ۳۲۱

طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور ہرگوپال تفتہ کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا ہوا. ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاہی. لیکن اوس عہد تك مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار ہوتا تھا، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تھا. چنانچہ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انہون نے یہی لکھدیا تھا، کہ اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازك پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاہر کرنا مشکل ہے. اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کہان جو کوشش کیجائے؟ لہذا مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے.[1] علاوہ ازین انہون نے اردو مراسلت کاوش پژوہی سے بچنے کیلئے شروع کی تھی، اور اسوجہ سے کبھی قلم سنبھالکر اور دل لگاکر کوئی خط نہ لکھا تھا. ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطرہ ہوا کہ کہین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکھکر شکوہِ سخنوری پر نکتہ چینی نہ کرنے لگین، اور اردو کا یہ پھیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شہرت پر دھبا نہ لگادے. اسلئے ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکھا:

« اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہین یہ بھی زاید بات ہے. کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نے قلم سنبھالکر اور دل لگاکر لکھا ہوگا. ورنہ صرف تحریر سرسری ہے. اوسکی

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۳ و ۳۶۶ و ۳۶۷ پر وہ خطوط ملاحظہ ہون جن مین میرزا صاحب نے اردو نثر لکھنے سے انکار کیا ہے. اور ساتھ ہی اس انکار کی وجوہ بھی بتائے ہین.

شہرت میری سخنوری کی شکوہ کی منافی ہی ۔ اس سی قطع نظر کیا ضرور ہی کہ ہماری آپس کی معاملات اوروں پر ظاہر ہوں ؟ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ہی ۔ » (۱)

اسی اثنا میں مرزا تفتہ کا پرزور نیازنامہ آیا ۔ اوسکو پڑھکر ۲۰ نومبر سنہ ۵۸ ع کو ادھر منشی شیو نراین کو لکھا :

« رقعوں کی چھاپی کی باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں ۔ البتہ اس باب میں میری رای پر تمکو اور مرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہی ۔ » (۱)

اور اوسطرف مرزا تفتہ کی ہٹ کے جواب میں مشفقانہ تحریر کیا :

« رقعات کی چھاپی جانی میں ہماری خوشی نہیں ہی ۔ لڑکوں کی سی ضد نکرو ۔ اور اگر تمہاری اسی میں خوشی ہی تو صاحب مجھ سی نہ پوچھو ۔ تمکو اختیار ہو ۔ یہ امر میری خلاف رای ہی ۔ » (۲)

اسکے بعد ان دونوں نے طباعتِ مکاتیب کے سلسلہ میں کچھ نہیں لکھا ۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تھا ۔

مکتوبات غالب کا پہلا مجموعہ ۔ مہرِ غالب

اس واقعہ کے دو سال بعد سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸۶۱ ع) میں چودھری عبد الغفور سرور مارھروی اور منشی ممتاز علیخان رئیس میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تہیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے ۔ ترتیب کا کام سرور کے سپرد ہوا اور طباعت کا ذمہ ، ممتاز علیخان نے لیا ۔ مجموعہ کا سرور نے « مہرِ غالب » نام رکھا اور اوسکے دیباچہ میں لکھا :(۳)

« ارباب علوم کو معلوم ہو کہ مین انکسار ظہور ، عبدالغفور متخلص بہ سرور ، مارھروی بدو شعور سی اہل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواہان تھا ۔ جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب ، جناب اسد اللہ خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا ، یکتا پایا ۔ ترسیل

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۶۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) اگرچہ سرور نی سنہ ۱۸۶۱ ع میں میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلی تھی ۔ لیکن دیباچہ لکھنی کی نوبت سنہ ۱۸۶۳ ع میں آئی ، جب کہ کتاب پریس کو جا رہی تھی ۔ اسلئی کہ عود ہندی (ص ٤٧) میں میرزا صاحب کا ایک خط اس دیباچہ کی تعریف میں درج ہی ، جو اسلئی سنہ ۱۸۶۳ ع کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہی کہ اس میں میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حوالہ دیا ہی ، اور ماقبل کا خط کثرت بثور و اورام کی داستان پر مشتمل ہی ، جو سنہ مذکورہ کا واقعہ ہی ۔

مراسلات مین قدم بڑھایا . ھر کتابت کا جواب آیا . .... جو نامـہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور ھر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسازیادہ ھی . جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا ھی . جس کان نی سنا وہ شنوا ھی . پس تنھا متلذذ ھونا اور آپ ھی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا . دل مایل تمـام بشھرت عام ھـوا . اور ھنوز یہ قصد ناتمام تھا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحیـد دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارھرہ ھوی ... ایك روز محفل ممدوح مین ذکر ھمہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا . ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلـکشا ھی . فارسی کا کیا کہنا ! اردو بھی یکتا ھی . نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع ھوا . لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رھا . اگر وہ خطوط کہ بنام تمھاری آئی اور تم نی سـنائی ھین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا ھون . اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا . منتہای خاطر ظہور مین آیا . وہ مکتوب کہ بنـام مـیری آئی تھی ترتیب دیئی . گویا جواھر بی بہا کان قلمدان سی نکالـکر کشتیء اوراق مین جمع کئی . چونکہ محبت جناب غالب مـیری حال پر بہت غالب ھی ، لھذا نام اس انشا کا « مہر غالب » (بکسر میم) مناسب ھی . سـال ختم تالیف بھی اس نام سی مطابق پایا . » (١)

یہ تجویز پاس ھوگئی اور منشی ممتـاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے . لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونھین خیال پیدا ھوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کرکے اس مجموعـہ مین شامل کئے جائین . اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونھین ایك اور مجموعـہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رھا تھا .

مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رھے تھے . انھون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صـاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواھش کی تھی ، کہ اون تمـام خطون کی نقول بھی مہـیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے ھین . مـیرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیـا تھا . لیـکن اوسوقت تك اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی ھو . روزمرہ

(١) عود ھندی ، ص ٥ و ٦ .

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطوں کو خارج کردیا جائے۔ اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا :

«آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبهی اردو خط نهین لکها۔ هان ذکا کو غزل اصلاحی کے هر شعر کے تحت مین منشاء اصلاح کی آگهی دیجاتی هی۔ نوابصاحب کو یون لکها جاتا هی : «کہار آیا۔ خط لایا۔ آم پہنچی۔ کچھ بانٹی۔ کچھ کهائی۔ بچون کو دعا۔ بچون کی بندگی۔ مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام»۔ یه تحریر اس هفته مین گئی هی۔ غرضکه عامیانه لکهنا اختیار کیا هی۔ اب یه عبارت جو تمکو لکهه رها هون یه لایق شمول مجموعهٔ نثر اردو کہان هی؟ یقین جانتا هون که ایسی سطرون کو آپ خود نه درج کرینگے۔» (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کو ایك خط لکھا تھا، اوسکی نقل بیخبر کو روانہ کرتے ہوئے تمہیداً تحریر کرتے ہین :

«پیر و مرشد! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر مین کلکته مین، مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی۔ میری اونکی ملاقات نهین۔ اونهون نے اپنا دیوان چهاپکر کا موسوم به «دفتر بیمثال» مجکو بهیجا۔ اوسکی رسید مین یه خط مین نے اونکو لکها۔ چونکه یه خط مجموعهٔ نثر اردو کے لایق هی، آپ کے پاس ارسال کرتا هون۔» (۲)

لیکن ان نجی خطون کی موجودگی سے معلوم ہوتا ہے کہ بیخبر نے اونکے اس مشورہ کو نہ مانا، اور ہر قسم کے خط شامل مجموعہ کرلیئے۔

مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تھا کہ بیخبر اس مجموعہ کو اله آباد مین، جہان وہ مقیم تھے، طبع کرائینگے۔ اسلئے ایك انگریز کے استفسار کے سلسلہ مین بیخبر کو لکھا :

«جناب کیمس صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا۔ کچھ اردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا۔ اوسکا جواب لکھ بھیجا۔ نظم و نثر اردو طلب کی تھی۔ مجموعهٔ نظم بهیجدیا۔ نثر کے باب مین تمهارا نام نهین لکها۔ مگر یه لکهاکه اله آباد مین وه مجموعه چهاپا جاتا هی۔ بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سے منگا کر بهیجدونگا۔» (۳)

(۱) عود هندی، ص ۱۷٤
(۲) ایضاً، ص ۱۲۵
(۳) ایضاً، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے. میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاہر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

«حضرت پیر و مرشد! اس سی آگی آپکو لکھ چکا ہون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سی میری ملاقات ھو، اور وہ میری دوست ھین.» (۱)

طباعت مین تاخیر

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنہ ٦۱ ع مین شروع کیا. میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نہ تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنہ ٦٥ ع مین یہ سلسلہ ختم کردیا. لیکن میرزا صاحب نے، جو سنہ ٦٣ ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ھوکر تقاضا شروع کردیا. چنانچہ ایک خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

«اور ھان حضرت! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم. چھپ چکا ھو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ھمت اقتضا کری فقیر کو بھیجئی.» (۲)

احباب کے تقاضے

اس مجموعہ کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تھین. اسلئے پبلک مین کافی شہرت ھوچکی تھی. جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ھوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے. ان تقاضون سے پریشان ھوکر میرزا صاحب نے ۷ مارچ سنہ ۱۸٦٤ ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

«ھان حضرت! کہیے. منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

---

(۱) عود ھندی، ص ۱۳۸ (۲) ایضاً، ص ۱۲٥

چھپ گا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب ہین. بلکہ بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہی.» (۱)

پنجاب احاطے کی مانگ

ان تقاضا کر نیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصہ زندہ دلانِ پنجاب نے لیا تھا. ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علیخان کیا کر رہی ہین؟ رقعی جمع کئی اور نہ چھپوائی. فی الحال پنجاب احاطہ مین اونکی بڑی خواہش ہی. جانتا ہون کہ وہ آپکو کہان ملینگی جو آپ اون سی کہین. مگر یہ تو حضرت کے اختیار مین ہی کہ جتنی میری خطوط آپکو پہنچی ہین وہ سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین. جی یون چاہتا ہی کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو.» (۲)

میرزا صاحب کا دیباچہ

غالباً اس کے جواب مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ مجموعۂ نثرِ اردو کیلئے دیباچہ لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے. اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش ہون. اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہی. خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہون. اس حال مین دیباچہ کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچہ لکھنے کی درخواست کی تو اونھین ظریفانہ انداز مین لکھا:

«بندہ پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، کہ عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہین ہو جاتا. مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچہ پر موقوف ہی، تو اوس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہون. سعدی علیہ الرحمہ فرماتی ہین:

رسم است کہ مالکان تحریر * آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروہ یعنی مالکان تحریر مین سی ہین. پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتی؟» (٤)

---

(۱) عود ہندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳۵ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۳۷

عود ہندی

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے۔ منشی صاحب نے چودھری عبـــد الغفور سرور اور خواجہ صاحب کے مجموعہای مکاتیب کو یکجا کرکے «عودِ ہندی» نام رکھا، اور خود دیبـاچہ لـکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی:

«... نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نہین ... سارا ہند اونہین جانتا ہی۔ ایران تك اونکی جادوبیانی کا چرچا ہی۔ مجھی مدت سی اسکا خیال تھا کہ فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب ہوئین، اور چھاپی گئین۔ ... مگر کلام اردو نی سوای ایك دیوان کی ترتیب نپائی۔ یہ دولت ارباب شوق کی ھاتھ نہ آئی۔ حالانکہ نثر اردو اونکی اوروں کی فارسی سی ہزار درجہ بہتر ہی۔ یہ سلاست بیان، یہ شستگی زبان، روزمرہ کی صفائی، اداؤن کی شوخی، کسی کو کب میسر ہی؟ اوسی بھی ترتیب دیجئی۔ قدر دانون پر احسان کیجئی۔ میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکتنا چودھری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یہ ذکر آیا، تو اونھون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تھی، سب کو ایك جا کرکی اور اوسپر ایك دیباچہ لکھ کی، وہ مجموعہ عنایت کیا۔ عرصہ تك سرگرم تلاش رہا۔ جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بہم پہنچائین۔ بڑی محنت اوٹھائی، تب تمنا بر آئی، اور مجموعہ مرتب ہوا۔ آج پورا اپنا مطلب ہوا۔

خواجہ غلام غوث خانصاحب بہادر بیخبر تخلص، جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالك مغربی و شمالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص ہین، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رہی۔ بہت کچھ ذخیرہ اونکی بدولت بہم پہنچا۔

اس کتاب کی دو فصل اور ایك خاتمہ ہی۔ پہلی فصل مین چودھری صاحب کی مرتب کیے ہوی خطوط اور اونکا لکھا ہوا دیباچہ، دوسری فصل مین میری جمع کیے ہوی رقعات، اور خاتمہ مین چند نثرین ہین، جو جناب غالب نی اوروں کی کتابون پر تحریر فرمائی ہین۔ «عود ہندی» اس کتاب کا نام ہی۔» (۱)

عود ہندی کا سال طباعت

عودِ ہندی کا یہ اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

(۱) عود ہندی، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا ۔ کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی ۔ خاتمه حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا ۔ آخر مین چار تاریخی قطعے اضافه کیے گئے ۔ ان مین ایك قلق کا ، ایك اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا ، اور بقیه دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے ھین ۔

ان قطعات سے معلوم ہوتا ھے که سنه ۱۲۸۵ ھجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ آخری صفحے کے نچلے گوشه مین ۱۰ رجب سنه ۱۲۸۵ ھجری درج ھے ، جس سے تاریخ و ماه بھی متعین ھو جاتے ھین ۔

میور صاحب کی نذر

آخری قطعـه کے مطالعـه سے ایك نئی بات یه معلوم ھوتی ھے ، که منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنر ممالك مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعه نسخه نذر گزرانا تھا ۔ سر ولیم میور علومِ مشرقیه کے عالم تھے ۔ خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے ، جو عودِ هندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریك تھے ، طابع کو مشوره دیا ھوگا که مطبوعـه نسخه صوبه کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین ۔ اوس زمانه مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ھوئی تھین ۔ گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیـا کرتی تھی ۔ اسلئے بعیـــد نہین که منشی صاحب کو بھی کچھ روپیه ملـگیا ھو ۔

میرزا صاحب کا حق تصدق

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ھوے بیخبر کو لکھا تھا :

« اور ھـان حضرت ! وه مجموعه چھپیگا بالفتح نا چھپیگا بالضم ۔ چھپ چکا ھو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کری نقیر کو بھیجیے ۔ » (۱)

یه امر یقینی ہے که عودِ ہندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع ہوئی۔۔ اسلئے بظاہر یه خیال ہوتا ہے که میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا ہوگا۔ لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نہین پایا جاتا۔ بنابرین اس بارہ مین کسی قطعی رای کا اظہار غیر مناسب ہے۔

عود کی رقعات کی تعداد

عودِ ہندی کے کل رقعات کی تعداد ۱٦۲ ہے۔ ان مین ۲۵ چودھری عبد الغفور سرور کے نام، ۲ صاحبعالم مارہروی کے نام، ۲ شاہ عالم مارہروی کے نام، ۲۰ نواب انور الدوله بہادر شفق کے نام، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام، ۳۱ میر مہدی مجروح کے نام، ۱ میر سرفراز حسین کے نام، ۱ میرزا علاء الدینخان بہادر علائی کے نام، ۱ مرزا تفته کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ۲۵ خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کے نام، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام، ۱ ظہیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام، ۱ نواب مصطفی خان شیفته کے نام، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم الله صاحب کے نام ہے۔

ان خطوط کے علاوہ دو تقریظین، مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ، اور تین دیباچے، حدایق الانظار کا دیباچه، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچه، اور مرزا کلب حسین خان بہادر کے مجموعۂ قصاید کا دیباچه بھی کتاب مین شامل ہین۔ نیز

(۱) عود ہندی، ص ۱۲۵

ایك خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجہ سے منشی ممتاز علیخان بہادر کی نظر مین شاملِ مجموعہ ہونے کے قابل تھا۔

مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعہ

ابھی عودِ ہندی طبع ہونے نہ پائی تھی، کہ اطرافِ ہند سے میرزا صاحب کے مجموعۂ خطوط کی مانگ شروع ہوگئی۔ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر کو اونکے مرتب کردہ مجموعہ کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا۔ لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نہ چھپی، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی ہوگئی۔ احبابِ دھلی نے یہ دیکھ کر، کہ میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پہلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے، تہیا کیا کہ اس شرف کو خود حاصل کرین، اور مالكِ اکمل المطابع دھلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آمادہ کرلیا۔ اب خطوط کی فراھمی کا مسئلہ باقی رھتا تھا۔ وہ اسطرح حل ھوگیا کہ خود میرزا صاحب، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر ھوچکے تھے، اس مین ھاتھ بٹانے کیلئے تیار ھوگئے۔ چنانچہ چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے، اور رفتہ رفتہ کافی ذخیرہ فراھم ھوگیا۔ اس سلسلہ مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بہادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے۔ بقیہ اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نہین بھیجین۔ اسلئے کچھ نہین کہا جاسکتا کہ وہ کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا۔

نواب علاء الدین خان بہادر کو سب سے پہلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوھارو پہنچنے کے بعد لکھا ھے۔ فرماتے ھین:

«مقصود ان سطور کی تحریر سی یه هی که مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کی جمع کرنی پر اور اوسکی چهپوانی پر آماده هوی هین. مجهسی مسودات مانگی هین، اور اطراف و جوانب سی بهی فراهم کیی هین. مین مسوده نهین رکهتا. جو لکها وه جهان بهیجنا هو وهان بهیجدیا. یقین هی که خط میری تمهاری پاس بهت هونگی. اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بهیجدوگی، یا آج کل مین کوئی ادهر آنیوالا هو اوسکو دیدوگی، تو موجب میری خوشی کا هوگا، اور مین ایسا جانتا هون که اوسکی چهاپی جانی سی تم بهی خوش هوگی.» (۱)

نواب علاء الدین خان بهادر نے اس خواهش کی تکمیل مین پس و پیش کیا. میرزا صاحب نے سمجها که غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کر رهے هین. اگرچه کچه عرصه قبل خود میرزا صاحب نے تفته کو یه کهکر اشاعتِ خطوط سے روکا تها که نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور هے؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیده بدل چکا تها. چنانچه نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا:

«میری خطوط اردو کی ارسال کی باب مین جو کچه تمنی لکها تمهاری حسن طبع پر تم سی بعید تها. مین سخت بیمزه هوا. اگر بیمزگی کی وجوه لکهون تو شاید ایك تختهٔ کاغذ سیاه کرنا پڑی. اب ایك بات موجز و مختصر لکهتا هون. سنو بهائی! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور هو، اور شهرت تمهاری منافی طبع هو، تو هرگز نه بهیجو. قصه تمام هوا. اور اگر اونکی تلف هونی کا اندیشه هی، تو میری دستخطی خطوط اپنی پاس رهنی دو، اور کسی متصدی سی نقل اوترواکر، چاهو کسی کی هاته چاهو بسبیل پارسل، ارسال کرو، لیکن جلد. خدا کی واسطی! کهین غصه مین آکر «عطای تو بلقای تو» کهکر اصل خطوط نه بهیجدینا، که یه امر میری مخالف مقصود هی.» (۲)

معلوم هوتا هے که اس خط کے بعد بهی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تها؛ مگر میرزا صاحب نے پهر اس کے متعلق کچه نه لکها، اور جب اونهون نے اصلِ خطوط بهیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا، تو صبح شنبه ۳۰ مئی سنه ۱۸۶۳ع کو از راهِ معذرت لکها:

«لاموجود الا الله. اوس خدا کی قسم! جسکو مین نی ایسا مانا هی، اور اوسکی سوا کسی کو موجود نهین جانا هی، که خطوط کی ارسال کو مکرر نه لکهنا از راه ملال

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۸ (۲) ایضاً، ص ٤۲۳

نه تها ۔ طالب کی ذوق کو سست پاکر [illegible] هوگیا ۔ متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر هے ۔ [illegible] لاگت بهت کر جائیگا ۔ مین متوسط کو مهتمم سمجها تها ۔ اور [illegible] که یه چهپوائیگا ۔ ٣٠ رقعی ایک جگه [illegible] لیکر اوسکو [illegible] ۔ اوسکی [illegible] طالب رقعات به تکلیف سوداگر لکهی ۔ اور [illegible] سوداگر کو [illegible] ۔ ظاهرا کتابین لیکر کهین گیا هوگا ۔ (یا) کتابین [illegible] هوگا [illegible] ٢٣ [illegible] ٣٠ متوسط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رهین گی ۔ اگر متوسط [illegible] ۔ کرکے [illegible] خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بهیجدونگا ۔ ورنه تمهاری [illegible] ۔ (١)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعد هی مهتمم مطبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین ۔ میرزا صاحب یکشنبه ٣٠ محرم الحرام سنه ١٢٨٠ ھ مطابق ٢١ جون سنه ١٨٦٣ ع کو اصل خطوط واپس کرکے لکهتے هین :

« میری جان ! مرزا علی حسین [illegible] ۔ اونکو دی ۔ اب تمهاری پاس [illegible] ۔ (٢)

اردوی معلی

مکاتیب کا یه تیسرا مجموعه « اردوی معلی » کے اسم سے موسوم هوا میر مهدی مجروح نے اسکا دیباچه اور میرزا قربان علی بیگ سالک نے خاتمه لکها ۔ کتاب دو حصون مین منقسم هوئی ۔ « پہلے حصه مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے ۔ تا طلبای مدرسه فائده اوٹهائین ۔ دوسرے حصے مین مطالبِ مشکله کی تحریر اور تقریظ وغیره لکهی » ۔ [٣] لیکن غالباً پہلی بار صرف حصهٔ اول شایع هوسکا ۔ اس لئے که کتب خانهٔ عالیهٔ رامپور مین جو نسخه موجود هے وه مکمل هوتے هوئے صرف حصهٔ اول پر مشتمل هے ۔

اردوی معلی کا سال طباعت

بظاهر یه یقین کرنے کے تمام وجوه موجود تهے که مکاتیب کا یه مجموعه جلد از جلد شایع هوگا ۔ لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹھ هی کو ودیعت کیا تها ۔ عودِ هندی ١٠ رجب سنه ١٢٨٥ ھ

(١) اردوی معلی ، ص ٤٢٨ (٢) ایضاً ، ص ٤٠٩ (٣) ایضاً ، ص ٥

کو شایع ہوگئی ، اور اردویِ معلی کو یہ دن بھی نصیب نہوا کہ اپنے خالقِ مجازی کا دیدار کرلیتا . اسلئے کہ حسبِ تصریحِ خاتمۂ طبع یہ مجموعہ جمعہ کے دن ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ مطابق ٦ مارچ سنہ ۱۸٦۹ع کو چھپ کر تیار ہوا ،(۱) اور میرزا صاحب نے ۲ ذیقعدہ سنۂ مذکور کو وفات پائی . اس حساب سے اونکے انتقال سے ۱۹ دن کے بعد کتاب تمام ہوئی . سالك نے سالِ طبع لکھا :

کیا کہون ! کچھ کہا نہین جاتا ☆ لب پہ نالون کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ☆ سببِ رنجِ خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع و سالِ وفات ☆ «آج اونکا سخن تمام ہوا»
۱۲۸۵

مقام طباعت اور حق تصنیف

اردویِ معلی دلی کے مطبعِ اکمل المطابع مین طبع ہوا . حکیم غلام رضا خان اس کے مالك ، میر فخر الدین مہتمم ، اور لاله بہاری لعل منشی تھے .(۲)

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع ہوا کہ اسکا حقِ تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا ہے ، اور ایك رقعہ بطورِ سند لکھدیا ہے . لهذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چھاپنے کا قصد نکرین . اسکے بعد میرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر چھپی :

« پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص ہیچمدان کہتا ہی اور لکھدیتا ہی کہ یہ جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دہلی مین چھاپا ہوا ، سو مین نی از راہ فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا ہی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا . اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چھاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذہ سی محفوظ نرہین گی . اور فوراً حسب منشاء قانون بستم، سنہ ۱۸٤۷ع سزا پائینگی . (مہر نجم الدولہ دبیر الملك اسد الله خان بہادر نظام جنگ ۱۲٦۷) » (۳)

(۱) اردوی معلی، ص ٤٥٨ (۲) ایضاً ، ص ٥ و ٤١٤ (۳) ایضاً، ص ٤٦٤

اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوی معلی حصۂ اول کا پہلا ایڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل ھے. ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچہ کے ھین. پانچوین صفحے کی پندرھوین سطر سے خطوط شروع ھوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرھوین سطر پر ختم ھوتے ھین، اور باقی چار سطرین خاتمۃ الطبع پر مشتمل ھین. صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تك میرزا قربان علی بیگ سالك کا خاتمہ ھے. اسکے بعد منشی جواھر سنگھ جوھر کی تاریخ طبع ھے، اور پھر اسی صفحہ کی گیارھوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرھوین سطر تك تصحیح اغلاط کا نقشہ دیا ھوا ھے. بعد ازان میرزا صاحب کا اعلان عطیۂ حق تالیف ھے. شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج ھے. یہ میرزا صاحب کی زندگی ھی مین چھپ گیا تھا. اسلئے اس مین اونھین مرحوم نہین لکھا گیا ھے.

رقعات کی تعداد

اردوی معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ ھے. ان مین ۱۰ نواب میر غلام بابا خان بہادر کے نام، ۲۹ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ۱۰ منشی حبیب الله خان ذکا کے نام، ۸۹ منشی ھرگوپال تفتہ کے نام، ۳ شاھزادہ بشیر الدین صاحب بہادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ١٦ چودھری عبدالغفور سرور مارھروی کے نام، ۲ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤۳ میر مہدی مجروح کے نام، ۲ شاہ عالم صاحب کے نام، ۲ صاحب عالم صاحب کے نام، ۱ مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کے نام، ۱ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ۱۱ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ۲ مردان علیخان رعنا مرادآبادی کے نام، ۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ۱ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ۱ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ۲۳ عضد الدوله حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ۱ حکیم ظہیر الدین

احمد خان کے نام، ۱ نجم الدین حیدر خان کے نام، ٥ نواب میر ابراھیم علیخان بہادر وفا کے نام، ۲ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ۱۱ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ۱ تفضل حسین خان کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ۲ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ۱ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ١٤ خواجه غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص به بیخبر کے نام، ۱ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بہادر نیر کے نام، ۷ مرزا شہاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ۱۹ نواب انور الدوله سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ۳ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ سالك کے نام، ۲ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ۱۲ یوسف مرزا صاحب کے نام، ۳۳ منشی شیونراین کے نام، ۲ بابو ھرگوبند سہای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بہادر رئیس لوھارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بہادر علائی کے نام، ۱ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ۲ میر احمد حسین میکش کے نام، ۱ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ۱ حکیم غلام رضا خان کے نام، ۳ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ۲ منشی جواھر سنگھ جوھر کے نام، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام، اور ۲ منشی بہاری لال مشتاق کے نام ھین ۔

اردوی معلی حصۂ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایك انتقال کے صدمه نے مہتممین اشاعت اردوی معلی کو حصۂ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشته خاطر کردیا، اور یه حصه دیباچه کے وعده کے باوجود شایع نہوسکا۔

ث — الف

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مهتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا۔ خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین « اس حصه مین خاصکر وہ رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین »۔

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعدہ کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجودہ حصۂ دوم نے اونکے ارادہ کی تکمیل کردی۔ لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیرہ خواجه صاحب کو نهین ملا۔ ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے۔

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ۵٦ صفحات پر مشتمل هے۔ ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے۔ اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین۔ بعد ازان شاہِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین۔ انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین۔ یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین۔ انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ۵ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ۵ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزادہ بشیرالدین کے نام، ۱ کیسول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوھر کے نام ، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام ، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ھین .

ضمیمۂ اردوی معلی

ســـنه ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب ، تاجرِ کتب لاھور ، نے اردوی معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ھوا ایك ضمیمه بھی شایع کیا ھے ، جو اوسوقت تك غیر شایع شده ۲۳ خطوط پر مشتمل ھے . ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ھے .

اس ضمیمه کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ھین ، جو پبلشر کو آغا محمد باقر ، ایم-اے ، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دھلوی سے دستیاب ھوے تھے .

مکاتیب غالب . میرزا صاحب کی خطوط کا آخری مجموعه

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعه « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رھا ھے ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے .

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت باره سال تك جاری رھی . اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ھوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی . لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصه محفوظ نہین ره سکا . صرف وه خطوط دست بردِ زمانه سے بچ گئے ھین ، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے .

سرکاری خط وکتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے ، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رھتی تھی ؛ لیکن بدقسمتی که بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشه سے

کوئی مکتوب دستیاب نہوا۔ ایك خط اگرچه ایك غیر سرکاری مکتوب الیه کے نام تھا، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعه مین شامل کردیا گیا ھے۔

مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ ھذا کے مکاتیب کی تعـداد ۱۱۵ ھے۔ ان مین سے ٤١ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارك مین، ۲ صاحبزاده سید زین العابدین خان بہادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ۱ خلیفه احمد علی رامپوری کے نام، اور ۱ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام ھے۔

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیه اردو مین ھین۔ چونکه مجموعه مین ایك فارسی قصیده اور ایك قطعه مستقل نمبرون کے تحت درج کئیے گئیے ھین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ۱۱۷ ھوتی ھے، جن مین سے ٤٢ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام ھین۔

مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طبـاعت کے متعلق دو چار لفظ کہنـا بھی ضروری ھے۔ جیسا که ناظرین ملاحظـه کرین گے کتاب کی طباعت نہـایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی ھے۔ اس اقدام کا واحد منشا یه ھے که اردو خوان پبلك میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑھنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی ھوکر اھلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواھان ھو۔ جب تك اردو کتابین پتھر کے چھاپنے کے بجائے لوھے کے حروف مین طبع ھونا شروع نہونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافتـه اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نہین ھوسکتا۔ کیونکه پتھر کی چھپائی

مین صحت ، خوشنمائی اور یکسانیت کی وہ خوبیان یك قلم مفقود ھین، جو بڑے سے بڑے ٹائپ مین بھی پائی جاتی ھین. اسکے علاوہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بھی پتھر کا چھاپا سراسر ناقص ھے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چھ مہینے کی محنت گھٹکر صرف دو ماہ رھجائے گی ، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یك لخت دفع ھوجائے گا.

خاتمہ

دیباچہ کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا ، اسلئے اس عذر کیساتھ سلسلۂ کلام ختم کرتا ھون :

☆ لذیذ بود حکایت، دراز تر گفتم ☆
☆ چنانکہ حرفِ عصا گفت موسی اندر طور ☆

والحمد لله رب العلمین.



شبیه مبارك جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بهادر فردوس مکان طاب ثراه

بسم الله الرحمن الرحیم

«بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض وعمانِ احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بهادر دام اقباله مقبول باد» (۱)

(نواب سید یوسف علیخان بهادر فردوس مکان طاب ثراه نواب سید محمد سعید خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر ابن نواب سید فیض الله خان بهادر ابن نواب سید علی محمد خان بهادر بانیِ ریاستِ روهیلکهنڈ کے فرزندِ اکبر تهے. آپ جنابعالیه فتح النسا بیگم صاحبه بنتِ محمد نور خان بڑیچ همشیرزادهٔ نواب سید فیض الله خان بهادر کے بطن سے دوشنبه ۵ ربیع الثانی سنه ۱۲۳۱ هجری مطابق ۵ مارچ سنه ۱۸۱۶ ع کو متولد هوے، اور دوشنبه ۱۳ رجب سنه ۱۲۷۱ ه مطابق یکم اپریل سنه ۱۸۵۵ ع کو مسندِ حکم رانی پر قدم رکها. جلوس سے دو سال دو ماه بعد ۱۴ رمضان سنه ۱۲۷۳ ه مطابق ۹ مئی سنه ۱۸۵۷ ع کو مشهور واقعهٔ غدر رونما هوا. آپ نے اس فتنه کے فرو کرنے مین حکومتِ هند کی اعانت کرکے بسلسهٔ اعترافِ خدمات خلعت قیمتی بیس هزار روپیه، ایك لاکه بیس هزار سالانه آمدنی کا جدید علاقه، اور «فرزندِ دلپزیر دولتِ انگلشیه» کا خطاب حاصل کیا. سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائی تیرا ضرب مقرر کیگئی، اور مراسلت مین القاب وآداب «نواب صاحب مشفق بسیار مهربان کرمفرمایِ مخلصان سلامت، بعد از شوقِ ملاقاتِ

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکها کرتی تهی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی.

مسرت آیات مشہودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد» طے پایا. آپ نے خود اس عطیہ کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ہے:

جب گورمنٹ سے ہوا حاصل ملك مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از رویِ همتِ عالی سالِ بخشش ہے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعدہ اور ایك حد تك مکمل تعلیم پائی تھی. فارسی مین خلیفه غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے، اور علومِ عربیه و حکمیه مین مفتی صدر الدین آزرده اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا. تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغله بھی شروع کردیا تھا. ناظم تخلص کرتے تھے، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تھا. نکته رس ذهن، رنگین و شوخ طبیعت، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایك بلند پایه شاعر بنادیا. مومن وغالب کے بعد انکی نظیر «الا ما شاء الله» کا حکم رکھتی ہے. دیوان دو بار شایع هوا، لیکن اب کمیاب ہے.

آپ فنونِ سپہگری مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے. جسم ورزشی اور مضبوط، اور چہرہ نہایت خوش قطع تھا. داڑھی مونچھ صاف کراتے، اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے.

آپنے دس سال چند ماه حکومت کرکے جمعه کے دن ٢٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۱ اپریل سنه ١٨٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی، اور قلعۂ معلے کے اندر امام باڑے مین اپنےوالدِ ماجد کے برابر مدفون هوے.)

(۱)

بحضورِ سراسر سرور، جنابِ مستطاب، نوابِ همایون القاب، جهانیان کام بخش، جهان جهان کامیاب، دام بقاءه بقبول الاقبال.

سجده فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضه نگار توام افتاده. همانا آن درگاهِ اسکندر و دارا گزرگاه پیوسته در نظر است، که هم از دور در

زمرهٔ نزدیکان بندگی بجا می آورد . سپاسِ این معنی خود از اندازه افزون تواند بود ، که بعنوانِ روشناسیِ ذره با مهر ، وآشنائیِ قطره با بحر ، گدا را با شاه بیگانگی درمیان نیست . در آن روزگارِ رنگین تر از نوبهار ، که به فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود ، وساده با سپهرِ ساده دم از برابری زد ، نگاشتن وروان داشتنِ قطعهٔ تاریخِ جلوس(۱) به توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت . اکنون که گیتی خدایِ قلمروِ دانش ، آن به فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس ، وآن به فروزهٔ فروزشِ عمل با عقلِ فعال همال ، امیر الدوله مولوی حافظ محمد فضل حق خان بهـادر(۲) به بندهٔ فرمان پزیر فرمان فرستادند ، که غالب به

(۱) میرزا صاحب کی اس قطعهٔ تاریخ کا پتا نہین چلا .

(۲) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رهنی والی تهی . علوم عقلیه و نقلیه اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاه عبد القادر دهلوی سی حاصل کی . امیر مینائی «انتخاب یادگار» (ص ۲۹۱) مین لکهتی هین: «فنون حکمیه مین مرتبهٔ اجتهاد ، بڑی ادیب ، بڑی منطقی ، نهایت ذهین ، نهایت زکی ، طابق و ذلیق ، انتهـا کی صاحب تدقیق و تحقیق ، ... جس شهر مین آپ رونق افروز هوی ، صدها آدمی بهره اندوز هوی . شاهجهان آباد مین اگرچه عدالتین کی سررشته دار تهی ، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تهی . جهجهر مین مشاهرهٔ جلیله پر نوکر رهی . الور اور سهارنپور اور ٹونك سب جگـه معزز و موقر رهی . لکهنو مین صدر الصدور تهی ، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پهلی محکمهٔ نظامت اور پهر مرافعهٔ عدالتین پر مامور تهی . جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بهی آپ سی تلمـذ رها هی ، اور بندگان حضور (نواب خـلد آشـیان) نی بهی کچهہ پڑها هی . آٹهہ برس بهت اعزاز واکرام کیساتهہ رهی . پهر یهان سی تشریف لیگئی» . مولانا سنه۱۲ ۱۲ھ مین پیدا هوی ، اور ۲ صفر سنه ۱۲۷۸ ھ کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین ، جهان بجرم بغاوت سنه ۵۷ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تها ، وفات پائی . آپنی متعدد تصنیفات چهوڑی هین ، ان مین سی هدیهٔ سعیدیه ، جو نواب سید محمد سعید خان بهادر کی نام معنون هی ، نواب فردوس مکان کیلئی لکهی گئی تهی . میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تهی . جب مولانا نی سررشته داری عدالت دهلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جهجهر تشریف لیجانی لگی ، تو میرزا صاحب اور دیگر اهل دهلی کو بیحد قلق تها . حتی که خود شـاه ظفر ، جو اوسوقت ولی عهد تهی ، اسپر متاسف تهی . میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یه تمـام واقعـه لکهکر خواهش کی هی که اسکو اخبار آئینهٔ سکنـدر مین شائع کرین . اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی هین: «نهفته مبادکه بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت که فاضل بی نظیر والمعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشـته داری عدالت دهلی استعفا کرده خود را از ننگ و عار وارهاند . حقـا که اگر پایهٔ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایه بکاهندکه ازصد یك واماند ، و باز آن پایه را بسررشته داری عدالت دیوانی سنجند ، هنوزاین عهده دون مرتبهٔ وی خواهد بود» (کلیات نثرغالب ، ص ١٤٧) .

پرستشگری کمر بندد ، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد ، اندیشهٔ مهر پیشه درنگ برتافت . وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشنامهٔ مولاناست ، این نامه ، که بخطِ بندگی ماناست ، روان داشته آمد . چشمداشت آن ست که دوری راه تفرقه درمیان نیندازد . وسپس در حاضرانِ آن حضرت ، و دعاگویانِ دولت بشمار آیم . زیاده حدِ ادب . بختِ ازل آورد درروز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد . عرضداشتِ هوا خواه أسد الله . نگاشته و روان داشتهٔ چار شنبه ۲۸ جنوری سنه ۱۸۵۷ ع . (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ، سنه ۱۲٦۷)[۱] .

(۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم — به نواب یوسف علی خان فرستم
ز نامش نشانے بعنوان طرازم — ز مدحش طرازے بدیوان فرستم
ز دخلش حسابیے به معدن نویسم — ز بذلش صلائے بعمان فرستم
ز لطفش، که عامست درکام بخشی ، — نویدے به گبر و مسلمان فرستم

---

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نی جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هی وه رشتهٔ استادی و شاگردی تها . نواب فردوس مکان اپنی والد ماجد کی تخت نشینی سی پهلی دهلی مین قیام پزیر هوی تهی . طلب علم کا زمانه تها . انکی چچا نواب سید عبد الله خان بهادر صدر الصدور میرٹهه اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کی محب تهی . ان دونون کی حسب ارشاد نواب فردوس مکان نی میرزا صاحب سی فارسی کی تعلیم پائی . اس عریضه کی جواب مین نواب صاحب نی ٥ فروری سنه ٥٧ ع کو ارقام فرمایا: «نمیقهٔ انیقهٔ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت واشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده ، باطلاع خیریتها سرمایهٔ سرور نا محصور افزوده ، از مزید شفقت وایتلاف قلبی متصور شد . مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود . چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید ، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت . چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص از دستور است ، لهذا مبلغ دوصد وپنجاه روپیه بتقریب شیرینی لف رقیمهٔ الوداد هذا میرسد . بمقتضای الطاف منظور فرموده از رسید آن مطلع فرمایند . و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثائق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملی بوقوع نیاید ، مسرور و مطمئن میفرموده باشند ».

زنطقش، که خاصست در ملک گیری — مثالے بشیراز و شروان فرستم
زهے شہسوارے که گردِ سمندش — پیِ سرمهٔ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بہرِ پیکار سویش — عزا نامه سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایهٔ در خیالم — نگه سویش از دور پنهان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد — من این ارمغان بہرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان — تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعده با زیردستان — بشارت به برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی به جنت رسانم — ز کویش نسیمی برضوان فرستم
هم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی — باختر شناسانِ یونان فرستم
هم از رویِ نیکویِ وی ماهتابے — به شب زنده دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینهٔ من — دل از سینه همراهِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راه دزدد جبین را — چو گویش درین ره بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواهِ او را — سه فصلِ دگر هم بدینسان فرستم
هم از آتشِ دوزخ آرم تموزش — هم از زمهریرش زمستان فرستم
دگر تا بهاران بسختی بمیرد — در اردی بهشتش بزندان فرستم
سپه چون کشد، گر نه از ناتوانی — توانم که خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسهائ گیرا — برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی، — که آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشه کز خامه رشحے — بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البته کاریست مشکل — نباید که این نامه آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کار سازی — که فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابے — که تا هرچه فرمان رسد آن فرستم
ندانم که شورِ فغانِ گدا را — چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستاده باشم   گر از راهِ چاکِ گریبان فرستم
و گر جادۂ ره نمایان نگردد   هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را   ز خون نابه موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را   فروزنده شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را   تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوته آن به که از نظم جزوی   بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد   که برگِ گیاهے به بستان فرستم
گرفتم که رنگین خیالم بگیتی   شقایق به بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم که بحرِ روانم به معنی   گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم که روشن روانم بدانش   چراغے به مهرِ درخشان فرستم
درین پرده خواهم که از مورِ مسکین   سلامے بسویِ سلیمان فرستم
نبشتم که خدمتگزار است غالب   پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم   که حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم   به آمین خروش از سروشان فرستم)[۱]

(۳)

بحضورِ هور ظهور، حضرت نوابِ معلی القاب، جـاودان کامیاب، ولیِ نعمت، آیۂ رحمت، دام اقباله.

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد، آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

(۱) میرزا صاحب کی اس قصیده کا لفافه مثل مین موجود هی. اصل قصیده کی متعلق میر منشی صاحب لکهتی هین: «قصیدۂ (همانا اگرگوهر جان فرستم) بتاریخ ۱۹ شعبان سنه ۱۲۷٦ھ بمواجه میرزا نوشه صاحب بحضور پرنور گزرانیده شد». اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب صاحب نی قصیده دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکھ لیا. چونکه اوسکا شامل مثل هونا متحقق تها، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحه ۳۲۵ سی نقل کرکی یہان قوسین مین اضافه کردیا گیا هی. قصیده کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضه نمبر (٤) کی حاشیه مین درج هوگی. پته کی نیچی میرزا صاحب نی لکها هی: «ازغالب یکرنگ بیرنگ ازروی احتیاط یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷». روانگی قصیده کی یهی تاریخ عریضه نمبر (۲) مین بهی مذکور هی.

قبلۀ حاجات میداند ، و بهنجارِ سرگزشت حکایتے بعرض میرساند . سه شنبه ۲۷ جنوری نامۀ مولینا و بالفضل اولینا[1] بمن رسید . چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم . چون دو هفته گزشت ، و سررشتۀ ڈاك درین بندوبستِ جدید استوار نمانده ، گفتم «مگر نرسیده باشد» . دی ، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود ، چاشتگاه قصیدۀ بقصدِ اظهارِ فرمان پزیری فرستادم . شامگاه سرهنگِ یام[2] منشورِ عطوفت آورد . بر مردمكِ دیده سودم ، وخردۀ جان نثار کردم . تا نورد از هم کشودم ، دو ورق از فهرستِ گنجینۀ اسرار ، یعنی اوراقِ اشعارِ گهر بار ، وسفتچۀ دوصد وپنجاه روپیه درآن نورد یافتم . دفترِ شعر سجلِّ اعتبارِ من شد ، و زرِ آن سفتچه بمعرضِ وصول آمد . کرم در بنده پروری بهانه می جوید ، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت . کریمان بنده را به نمك همی پرورند ، ولیِّ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است . شکرِ این شکر بعهدۀ جانِ شیرین فرو گزاشتم . واین نامه بهرِ آن ، که رسیدنِ عطیه حالی گردد ، بدین زودی نگاشتم . اشعار خود بهنگامِ خویش خواهد رسید ، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست . زیاده حدِ ادب . نیرِ دولت واقبال سرچشمۀ فروغِ بے زوال باد . **غالب** . پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷ .

(٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت .

آداب بجا لاتاهون . غزلون کے مسودات صاف کر کر حضور مین بهیجتا هون . مسودات اپنے پاس رهنے دئے هین ، اس نظر سے که اگر احیاناً ڈاك مین لفافه تلف هوجائے ، تو مین پهر اوسکو صاف کر کر بهیجدون ، ورنه موقعِ حك واصلاح مجهے کیا یاد رهیگا .

مین نهین چاهتا که آپ کا اسمِ سامی اور نامِ نامی تخلص رهے . ناظم ،

---

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد هین .
(۲) یام : ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رهنے دیجیے. مگر یه نہین که خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بہت مبارك. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیـامت تك

عنایت کا طالب غالب. روزِ یکشنبه ۱۵ فروری ۱۸۵۷[۱].

(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضه ارسال کیا تها، جو ۱۱ ماہِ مذکور کو رامپور پہنچا. اسکا لفافه شاملِ مثل هے، اور اوسکی پشت پر یه نوٹ تحریر هے: «عرضی حسب الحکم چاك نموده شد. ۱٦ رجب سنه ۱۲۷۳ ھ»)[۲].

(۱) عرائض نمبر (۳و٤) کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ۳ رجب سنه ۱۲۷۳ ھ مطابق یکم مارچ سنه ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعهٔ صحیفهٔ شریفه، یکی مشعر ترسیل قصیده بمضمون انتظـار و هم در جواب رقیمة الوداد رسید اشعار و سفتچهٔ مرسلهٔ اینجا، و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چنـد الفاظ جهت تخلص مخلص بایهای پسند از آنجمله، بمضامین برجسته و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونه آرای چهرهٔ وصول فرحت شمول گردیده ... ومطالعـهٔ قصیـدهٔ نادرهٔ فصاحت تضمین، که اگر هر شعر نغزش را گنجینهٔ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستهٔ برجستهٔ چمنستان علوم وکال نامند زیبا، غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوهام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینهٔ اسرار معترف به کوتاهی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلهٔ متانت و برجستگی مضامین نزهت آگینش هیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماهرویان پیچ در پیچ، ابواب افاده و انشراح بی اندازه بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود. و غزلیات که بنظر اصلاح «آهن که بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشته. العظمة لله تغیر و تبدل الفاظ نادره در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازه گرفت، وطلای طبع خام بر محك فیض عام جلوه پزیرفت ... ومنجملهٔ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضه کی جواب مین نوابصاحب نی ۲۵ رجب سنه ۷۳ ھ مطابق ۲۳ مارچ سنه ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفهٔ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمة الوداد و اینکه صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظه چاك شده باشند ... وصول گردیده. مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفهٔ موصوفـه را بعد استفاضـهٔ مضمونش چاك نموده شد. و آینده هم دربارهٔ همچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواهد ماند». اس سی یهی نتیجه نکالا جاسکتا هی، که میرزا صاحب کی یه خط وکتابت بصیغهٔ راز تهی. ورنه ۱۵ فروری سنه ۵۷ع کا خط بهی زبان اردو هی مین تها، اوسکی چاك کرنی کی هدایت کیون نه کی. اور اگر کی تهی، تو یہان تعمیل کیون نهوئی، والله اعلم بحقیقة الحال.

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنه ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضه ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافه شامل ھے، اور اوسکی پشت پر نوٹ ھے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسله در حضور ماند. ۹ شعبان سنه ۱۲۷۳ ھ»).

(۵)

جنابِعالی! کچھ کم مہینا ھوا، که مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانه کیا ھے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی ھو جایا کرتے ھین. اسواسطے مین متردد ھون، اور مدعا اس تحریر سے یه ھے، که اگر وه لفافه نه پہنچا ھو تو مین اوس مسوده کو پھر صاف کرکر روانه کرون. زیاده حدِ ادب. از غالب. نگاشتهٔ صبحِ پنجشنبه ۲۷ شعبان سنه ۱۲۷۳ هجری[1].

(٦)

جنابِعالی! آداب بجا لاتا ھون. اور عرض کرتا ھون، که اجوره دار پہنچا. مگر لٹا ھوا، اور بھیگا ھوا، اور بھاگتا ھوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیه کتمل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گرپڑا. بھیگ گیا. لفافه مجھ تك نپونچھا[2]. خط مع ھنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یه جمله «سفتچهٔ مبلغ دو صد و پنجاه روپیه» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکه» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یه لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یه پڑھا گیا. اور کچھ

---

(۱) نواب فردوس مکان نے اس عریضه کے جواب مین ٤ رمضان سنه ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنه ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبه که توقف در تسطیر رقیمهٔ الاخلاص بظهور آمده باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالاکه فرصت دست داد، به ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یه میرزا صاحب کا خود نوشته املا ھے. در اصل اونهین سہو ھوا. ورنه یہی لفظ اسی سطر مین اونھون نے درست لکھا ھے.

نہین. مجکو غم یہ ھے کہ غزلہای اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نہ پائی[(۱)].

ھنڈوی کا بعینہ وہ حال جو میرے خط کا تھا. کچھ پڑھا جائے، کچھ نہ پڑھا جائے. آپ کا نام اور ڈھائی سو روپیہ یہ پڑھا گیا. چونکہ مہاجن مجکو جانتا تھا، اوسنے اوس بھیگے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹھی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بھیجا ھے. جب وہ صحیح کرکر بھیجیگا، تب وہ مجکو روپیہ دیگا. اوسکے صحیح کرنے مین کیا تامل ھے. مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکھا ھے. اور غزلون کی اور دیوان کی رسید اور جو اس

(۱) میرزا صاحب کی دیوان اردو کا یہ نسخہ کتبخانہ مین موجود ھی. سائز ۱۱$\frac{1}{2}$×۷$\frac{3}{4}$، اوراق ۷۳ اور فی صفحہ ۱۵ سطرین ھین. خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار ھین. ھر غزل کی خاتمہ پر رنگین بیل بوٹی ھین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز ھین. آخرمین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ ھی. اس نسخۂ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکھا ھی: «اب تم سنو. دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا. مگر ھان مین نی غدر سی پہلی لکھوا کر نواب یوسف علی خان بہادر کو رامپور بھیجدیا تھا. اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا، تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نی مجکو تاکید کردی تھی، کہ تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکھوا کر مجکو بھیجدینا. مین نی رامپور مین کاتب سی لکھوا کر بسبیل ڈاك ضیاءالدین خان کو دلی بھیجدیا تھا» (اردوی معلی، ص ۳۸۱). بعدازان ۳ جولائی سنہ ۶۰ع کو اس کی مکمل ھونی کی باری مین لکھا ھی: «میان تمھاری باتون پر ھنسی آتی ھی. یہ دیوان، جو مین نی تم کو بھیجا ھی، اتم و اکمل ھی. وہ اور کونسی دو چار غزلین ھین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس ھین، اور اس دیوان مین نہین. اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکھین، کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باھر نہین ھی. معہذا اون سی بھی کہونگا. اور وہ غزلین اون سی منگا کر دیکھونگا» (ایضاً، ص ۳۸٤). اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھا: «اردو کا دیوان رامپور سی لایا ھون، اور وہ آگرہ گیا ھی. وھان منطبع ھوگا. ایك نسخہ تمھاری پاس بھی پہنچ جائیگا» (ایضاً، صفحہ ٤۳٦). لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل ھی میرزا صاحب نی دھلی مین طبع کرا لیا. ان تمام خطوط سی معلوم ھوتا ھی، کہ اسوقت دیوان غالب کی جسقدر اڈیشن شایع ھو چکی ھین، وہ سب کی سب نسخۂ رامپور کی نقل اور نقل در نقل ھین. میرزا صاحب نی خود اپنا کلام کبھی جمع نکیا (ایضاً، صفحہ ۱۳۷). نواب ضیاء الدین خان نیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانہ مین اس کی نسخی موجود تھی، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتھ ھنگامۂ غدر مین لٹگئی. (عود ھندی، صفحہ ۲۷ و ۲۹ و ٦۵، واردوی معلی، صفحہ ۲۰۳ و ۲۰٦ و ۲۵۹ و ۳٦۳). اگر رامپور مین اصل نسخہ محفوظ نہوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعہ دستیاب ھونا تقریباً ناممکن تھا.

خط مین «مکرر آنکه»[١] بعد مطالب مندرج تھے، وہ پھر ایسے ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، کہ اسکو بھیجدے. یہان کے ساھوکار نے میری خاطر سے اس رقعہ کو اپنی چٹھی مین روانہ کیا ھے. غالب. پنجم ذی الحجه[٢].

(٧)

بوالا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض ومحیطِ احسان، عز نصره و دام ملکه.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانه عرضه می دارد. در زمانِ چیره دستیِ کور نمکانِ سیاهِ روسیاه سررشتۂ یام از هم گسست. ناچار بفرستادنِ نامه بر رساندنِ نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلۂ آمد شدِ نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد. و نارسیدنِ پاسخِ آن را چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیده باشد. هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشتِ من از ولیِّ نعمت نهان، و حجابیے درمیان نماند.

حالی رایِ جهان آرای باد، که دیرینه نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و از سر آغازِ سالِ یکهزار وهشت صد وشش، که دران گاه شمارِ سنینِ عمرِ من از ده نگزشته بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصرالله بیگ خان بہادر[٣]،

---

(١) یہان لفظ «کی» ساقط معلوم هوتا هی.

(٢) نوابصاحب کی محوله فرمان کا مسوده مثل مین منسلك هی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین.

(٣) نصرالله بیگ خان ابتداء مرهٹون کیطرف سی آگره کی صوبیدار تهی. بعد فتح آگره اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوهارو وفیروزپور جهرکه (متوفی سنه ١٨٢٧ع: حالات کیلئی ص ١٢، نوٹ ٢، ملاحظه هو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار هوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنۂ سونك سونسا مرحمت هوا. انهون نی سنه ١٨٠٦ع مین انتقال کیا.

٢ — الف

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیك بهادر[۱] در فتحِ هندوستان کوششهای نمایان کرده ، وپرگنهٔ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیـات جاگیر یافته ، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشت زرے شاملِ جاگیرِعمِ سببی من نواب احمد بخش خان بهـادر[۲] در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشینِ احمد بخش خان[۳] کیفرِ کردار یافت ، و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلکتریِ دهلی صورت پزیرفت . چنـانکه تا انجامِ اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتریِ دهلی یافته ام . و از مئی خود آشکار است که حال چیست . پیوندِ تعلق با بهادر شـاه[٤] جز آن نبود ، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه ، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

---

(۱) لارڈ لیك سنه ۱۷٤٤ ع مین پیـدا هوئی . سنه ۱۷۵۸ ع مین پیدل فوج مین نام لکھایا . اور مختلف عہدوں پر فائز رهکر سنه ۱۸۰۲ ع مین جنرل مقرر هوگئی . سنه ۱۸۰۱ ع سی سنه ۱۸۰۵ ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اور کونسل کی ممبر رهی . انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی . اور انگلستان واپس جاکر ۲۰ فروری سـنه ۱۸۰۸ ع کو فوت هوئی . یه بهت نامور اور هردلعزیز سـپه سالار مانی جاتی تهی .

(۲) نواب احمـد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی . حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی . نواب الهی بخش خان معروف ، مـیرزا غالب کی خسر ، انکی چهوٹی بهائی تهی . احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست ، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی . میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی .

(۳) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس‌الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین . یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی . اسلئی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات دوست نه رکهه سکی . میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی . خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی . مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ۱۸۳۵ ع کو انهین پهانسی دیدیگئی ، اور ریاست فیروزپور ضبط هوگئی .

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی ، یه سنه ۱۸۳۷ ع مین تخت نشین هوئی . غدر سـنه ۱۸۵۷ ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا . بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی ، اور وهین ۷ نومبر سنه ۱۸٦۲ ع کو فوت هوئی . میرزا صاحب نی ایك خط مین مـیر مهدی کو لکها هی : « ۷ نومبر ، ١٤ جمادی الاول سال حال جمعـه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی » .

می پرداختم. درین هنگامه خود را بکنار کشیدم. و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترکِ آمیزش کنم، خانهٔ من بتاراج رود، وجان در معرضِ تلف افتد، بباطن بیگانه وبظاهر آشنا ماندم. هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد، همه جاگیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند. چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت وکوه اند. من از جا نه جنبیدم. وهم چنان گوشه گیر ماندم. درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست، وتحقیقاتِ جرم از روی دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند، هیچ گونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد. وداروگیر وباز پرس رو نه داد. بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست. اما چون پرسشے درمیان نیست، لاجرم محفوظ مانده ام. می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے، وبا حکام پیوستمے. درین باره سخن آنست، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم. ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم، که نامه نویسم، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم. راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام. لیکن مقامِ شکر است، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است. حالِ خود را، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود، گفتم[1]. وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس، که یا رب! جاودان سلامت باد، چگونه دریابم. همدرین کنج، که مسکنِ من ست، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بہادر[2] بشہر آمده اند. نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بہادر[3]، ومہرورزیِ من

(۱) مزید تفصیل کی لئے ملاحظه هو اردوی معلی، صفحه ۳۵.

(۲) زین العابدین خان بہادر کا تذکره مکتوب نمبر ۱۰۷ کی ذیل مین ملاحظه هو.

(۳) نواب سید عبد الله خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر نواب فردوس مکان کی چچا تھی. شعر و سخن سی دلچسپی رکھتی تھی. زور آزمائی کا بھی شوق تھا. دھلی مین عرصه تك مقیم رھی. میرزا صاحب اور ان مین بہت ارتباط وخلوص تھا. پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکی نام بھی درج هی (کلیات نثر غالب، صفحه ۲۱۸). یه عرصه تك میرٹھ کی صدر الصدور رھی تھی. اور وھین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ۱۲۷٤ ھ کو رحلت فرمائی، اور درگاه چشتی پہلوان مین مدفون ھوی. ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ۲۱۱) مین درج کیا هی. فرماتی هین:

منحصر تجھ پر شفاعت هی، بھلا جائین کہان * ای شفیع عاصیان! هم تیرا دامان چھوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم[١]، ومحبت وخلّتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور[٢] کجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمـــدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامـه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهـدۀ سوادِ نوازشنامـه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنۀ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینـده ونصرت طرب فزاینـده باد. از اسد اللهِ غالب. نگاسته وروان داشتۀ پنجشنبه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨.

له - دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامـه هایِ پیشین نشانِ کلبـۀ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. ومن از هفت هشت سال در محلۀ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود[٣].

(٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

(١) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد الله خان بہادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بھائی تھی، امیر مینائی تذکرۂ مذکور (صفحه ٢٥) میں لکھتی ہیں: «شاعر خوش مذاق ہیں. آویزش مضامین عاشقانہ میں طاق ہیں. مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید. کلام انکا لایق دید وقابل شنید. ٣٨ برس کی عمر پائی. بارهویں رجب کو سنه ١٢٧٣ هجری تهی که عارضۂ خناق میں مبتلا ہوکر میرٹھ میں رحلت فرمائی وہاں سی جنازه اونکا دهلی کو گیا اور درگاه حضرت خواجه باقی بالله میں دفن ہوی». ان کا دیوان شائع ہوگیا ہی.

(٢) نواب سید عبد الرحمن خان بہادر، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی.

(٣) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی، تو اونہیں سنه ١٨٤٩ع یا سنه ١٨٥٠ع سی محله بلی مار میں مقیم ہونا چاہئی. میر مہدی مجروح کی نام کی خط میں سنه ١٨٥٠ع کی تصریح موجود ہی اسلئی یہی سنه درست معلوم ہوتا ہی. فرماتی ہیں «.... یه لکھی که اسد الله خان پنشن دار سنه ١٨٥٠ع سی حکیم پٹیالی والی کی بہائی کی حویلی میں رہتا ہی» (عود هندی، صفحه ٨٣، و اردوی معلی، صفحه ١٩٤).

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی. یہ بھی ایك بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ھے. ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ھے. میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ھے. آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ھے. تکلف ھے اگر کہون کہ تا قیامت رھو. بے تکلف دعا یہ ھے، کہ خدا کرے ایك سو بیس برس تك سلامت رھو.

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا. دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ھے. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ھے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ھے. فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ. با این ھمہ ھر امر کی احتیاط، اور ھر بات کا لحاظ[1].

جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسن[2] قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جینا ھے. کہتے ھین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملے گا. دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا. پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام ھوگیا ھے، کہ اب قلمروِ ھندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام ھوگیا ھے. مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ھون. اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا ھون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاھئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاھئے. خوشنودی کا طالب غالب.

نگاشتۂ روزِ یکشنبہ ھفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع.

---

(۱) اس چار جزو کے رسالہ سے «دستنبو» مراد ھے. چنانچہ آخر عریضہ مین اسکے نام کی تصریح کرکے مرزا صاحب نے ابہام دور کر دیا ھے.

(۲) میرزا صاحب نے اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائے «سین» سے لکھا ھے. اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ھے.

(۹)

خداوندِ نعمت سلامت .

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے ، تو آپسے مانگنے مین عار نہین .

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون . آگے تنگدست تھا ، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے . اور کچھ بھجوا دیجیے . عنـایت کا طالب غالب . چار شـنبہ یازدہم ربیع الثـانی سـنہ ۱۲۷۵ ھجری و ۱۷ نومـبر سـنہ ۱۸۵۸ع[1] .

(۱۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون ، کہ منشورِ رافت لکھا ہوا ۲۵ نومـبر کا جمعـــہ کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا . ڈھائی سو روپیہ کی ہنـڈوی معتمد کے حوالہ کی گئی . آج یا کل روپیہ آجایگا . خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے .

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھے ، مین وھان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کے وصول کا زمانہ قریب آیا ھے . اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ھے ، اور یقین بھی آتا ھے ، کہ جنوری آغازِ سال

(۱) نواب فردوس مکان نے عرایض مورخۂ ۷ نومبر و ۱۷ نومبر کے جواب مین تحریر فرمایا : «... دو قطعۂ صحیفۂ تلطف طراز ، اولین حاوی حالات نہ ملنی زر پنشن آپکو ، اور دوسرا مورخہ اٹھاروین ماہ نومبر سنہ حال مشعر نوید خیریت مزاج وھاج کی ، متواتر رنگ افروز چہرۂ وصول نشاط شمول کا ھوا . اور مراتب مندرجہ سی مطلع فرمایا . مشفقا! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقہ اور مکالمہ آپ کا بدرجۂ کمال ھی ، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگہ مناسب ھی ، اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی ، کہ آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے . اور قطعۂ ہنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیہ کا واسطی مصارف خدام آپ کی بلف رقیمۃ الوداد ھذا کی مرسل ھی . قبول فرمائیے . ... ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر سـنہ ۱۸۸۸ ع ». عریضہ نمبر ۱۰ ہنڈوی کی رسید اور نآنی کی عذر پر مشتمل ھی .

٥٩ عیسوی مین یه قصه انجام پائے. جس کو روپیه ملنا ھے اوسکو روپیه، جس کو جواب ملنا ھے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یه کیا تحریر فرمایا ھے، که ان باره غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب ھے. اگلی غزلون کی طرح نهون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نه آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش نتھا. حضرت کا تو اون غزلون مین بھی وه کلام ھے، که شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بھی نه نکلیگا. مین بقدر اپنے فہم واستعداد کے کبھی اصلاح مین قصور نہین کرتا. زیاده حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۀ جمعه ٢٦ ربیع الثانی سنه ٧٥ و ٣ دسمبر ٥٨[١].

(١١)

حضرت ولیّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راهِ مودت خیر خواه هون. امرِ ملال انگیزِ اندوه آور مین آرائشِ گفتار گوارا نہین کر سکتا. نواب مرزا[٢] نے دلی آکر پہلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاهتا تها، که اوسکی تہنیت لکھون.

(١) نواب فردوس مکان کی مسودۀ فرمان مین یه مضمون تحریر نہین. ممکن هی که مبیضه مین اپنی قلم سی اضافه کردیا هو.

(٢) نواب مرزا خان داغ تخلص خلف نواب شمس الدین خان دهلوی مراد هین. نواب فردوس مکان کی عهد مین انکی پھوپی عمده خانم ریاست سی وظیفه پاتی تهین. یه اونکی توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رهی. بعد ازان تعلق خدمت بھی هوگیا. چنانچه نواب خلد آشیان کی عهد مین اصطبل اور فراش خانه کی داروغه تهی، سو روپیه ماهوار تنخواه پاتی تهی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر هوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وهان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر هوئی. اور وهین سنه ١٣٢٢ھ (١٩٠٥ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کی شاگرد تهی. اور رامپور مین شعراء دهلی کی کامیاب نمایندہ شمار هوتی تهی. امیر مینائی مرحوم لکھنوی اسکول کی حامی تهی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رهتی تهی. بعض نقادون کا خیال هی که اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعه یه هی که دربار رامپور کی یه تابنده گوهر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفاده کرتی رهی هین. اور یه فیصله دشوار هی که ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاهم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیاده جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نہین هی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیہ کے انتقال[1] کی خبر سنائی. کیا کہون، کیا غم و اندوہ کا ھجوم ھوا. حضرت کے غمگین ھونیکا تصور کرکر اور زیادہ مغموم ھوا. بیدرد نہین ھون، کہ ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون. نادان نہین ھون، کہ آپ جیسے دانا دلِ دیدہ‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون.

از دستِ گدای بے نوا ناید ھیچ   جز آن کہ بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستودہ صفات کو دایماً اور ابداً جاہ وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھے. عریضہ نگار اسد اللہ المتخلص بہ غالب. مرقومۂ یکشنبہ ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال.

(۱۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

ایك خط مشتمل اپنے حال پر اور ایك خط جناب بیگم صاحبہ و قبلہ مغفورہ کی تعزیت مین روانا کر چکا ھون. اب ایك قطعۂ تاریخ بھیجتا ھون. اگرچہ ایك کا تعمیہ ھے. لیکن تعمیہ کتنا خوب اور بے تکلف ھے. عرضداشتِ اسد اللہ. معروضۂ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال.

قطعـــہ

جنابعالیـــہ از بخششِ حق   بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز غالب سالِ رحلت   «خلود خلد» گفت از روی الہام

(سنہ ۱۲۷۵ ھجری)

(۱۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعـــد تسلیم کے عرض کرتا ھون. آج دوشنبہ کا دن ۱٤ رمضان

---

(۱) جناب عالیہ نواب فردوس‌مکان کی والدۂ محترمہ کا لقب تھا. انکا نام فتح النسا بیگم ھی. یہ محمد نور خان ولد محمد شاہ خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی ھمشیرزادہ تھی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱).

المبارك کی اور ۱۸ ماہِ اپریل کی صبح کے وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا، اور منشورِ عطوفت لایا. مین نے سر پر رکھا. آنکھون سے لگایا. تعجب ھے کہ میرے دو خطون کی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین. آیا نہ پہنچے، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے، کچھ معلوم نہین[۱].

پہلے خط مین یہ عرض کیا ھے، کہ مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھے، اور ھنوز صدر کو روانا نہین ھوئی. نواب گورنر جنرل لارڈ کینگ بہادر[۲] نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کئے، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ھو کر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ھوئے. وھان سے کلکتہ کو بھیجے جائین گے. پھر وھان سے حکمِ منظوری پنجاب ھوتا ھوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا. کل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی. آج سواری اور بار برداری پہنچی، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی. بلکہ اسی نیاز نامہ مین کچھ حسنِ طلب بھی تھا. افسوس کہ ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے.

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ کی تعزیت مین تھا. اوسکا بھی ذکر اس عنایت نامہ مین نتھا. ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق مین مکرر لکھدیا، اور دوسرے خط کے صرف ذکر پر اکتفا کیا. حق تعالی آپکو

---

(۱) نواب فردوس مکان کا محولۂ بالا خط حسب ذیل ھی: «.... حال تشریف آوری آپکا اسطرف کی ابھی تك سامعہ نواز نہین ھوا. اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ھی. اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ھوتا ھی، کہ آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی، کہ کبتك ممکن الوقوع ھی، مطلع اور مطمئن فرمائي. ۹ رمضان سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ اپریل سنہ ۵۹ ع».

(۲) لارڈ کینگ بہادر سنہ ۱۸۱۲ ع مین پیدا ھوئی. سنہ ۱۸۵۲ ع مین ھندوستان کی گورنر جنرل اور سنہ ۱۸۵۸ ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی. غدر انھی کی عہد حکومت مین رونما ھوا. اودہ حکومت کی مکمل ضبطی بھی اسی عہد کا واقعہ ھی. مارچ ۱۷۶۲ ع مین انگلستان واپس گئی، اور ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ ع کو وھین فوت ھوئی. اپنی عزم واستقلال، تدبر، اور خوبی انتظام کی بدولت انھون نی بڑی شہرت حاصل کی ھی.

سلامت رکھے، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاہ و جلال بطریقِ دوام عنایت کرے.

دو غزلین منجملہ بارہ غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا ہون. خدا کرے پہنچ گئی ہون. پرسون ایك قطعہ جناب بیگم صاحب و قبلہ کی تاریخِ وفات کا بھیجا ہے. یقین ہے کہ پہنچیے گا. از راہِ احتیاط وہ قطعہ اس ورق مین پھر لکھتا ہون. اور نیز از راہِ احتیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ہون. زیادہ حدِ ادب. عریضۂ **اسد اللہ خان**. معروضۂ دوشنبہ چہاردہم رمضان سنہ ۱۲۷۵، مطابق ہژدہم اپریل سنہ ۱۸۵۹[۱].

قطعہ

جنابِ عالیہ از بخشش حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلودِ خلد» گفت از روی الہام
(۱۲۷۵)

(۱٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

نوازشنامہ کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا ہون، اور ہنڈوی کے پہنچنے کا شکر بجا لاتا ہون. ستمبر سنہ ۱۸۵۹ کے مہینے کے سو روپیہ پہنچے. خاطرِ اقدس جمع رہے.

عزمِ ولایت کا حال معلوم ہوا. حق تعالی آپ کو ہر جگہ مظفر و منصور و کامیاب رکھے[۲]. خدمت گزار ہون، اور دعا و ثنا میرا کام ہے.

---

(۱) اس عریضہ کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا: «سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفۂ طمانینت افزا آپکی، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والدہ صاحبہ معظمہ کی اس جہان فانی سی، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعۂ تاریخ رحلت جناب موصوفہ کی متواتر وصول ہوئی ... سبحان اللہ کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی ہی، کہ الفاظ جامع مختصر ہین، اور تعمیہ بطرز نادر اور بی تکلف ہی».

(۲) نوابصاحب کی ۷ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ع مطابق ۲۹ صفر سنہ ۱۲۷۶ھ کی فرمان سی معلوم ہوتا ہی کہ میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تھا. جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورۂ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا. جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ **غالب**. معروضۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ عیسوی.

(۱۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا ہون. پرسون ایک نیازنامہ بھیجا ہے. یقین ہے کہ پہنچے گا، اور اوسکا جواب جلد عنایت ہوگا. کل نوازشنامہ، جس مین سو روپیہ[۱] کی ہنڈوی بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ تھی، شرفِ ورود لایا. زرِ مندرجۂ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا. خاطرِ اقدس جمع رہے..... (شنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹)[۲].

(۱۶)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. یہ میرا دردِ دل ہے. نامۂ تہنیت مین اسکا اندراج مناسب نہین جانا. مین انگریزی سرکار مین علاقہ ریاستِ دودمانی کا رکھتا ہون. معاش اگرچہ قلیل ہے، مگر عزت زیادہ پاتا ہون. گورمنٹ کے دربار مین داهنی صف مین دسوان نمبر

(بقیہ) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کی بسمت انگلستان استفسار فرمایا ہے. حال یہ ہے کہ فی الحقیقت ارادہ مخلص کا جانے انگلستان کو مصمم ہے. لیکن ابھی تک کوئی زمانہ جانے کا مقرر نہین ہوا ہے. اسواسطے حوالہ خامۂ اتحاد نگار کے ہوتا ہے کہ جس وقت زمانہ جانے ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سے اس خصوص مین اطلاع دہی عمل مین آویگی». میرزا صاحب کا عریضہ (نمبر ۱۴) اس فرمان کا جواب ہے. یہان یہ واضح کردینا مناسب ہے کہ نواب صاحب کا یہ سفر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے دست مبارک سے صلۂ خدمات غدر پانے کے سلسلہ مین ہونیوالا تھا. لیکن بعد ازان کسی وجہ سے سفر ملتوی ہو گیا. اور گورنر جنرل کے دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیرہ عطا ہوا. دربار کی تفصیل عریضہ نمبر ۱۷ کے حاشیہ مین ملاحظہ ہو.

(۱) میرزا صاحب نے الفاظ کے اوپر حسابی رقم بھی لکھی ہے.

(۲) میرزا صاحب کے اس عریضہ کا آخری حصہ پھٹگیا ہے. اسلئے نام اور تاریخ متن مین موجود نہین. قوسین مین جو تاریخ درج ہے وہ لفافہ سے نقل کردیگئی ہے.

اور سات پارچے اور جیغه ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر ہے . لاڑد[۱] هاردنگ صاحب[۲] کے عهد تك پایا. لاڑد دلهوسی[۳] یهان آئے نهین . اب یه نوابِ معلی القاب آتے هین[٤] . زمانے کا رنگ اور . کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نهین . بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب[٥] . وه بهی چیف سکرتر نرهے . لفٹنٹ گورنر هوگئے . وه سکرتر رهتے تو مجهے کچه غم نتها . ابتك مین اپنے کو یه بهی نهین سمجها که بیگناه هون یا گناهگار . مقبول هون یا مردود . مانا که کوئی خیر خواهی نهین کی ، جو نئے انعام کا مستحق هون . لیکن کوئی بیوفائی بهی سرزد نهین هوئی ،

---

(۱) یه میرزا صاحب کا املا هی . صحیح لفظ لارڈ هی .

(۲) لارڈ هارڈنگ صاحب هندوستان کی گورنر جنرل تهی . سنه ۱۷۸۵ع مین پیدا هوئی . جولائی سنه ۱۸٤٤ع سی جنوری سنه ۱۸٤۸ع تك گورنر جنرل هند رهی . سکهه وار مین بهت نمایان خدمات انجام دین . انتظام مملکت میں بهی مفید اصلاحات نافذ کین . جگه جگه اسکول قائم کئی . ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافه کیا . اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی . آخر مین سنه ۱۸۵۲ع سی سنه ۱۸۵٦ع تك کمانڈر انچیف رهی ، اور اسی سال ماه ستمبر مین انتقال کیا .

(۳) لارڈ ڈلهوسی سنه ۱۸۱۲ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸٤۷ع مین هندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی . اور ۱۲ جنوری سنه ۱۸٤۸ع کو آفس کا چارج لیا . انهون نی سکهون کو زیر کرکی سنه ۱۸٤۹ع مین پنجاب کا الحاق کیا . انکا اندرونی انتظام مملکت بهت عمده اور مضبوط مانا جاتا هی . محکمۂ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی . اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا . شاهی ڈاکخانه کا نظم بهی انهی کا رهین منت هی . پبلك ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمۂ تعلیمات قائم کیا . لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی . برما پر حمله کیا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاهدی مرتب کئی . صوبه برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیا . ان کی هاتهون بهت سی دیسی ریاستون کا خاتمه هوا . حادثۂ غدر کی تمام تر ذمه داری بهی انهی کی کاندهون پر رکهی جاتی هی . یه بڑی جفاکش کارکن تهی . چنانچه انکی سوانح کا خلاصه فتح ، استحکام ، اور ترقی هی . انهون نی لندن واپس جاکر سنه ۱۸٦۰ع مین انتقال کیا .

(٤) لارڈ کیننگ بهادر وائسرائی مراد هیں .

(٥) ایڈمنسٹن صاحب سنه ۱۸۱۳ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸۳۱ع میں اضلاع شمال و غرب مین تقرر هوا . ستلج کی فتح کی بعد وهان کی ریاستون کی کمشنر بنائی گئی . سنه ۱۸۵۳ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات هوئی . سنه ۱۸۵۵ع سی سنه ۱۸۵۷ع تك گورنمنٹ آف انڈیا کی فارن سیکریٹری رهی . بعد ازان جنوری سنه ۱۸۵۹ع مین پنجاب کی گورنر هوگئی . اور فروری سنه ۱۸٦۳ع تك اس عهده پر فائز رهی . انهون نی ۲٤ ستمبر سنه ۱۸٦٤ع کو انتقال کیا .

جو دستورِ قدیم کو برہم مارے[1]. بہر حال اس تشویش میں ہون. راہِ چارہ مسدود، اور دکھ موجود. عرفی خوب کہتا ہے:

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ   زند بفرقم وگوید کہ ہان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹[2].

(۱۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. منشورِ عطوفت پہنچا. نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا. مین از روی اخبار بہ تفصیل دریافت کر چکا ہون. ہندستان مین کسی رئیس کیواسطے یہ بات کاہے کو ہوئی ہے. مسند تکیہ کسی کو کب ملا ہے. یہ کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ہے. لطف یہ ہے کہ اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رہے. نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت ہین. اس صورت مین جو کچھ انہون نے دیا ہے، وہ عطیہ حضرتِ فلك رفعت ملکۂ معظمہ کا ہے. ایسے شاہنشاہ کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا ہونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونہ نازش ہے. یہ چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملكِ موروثی ہونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد غالبِ دعا گویِ گوشہ نشین کو مبارك ہو. زیادہ حدِ ادب. مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع[3].

---

(۱) یہ فارسی کے محاورہ «برہم زدن» کا ترجمہ ہے.

(۲) نواب فردوس مکان نے جواباً تحریر فرمایا: «مشفقا! ہنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا ہے. اللہ تعالی کے فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق ہے کہ جو مدارج شریف آپکی قدیم سے ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سے بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا. کسواسطے کہ اہالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس ہین».

(۳) میرزا صاحب نے اس عریضہ مین جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کے بیان کے مطابق حسب ذیل ہے: (لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نے ۱۵ نومبر سنہ (باقی)

(۱۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا هون ، که سو روپیه کی هنڈوی بابت

(بقیه) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنه ۱۲۷٦ ھ کو مقام فتحگڑھ مین ایك عالیشان دربار منعقد فرمایا ... اس دربار مین بهت سی دیسی روسا اور بهت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کانڈر انچیف صاحب شریك تهی .... اس دربار عام مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بهادر سی مخاطب هو کر کها : «مجکو بڑی خوشی اس بات کی هی ، که ان خدمات کی عوض جو آپ نی ملکۂ معظمه کی کین ، آج آپ کا شکریه ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نهایت مستعد اور صادق رهی ، اور آپ نی ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نهایت مشقت اور مستعدی سی حکومت برقرار رکهی . اور ملکۂ معظمه کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑھ کر یه هی ، که آپ نی ایك مجمع کثیر همقوم ملکۂ معظمه کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون سی محفوظ رکها . اور انکو هر طرح کی آسایش دی . حالانکه وه زمانه چارون طرف خوف سی گهرا هوا تها . مین بڑی خوشی سی روبرو سپه سالار افواج هند ملکۂ معظمه اور بهت سی معزز افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد ونواح اور دیگر مقامات هندوستان مین عهدههای جلیله پر منصوب هین ،» آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا هون . مجکو یقین هی که آپ کی کارگزاریون کو یه لوگ هرگز نه بهولینگی» . اس دربار مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بهادر کو خلعت قیمتی بیس هزار روپیه کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیاره کی بجای تیره مقرر هوی . علاوه اسکی «فرزند دلپذیر» کا خطاب عنایت هوا . القاب وآداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا : «نوابصاحب مشفق بسیار مهربان کرمفرمای مخلصان سلامت») .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنه ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بهادر کی سکریٹری نی گورنمنٹ ممالك مغربی وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بهادر ایك خط لکها . اس خط کی دفعه ٥ مین تحریر تها : (گورنر جنرل نی .... نواب صاحب کو مطلع کیا که انکی مستحکم وفاداری اور اعلی درجه کی امداد کی سبب سی ، جو انهون نی گورنمنٹ کو دی هی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع مرادآباد جسکی جمع ایك لاکھ چار هزار چار سو روپیه سالانه هی ، معافی مین بخشا هی . جسکو وه اور انکی وارث اپنی جاگیر کی ایك ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضه مین رکهین .)

اس عطیۂ شاهی کی تهنیت مین میرزا صاحب نی یه قطعه فارسی نظم کیا :

ای آنکه خود بمهر همی پروری مرا — از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانه بامضای کارها — با اهتمام سهم سعادت سهیم باد
در صبح دولت تو ز گلهای رنگرنگ — دائم مشام دهر رهین شمیم باد
آن دم ، که مرده را باثر زنده ساختی ، — در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برهت بهر دفع گرد — هر قطره زان نمونۂ در یتیم باد
هر صیغۂ ، که وضع وی از بهر امر تست ، — فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بهر خویش نیز دعای کنم چه باك — این نغمه هم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزاده ام خلوص وفا شیوۂ من ست — راهم ورای مسلك امید و بیم باد (باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ۱۸۵۹ پہنچی. اور روپیہ وصول مین آیا. اور صرف ہو گیا. اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا. تم سے نکہون تو کس سے کہون. اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا. لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ صبحِ پنجشنبہ ہشتم دسمبر سنہ ۱۸۵۹ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال(۱).

(بقیہ) چون رہروی کہ بر نمط جادہ رہ رود | پیوستہ سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز | مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستۂ زمان و مکان نیست دردمند | گر خود رود بکعبہ برین در مقیم باد
شادم بکنج امن و نگویم کہ بندہ را | خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس ہمان پوشش تنست | پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجملہ این سہ بیت کہ حرجوش فکرتست | در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
«نواب مہر مہر منوچہر چہر را | حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچۂ کہ پہلوی گل بشگفد بباغ | ملك جدید شامل ملك قدیم باد
ہر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس | روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»

(کلیات غالب فارسی، ص ۲٦)

اس قطعہ کی متعلق یہ بتانا، کہ کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار ھی. اسلئی کہ مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر ہو. لیکن ۲۷ نومبر کی مکتوب مین اسکا مذکور نہونی کی باعث، قیاس یہ ھی، کہ اس تاریخ کی بعد لکھا گیا ہوگا. اور اسی مہینی کی کسی آخری تاریخ مین یا ماہ دسمبر کی شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال ھوا ھوگا. نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبار الصنادید نی ذکر نہین کی. لیکن خود نوابصاحب نی میرزا غالب کو ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۷٦ ھ مطابق ۸ نومبر سنہ ۵۹ ع کو لکھا ھی: «مخلص بتاریخ ۱۲ اس مہینی کی طرف فرخ آباد کی روانہ ھوگا اور بتاریخ ۱۸ اس مہینی کی معاودت کرکی رامپور پہونچی گا....».

(۱) میرزا صاحب کی اس عریضہ کی جواب مین نواب فردوس مکان نی القاب وتسلیمات کی بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کی، کہ مخلص کو آپ کی ذات ستودہ صفات سی محبت اور موانست قلبی ھی، ھنڈوی مبلغ دو سو روپیہ کی سوائی مشاہرۂ معینہ معطوف رقیمۃ الوداد ھذا کی مرسل ھی. اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سی یہ ھی، کہ رسید ھنڈوی مذکور سی مطلع اور مطمئن فرمائین. اور سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ھوا ھون. لیکن ابتك آپ نی مسرور ملاقات بہجت آیات سی مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ھی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو دلی سی روانا ھوکر شام کو مرادنگر، اور جمعہ ۲۰ جنوری کو میرٹھ پہنچی. وھان ۲۱ کو قیام کرکی دوسری دن شاھجہانپور، گڑھ مکتیسر، اور مرادآباد ھوتی ھوی، جمعہ کی دن ۲۷ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

(۱۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لاتا هون . اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچهتا هون . اور بکمالِ ناچاری بصد گونه شرمساری عرض کرتا هون که آج سه شنبه ۷ فروری کی هے . جو لوگ که میرے ساتهه هین گوش بر آواز هین . اور جو وظیفه خوار دلی مین هین وه چشم براه هونگے . زیاده حدِ ادب . خوشنودی کا طالب **غالب** . صبحِ سه شنبه ۷ فروری سنه ۱۸٦۰[1] .

(۲۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

تقدیم مراسمِ تسلیم مقدمه اس گزارش کا هے، که عالم دو هین . ایك عالم شهادت ، ایك عالمِ غیب . جسطرح عالمِ شهادت مین آپ میری دستگیری کررهے هین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پهنچارها هے . تفصیل اس اجمال کی یه که وه نقشا پنسن دارون کا جو یهان سے صدر کو گیا تها ، وه اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آگیا . حکم به نسبت هر واحد کے مختلف هے .

(بقیه) هوی . یهان منجانب ریاست مهمانداری کا انتظام کیا گیا . اور محلۂ راجدواره مین ایك مکان قیام کیلئی عطا هوا . نواب فردوس مکان نی تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقه فروگزاشت نهین کیا . اور چند دن کی بعد زر دعوت کی نام سی سو روپیه ماهوار مقرر فرما دیا . رامپور کی آب وهوا میرزا صاحب کی مزاج کی موافق تهی . اسلئی وه چاهتی تهی که یهان زیاده عرصه رهین . لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتهه آئی تهی . اوانهون نی دلی واپس جانی کیلئی ضد کی . چونکه یه دونون کم عمر تهی اسلئی انکا تنها دلی بهیجنا مناسب نه تها . مجبوراً میرزا صاحب نی رخصت مراجعت کی درخواست کی . نواب فردوس مکان نی قیام پر اصرار کیا . لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سی ۱۷ مارچ سنه ٦۰ع کو روانا هوکر ۲٤ ماه مذکور کو دلی جاجا پهنچی . سفر کی تفصیلات کیلئی دیباچه ملاحظه هو .

(۱) اس عریضه کی لفافه سی معلوم هوتا هی که یه میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب فردوس مکان کو لکها گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کی توسط سی کیمپ مین پیش هوا . مقام کا نام لفافه پر درج نهین . لیکن جوابی فرمان کی مسوده مین «از مقام کهریا» تحریر هی . جس سی یه نتیجه نکلتا هی که اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کهریا تحصیل سوار مین فروکش تهی .

تقلیل بہت ہے ۔ سو روپیہ مہینے والے کو پچھتر[۱] بھی ھین ، اور پچیس[۱] بھی ھین ، اور دس[۱] بھی ھین ۔ اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا ہے ۔ یاس کلی ہے ۔ لیکن واقعہ یہ ھوا ہے ، کہ سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفہ یہ کہ میرے نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر ہے ، کہ جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ھوتا ہے ، کہ گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ہے ۔ حکام کے عملہ مین اور وکلا اور اھل شہر مین یہ مشہور ہے ، کہ وہ تحریر ولایت سے آئی ہے ۔ بہر حال دو امر ہنوز مبہم ھین ۔ ایک اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسرے میرے بھائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یہ دونون امر چند روز مین معلوم ھو جائینگے ۔ اور جو معلوم ھوگا ، وہ عرض کیا جایگا ۔ غالب ۔ ۲۲ اپریل سنہ ۱۸۶۰[۲] ۔

(۲۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

شکرِ بندہ پروری بجا لا کر عرض کرتا ھون ، کہ کل ۱۲ جولائی کو نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ھنڈوی کے پہنچا ، اور روپیہ معرضِ وصول مین آیا ۔ متوقع ھون ، کہ یہ عطیہ چوتھی پانچوین انگریزی کو ، جیسا کہ ھمیشہ

(۱) ان مقامات پر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ھین ۔

(۲) اس عریضہ کے جواب مین ۲۸ رمضان سنہ ۱۲۷۶ ھ مطابق ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۶۰ ع کو نواب صاحب نے تحریر فرمایا : «مشفقا ! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی ھوتی ھے ، تو آغاز ھی سے مقدمات سرور پیدا ھوتے ھین ۔ ایسی سامان نظر آتے ھین کہ بے اختیار دلکو انبساط ، طبیعت کو نشاط ھو ۔ حسن اتفاق دیکھیئے ، کہ ۱۹ تاریخ اپریل سال حال پہلے تو ایک لاکھ بیس ہزار کی جاگیر پر دخلدھانی کا خریطہ آیا ۔ مین اوسی پڑھرھا تھا ، کہ آپکا نامۂ سرور افزا پونچا ۔ اوس سے آپکی پنشن کی بحالی کا مژدہ پایا ۔ نشۂ سرور دوبالا ھوگیا ۔ اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل ھوئی کہ زینہار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نہین ۔ بارخدایا مبارک ھو ۔ سپاس منعم حقیقی ادا نہین ھوسکتا ۔ اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری ھونا محض شان قدرت باری ھے ۔ شکر اوسکے احسانات کا کہانتک ادا کیجئے ۔ عجب قدرت نمائی فرمائی ھے ۔ دلکو طرفہ مسرت ھاتھ آئی ھے» ۔ میرزا تفتہ کے نام کے ٦ مئی سنہ ۱۸۶۰ ع کے خط سے معلوم ھوتا ھے کہ ٤ مئی سنہ ۱۸۶۰ ع کو زرپنشن وصول کیا گیا تھا (اردوی معلی ، صفحہ ۹۰) ۔ وصول شدہ رقم ، دوھزار دوسو پچاس روپیہ کے خرچ کی پوری تفصیل کیلئے اردوی معلی ، صفحہ ۱۸۲ ، خط بنام میر مہدی ملاحظہ ھو ۔ آخر مین یہ عرض کرنا ضروری ھے کہ میرزا صاحب کے عریضہ کی تاریخ ۲۲ اپریل سہو قلم معلوم ھوتا ھے ۔

پہنچتا تھا، پہنچا کرے. دسوین بارھوین نہوا کرے.

تم سلامت رہو قیامت تك

خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ جمعہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷٦ مطابق ۱۳ جولائی سنہ ۱۸٦۰.

(۲۲)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت[۱].

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامہ کے ورود سے مین نے عزت پائی. سو روپیہ کی ھنڈوی بابت مصارف مارچ سنہ ۱۸٦۱ کے پہنچی. زرِ مندرجہ معرضِ وصُول مین آیا. خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رھے. کلیاتِ فارسی کے پہنچنے سے اور اس نذر کے مقبول ہونے سے مجکو بہت خوشی حاصل ہوئی[۲].

تم سلامت رہو قیامت تك

عنایت کا طالب **غالب**. صبحِ یکشنبہ ۷ اپریل سنہ ۱۸٦۱ ع.

(۲۳)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعـــدِ تسلیم تورہ اور خلعت کے عطیّہ کا آداب بجا لاتا ہون. خدا آپ کو سلامت رکھے. اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

---

(۱) عریضہ نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط ھی.

(۲) میرزا صاحب کا یہ نسخۂ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ٦۱ ع ڈاك کی ذریعہ حضور مین پیش ھوا. نوابصاحب نی اسکو «آئینۂ جہان نما ل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا ھی. یہ نسخہ کتب خانۂ سرکاری مین محفوظ ھی. خط نہایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سی مزین ھی. اسکی کاتب کی باری مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بہادر کو لکھتی ھین: «آپ کو دیوان کی دینی مین تامل کیون ھی. روز آپ کی مطالعہ مین نہین رھتا. بغیر اوسکی دیکھی آپ کو کھانا نہ ھضم ھوتا ھو، یہ بھی نہین. پھر آپ کیون نہین دیتی: رھا کتاب کی تلف ھونیکا اندیشہ، یہ خفقان ھی. کتاب کیون تلف ھوگی. احیاناً اگر ایسا ھوا، اور دلی لکھنو کی عرض راہ مین ڈاك لٹگئی، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کی ھاتھ کا لکھا ھوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی، صفحہ ۲۸۹).

شادیون مین تورہ وخلعت کی تقسیم نصیب ہو .

یہ تحریر نہین . مکالمہ ہے . گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپیئے ، جو تورہ و خلعت کے نام سے مرحمت ہوئے ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا ، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین ؟

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب . دوشنبہ . بحسابِ تعزیہ داران پانچوین ، اور از روی دوج ٦ محرم الحرام سنہ ۱۲۷۸[1].

---

(۱) اس عریضہ مین نواب فردوس مکان کی منجھلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کا حوالہ ہی . یہ شادی نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی نواسی کیساتھ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۷ ھ مطابق ۲۷ جولائی سنہ ۱۸٦۱ ع کو قرار پائی تھی . مہینون قبل سی تیاریان ہوئی تھین . ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شہر کو کھانا تقسیم ہوا تھا . اور ساری شہر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراستہ کی گئی تھین . ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتامی جاری ہوئی تھی . اس سلسلہ مین میرزا صاحب کو بھی دعوت شرکت دیگئی تھی . لیکن وہ ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تھی . چنانچہ نواب علاء الدین خان علائی کو ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۱ ع کو لکھا ہی : «والی رامپور نی بھی تو مرشد زادہ کی شادی مین بلایا تھا . یہی لکھا گیا ، کہ مین معدوم محض ہوگیا ہون . تمھارا اقبال تمھاری کلام کو اصلاح دیتا ہی . اس سی بڑھکر مجھسی خدمت نہ چاہو» (اردوی معلی ، صفحہ ۳۰٤ و ۳۰۵) .

میرزا صاحب نی تورہ و خلعت کا عطیہ پاکر ایك تہنیت نامہ اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانہ کیئی تھی . قطعات مثل مین شامل نہین . لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعہ لکھنو ، ص ۳۱) مین شایع ہوچکی ہین . مقام کی مناسبت چاہتی ہی کہ انھین یہان نقل کیا جائی . فرماتی ہین :

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او   مہر تابان برد قسط فیض ومن ہم یافتم
از ولیعہدش سخن رانم کہ چون ماہ منیر   طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانہ فرزند فرہمندش کہ ہست   کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بہیتش کدخدا   شاد گشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بہرہ بردم در تصور زان ہمایون انجمن   بسکہ در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدہر   خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

(۲٤)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعـــدِ تسلیم معروض ہے۔ آٹھ سـات برس سے مصدرِ خدمت اور

(بقیه) سال این دولت وزا شادی بامهاں نظر «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم
اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین۔

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا — پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
باغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر — سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك — ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص — برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است — رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر — بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را — شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود — عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم — برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر — ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست — که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد
ظهور میمنت کدخدائی فرزند — بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او — نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب — متاع خاصۂ دریا و کان مبارکباد
کشایش درگنجینه و آنکه از در گنج — بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
تطالبان زر و سیم سیم و زر ورخ — بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم — ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند — فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان — نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادۂ عهد — خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی — ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸٦۱ ع مطابق غرۂ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا: «.... قطعات مبارکباد اور تهنیت نامۂ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی۔ اور سرمایه هزاران مسرت اور شادمانی کا ارزانی کیا۔ سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها، که وصول اسکا احاطۂ تحریر وتقریر سی متزاید هی۔ الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی»۔ (باقی)

شریكِ ذولت هون. لازم کرلیا هے، که بیهوده گزارش نکرون. اور کبهی کسی کی سپارش نکرون.

بهائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب(۱) کو لکها، اس کو مین سپارش نسمجها تها. مخبر بنا، اور آپ کے اهل کارون کو اوس بات کی خبر دی، که جس کا تدارك صاحبانِ ملك و حاکمانِ عهد پر لازم هے. سو بمقتضایِ نصفت و عدالت وه مقدمه فیصل هوگیا. میر سرفراز حسین اور میرنصاحب کو(۲) والله بالله اگر مین نے بهیجا هو. نوکری کی

(بقیه) اب صرف تهنیت نامه باقی ره جاتا هی. بظاهر عریضه نمبر ۲۳ تهنیت نامه معلوم هوتا هی، لیکن اس کو مذکورهٔ فرمان تهنیت نامه قرار نهین دیسکتی. اس لئی که فرمان سی مترشح هی، که تهنیت نامه بهی منظوم تها. اور یه عریضه منثور هی. علاوه برین اس کو تهنیت نامه قرار دینا اسلئی بهی ناممکن هی، که یه لفافه کی انگریزی تاریخ کی مطابق ۱۵ جولائی کو لکها گیا تها. اور تهنیت نامه کا ذکر نواب صاحب کی ۱۱ جولائی کی فرمان مین آچکا هی.

(۱) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان الله کی لڑکی تهی. یه ١٤ شوال سنه ١٢٢٨ھ (١٨١٣ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا هوئی. انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تهی. انهون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواهی سی کام کیا. اور اسکی صله مین گورنمنٹ سی پانچ هزار روپیه کا خلعت، تلوار، طلائی گهڑی اور تین هزار چوده روپیه سالانه کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی. نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایك سال بعد انهین چالیس هزار روپی نقد یکمشت عطا کی. اور جب یه بیمار هوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی. انهون نی ۲ محرم سنه ١٢٨٤ ھ مطابق سنه ١٨٦٧ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن هوئی. انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شهرت کی قومی رهنما هوئی هین (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ١٤١، وتذکرهٔ کاملان رامپور، ص ٤٦٦).

(۲) میر سرفراز حسین میر مهدی مجروح کی بهائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تهی. میرزا صاحب سی بهی ان دونونکی خوردانه تعلقات تهی. اردوی معلی اور عود هندی مین انکی نام متعدد خطوط درج هین. میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکهکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بهیجا تها. لیکن شومی بخت سی اوس وقت یهان ملازمت نه مل سکی، اور یه دونون سو روپیه کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی. اس سلسله مین میرزا صاحب نی میر مهدی کو لکها هی: « سید صاحب کل پهر دن رهی، تمهارا خط پهنچا. یقین هی که اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمهاری پاس پهنچ گئی هون. حال سفر کا، جو کچه هی، اونکی زبانی سنلوگی. مین کیا لکهون. مین نی بهی جو کچه سنا هی اوتهین سی سنا هی. اونکا اسطرح ناکام پهرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف هی. لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے۔ میر سرفراز حسین نوکری پیشہ، اور میرن مرثیہ خوان اور یہاں کے مرثیہ خوانون مین ممتاز۔ خانساماںصاحب کو جو مین نے یہ لکھا، کہ یہ ایسے ہین اور ایسے ہین۔ غرض اس سے یہ تھی، کہ محرم مین جہان دس پانچ مرثیہ خوان اور مقرر ہوتے ہین، میرن بھی مقرر ہو جائین۔ آخر جا بجا تھانہ دار، کوتوال، تحصیلدار نوکر ہین۔ میر سرفراز حسین ہوشیار اور کارگزار آدمی ہین۔ کسی علاقہ پر یہ بھی مقرر ہو جائین، یہ دونو امر یا ان دونون مین سے ایک ہوجاتا بہتر تھا۔ نہوا بہتر۔ درحقیقت سپارش نتھی۔ صرف معرّف ہونا تھا۔ سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نہ لکھ سکتا تھا۔ میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رہے۔

ز سـینہ تا بلبم سالہا نیابد راہ　　ہرآن نفس کہ رضایِ تو اندرآن نبود

دادکا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۸۶۱۔

(۲۵)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد تسلیم کے عرض کرتا ہون۔ اور طلوعِ ستارۂ اقبال کی مبارکباد دیتا ہون۔ یقین ہے کہ اس سفرِ فیض اثر مین «ریل گاڈی» کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی ہوگی۔ یہ اوس میمنت و شکوہ و شوکت سے علاوہ ایک تماشا

(بقیہ) اور میری تصور کے مطابق ھے۔ میں جانتا ھون کہ وھاں کچھ نہوگا۔ سو روپیہ کی ناحق زیرباری ھوئی۔ چونکہ یہ زیرباری میری بھروسی پر ھوئی، تو مجھی شرمساری ھوئی۔ لیکن مین نے اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاھیاں بہت اوٹھائی ھیں۔ جہاں ہزار داغ ھیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل کڑھتا ھے، (اردوی معلی، ص ۱۸۵)۔ بعد ازاں ۱۸ اگست سنہ ۱۸۶۱ع کو پھر لکھتے ھیں: «بھائی تم سچ کہتے ھو۔ بر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگررد۔ لیکن مجھی افسوس اس بات کا ھے کہ یہ زیرباری میری تحریر کے بھروسہ پر ھوئی اور خلاف میری مرضی کے ھوئی۔ جسطرح سے یہ آئے ھیں، اگرچہ میری طبیعت اور میری خواھش کے منافی ھے لیکن واللہ میری عقیدہ اور تصور اور قیاس کے مطابق ھے۔ یعنی مین یہی سمجھا تھا کہ البتہ یونہی ہوگا (ایضاً، ص ۱۵٤)۔

نیا دیکھا. حق تعالی حضرت کو سلامت باکرامت رکھے[۱].

دعا گو ایک مہینا بھر سے بیمار ہے. ابتدا وہی قولنج دورے. بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین، تپ نے آگھیرا. کئی باریان بھگتین. اب دو باریان ٹلگئی ہین. لیکن طاقت باالکل[۲] سلب ہوگئی ہے. اور ضعفِ دماغ نے قریب بہ ہلاکت پہنچا دیا ہے. باالفعل[۲] آب سیب کا استعمال ہے.

---

(۱) نواب صاحب کی مذکورہ سفر کی تفصیل یہ ہی، کہ «.... جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایک فرمان ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۱ ع کو صادر ہوا. جسکا خلاصہ یہ تھا. کہ [مابدولت نی اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارک سی ایک رتبۂ جدید بہادری جو آج سی دوام کیلئی خطاب 'موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا' سی موسوم ہوکر مشہور ہوگا، تجویز اور ایجاد کیا ہی. اور مابدولت کا ارشاد ہوتا ہی، کہ رتبۂ مذکور مین ایک شخص 'ساورن' (سردار اعلی) ایک 'گرانڈ ماسٹر' (سردار) اور پچیس 'نائٹ' (بہادر) شریک رہین. اور والیان ہند اور سرداران ہندوستانی اور ہماری رعایا مین سی وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتی ہون، اس رتبۂ عالی سی محروم نہ کئی جائین. مابدولت کی تجویز اقدس سی مابدولت کی عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل ہندوستان اس .... رتبہ کی اول سردار مقرر ہوی. اور یہ مقتضای دانشمندی اور مصلحت ہی، کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسی اشخاص کو، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سی نامزد ہوکر اس رتبہ کی بہادر مقرر کئی جائین، عہدۂ موسومہ 'نائٹ بیچلر' عطا کرنیکا مجاز ہی ....]. اسکام کیواسطی لارڈ کیننگ صاحب نی ایک دربار الہ‌آباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی. اور نواب سید یوسف علیخان بہادر کو بھی بلایا. نوابصاحب مع خدم وحشم الہ‌آباد گئی. یکم نومبر سنہ ۱۸۶۱ ع کو ایک شاہانہ دربار منعقد ہوا .... جب تمام اہالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئی، تو نوابصاحب بہادر تخت شاہی کی محاذی تشریف لیگئی. اور گورنر جنرل نی اپنی ہاتھ سی اس رتبہ کی تمغی عطا فرمائی. اور کھڑی ہوکر بیان کیا: '.... چونکہ یہ رتبہ سب سی پہلی آپ صاحبون کو عطا ہوا ہی، امید ہی کہ آپ ہند کی باشندون مین ایسا طریقہ اختیار کرینگی کہ آپ کا طرز عمل دیکھنی سی ہند کی سردارون یا باجگزارون کو ملکۂ معظمہ کیساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا ہو'. بعد اس تقریر کی دربار برخاست ہوا. اور نوابصاحب گورنر جنرل سی رخصت ہوکر اپنی دارالریاست کو واپس تشریف لائی» (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۶).

نوابصاحب کی فرمان بنام غالب مورخۂ ۸ اکتوبر سنہ ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۷۶ھ سی معلوم ہوتا ہی، کہ حضور ۱۳ اکتوبر سنہ ۶۱ ع کو الہ‌آباد روانہ ہوی. تقریباً ایک ماہ رامپور سی باہر رہنی کا خیال تھا. لیکن جیسا کہ میرزا صاحب کی خط سی معلوم ہوتا ہی نومبر کی پہلی ہفتہ مین واپس تشریف لی آئی.

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نی ایک الف زائد لکھدیا ہی. صحیح «بالفعل» اور «بالکل» ہی.

طریقۂ دعا گوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نوبیت بسبیل مثنوی ، کہ جس مین حصولِ عطیۂ سلطانی کی هجری وعیسوی تاریخ هے ، بہر حال لکھ لی هین . کل ورودِ عنایت نامه سے معزز هو کر آج وه اشعار نذر کرتا هون[1] . زیاده حدِ ادب . تم سلامت رهو قیامت تك . شفقت کا طالب غالب .

دو شنبه ١١ نومبر سنه ١٨٦١ .

(٢٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل ایك شعر ظهوری مغفور کا اور ایك شعر غالب مرحوم کا ایك ورق پر لکھکر صبح کو ڈاك مین بھجوا دیا . شام کو توقیعِ وقیع هرکارۂ ڈاك نے لادیا . اگست سنه ١٨٦٢ کی پرورش کی هنڈوی پہنچی ، اور سو روپیه وصول هوگئے .

فقیر کا شیوه صدق و سداد کا هے . چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین ، خدا نخواسته باشد ، کچھ کمی پاتا هون . اگر غلط هے میرا گمان ، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے . اور اگر میرا دلِ دیوانه سچ سمجھا هے ، تو متوقع هون که عتاب کے سبب سے آگهی پاؤن . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضۂ صبحِ دو شنبه ١٥ ستمبر سنه ١٨٦٢ ع . [مهرِ غالب سنه ١٢٧٨ ھ] .

یه عرضداشت جدا هے ، البته اس کے جواب کا امیدوار هون ، اور رسیدِ معمولی جدا هے[2] .

(٢٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پہنچا .

---

(١) اس مثنوی کے متعلق لفافه کی پشت پر نوٹ هے « تاریخ نزد منشی سیلچند ماند » . سرکار نے اسکی تعریف مین ١٧ نومبر کو تحریر فرمایا « سبحان‌الله ! هر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفۂ بے مثل هے »

(٢) یه عبارت عریضه کے آخر مین مهر کے بعد تحریر هے .

اگست سنه ۱۸۶۲ کے مہینے کی پرورش کا روپیه وصول هوا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کےهون دن پچاس هزار

[مہرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ھ] . دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸۶۲ .

(۲۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع هنڈوی سو روپیه کے شرفِ ورود لایا . سو روپیه مصارفِ ستمبر سنه ۱۸۶۲ کا معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضۂ دهم[۱] اکتوبر سنه ۱۸۶۲ . خوشنودیِ مزاج کا طالب غالب .

(۲۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامۂ ربوبیت طراز ، مورخۂ ۱۱ مارچ سنه ۱۸۶۳ ، ۱۴ ماهِ مذکور کو مین نے پایا . دوسو روپیه کی هنڈوی کا شکر بجا لایا . کہانتك شکر بجا لاؤنگا . کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا . «شکرِ نعمتہایِ تو چندانکه نعمتہایِ تو» .

اب سنیئے اپنے دعا گو کی داستان . منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے[۲] خلعت عطا کیا . اور فرمایا که هم تمهین مژده دیتے هین ،

---

(۱) لفافه پر یوم جمعه ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸۶۲ لکھا هی .

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد هین . یه فروری سنه ۱۸۵۹ ع سی جنوری سنه ۱۸۶۵ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رهی تهی . قدر بلگرامی کی نام کی مکتوب سی معلوم هوتا هی ، که مرزا صاحب انکی دربار مین شریك نهین هوی تهی . دربار کی بعد منٹگمری صاحب نی بلاکر اپنی طرف سی خلعت عطا کیا ، اور وهین دربار انباله کی متعلق گفتگو هوئی . فرماتی هین : «.... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بہادر قلمرو پنجاب یہان (دلی) آئی . دربار کیا . مین نگیا . دربار کی بعد ایك دن باره بجی چپراسی آکر مجکو بلا لی گیا . بہت عنایت فرمائی . اور اپنی طرف سی خلعت عطا کیا» (اردوی معلی ، ص ۴۰۶ ، لاهور ایڈیشن سنه ۱۹۲۶ع) . منشی شیونراین کی نام کی خط مین واقعه کی مزید تفصیلات تحریر کی هین . فرماتی هین : «... بڑی لارڈ صاحب کی ورود کی زمانی مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بهی دلی مین آئی . دربار کیا . خیر کرو . مجهکو کیا . ناگاه دربار کی تیسری دن باره بجی چپراسی آیا ، اور کہا که (باقی)

که نواب گورنر جنرل بہادر نے[1] اپنے دفتر مین تمھارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رهنے کا حکم لکھوا دیا . مین نے عرض کیا که مین انبالے جاؤن ؟ فرمایا البته انبالے جانا هوگا .

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت هوئی ، که دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع هین . گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا . آپ خط اپنا دے آیا . زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا . پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا . چنانچه لفافه بلحاظِ گرانیِ وزن رهنے دیتا هون ، اور خط بجنسه حضرت کو بھیجتا هون .

کل سے ایك اور خبر اوڑی هے ، که نصیبِ اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز هو گئی هے . انبالے مین دربار نکرینگے . اور شمله کو چلے جائینگے . اب مین دو وجه سے بین السفر و السکون متردد هون . پہلی وجه خاص . دوسری وجه عام . دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا هے ، اور سو مہاجن کے هان ڈاك اور خرچِ راه کیواسطے رهنے دئے هین . تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا . جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا .

(بقیه) نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا هے تھائی یه آخر فروری هے . اور میرا حال یه هے که علاوه اوس دائیں هات کی رحم کی سیدھی ران میں اور بائیں هات میں ایك ایك پھوڑا جدا هے . حاجتی میں پیشاب کرتا هون . اوٹھنا دشوار هے . بہر حال سوار هوگیا . پہلی صاحب سکرتر بہادر سی ملا . پھر نوابصاحب کی خدمت میں حاضر هوا . تصور میں کیا بلکه تمنا میں بھی جو بات نه تھی وه حاصل هوئی یعنی عنایت سی ، اخلاق سی اخلاق . وقت رخصت خلعت دیا اور فرمایاکه یه هم تجھ کو اپنی طرف سی از راه محبت دیتی هیں . اور مژده دیتی هیں ، که لارڈ صاحب کی دربار میں بھی تیرا نمبر اورخلعت کھل گیا انبالی جا . دربار میں شریك هو . خلعت پہن . حال عرض کیا گیا . فرمایا ' خیر اور کبھی کی دربار میں شریك هونا ' . اس پھوڑی کا برا هو انبالی نجاسکا » (اردوی معلی ، ص ۳۸۳ و ۳۸٤) .

(۱) لارڈ الگن بہادر مراد هیں یه لارڈ کیننگ کی بعد هندوستان کی وائسرای هوی . جنوری سنه ۱۸٦۲ع میں چارج لیا اور ۲۰ نومبر سنه ۱۸٦۳ع کو فوت هوگئی . میرزا صاحب ایك مکتوب کی آخر میں لکھتی هیں : « ۲۱ جمادی الثانی سال ' عمر ' مطابق ۳ دسمبر سال ' کیا عجب هی هی ' یه گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی هی » (اردوی معلی ، ص ٤٠٥) .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار
معروضۂ ١٦ مارچ سنه ١٨٦٣ . (مہرِ غالب سنه ١٢٧٨ ھ)[1].

(میرزا صاحب نے ایك عریضه ٢٨ جولائی سنه ١٨٦٣ ع کو لکھا تھا. مثل مین اوسکا لفافه موجود هے . میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا هے : «عرضی در حضور ماند»).

(٣٠)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . جب انبالے میرا جانا نهوا ، تو مین نے قصیدهٔ

---

(١) میرزا صاحب نے ١٣ رمضان مطابق ٤ فروری (سنه ٦٣ع) کو میرزا تفته کے نام حسب ذیل خط لکھا هے : «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار مین مجکو ٧ پارچے اور تین رقم جواهر خلعت ملتا تھا . لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئے هین . ناامید هوکر بیٹھرها . اور مدت العمر کو مایوس هو رها . اب جو یهان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے . مین جانتا تھا ، که یه بھی مجھسے نه ملینگے . کل اونهون نے مجکو بلا بھیجا . بہت سی عنایت فرمائی . اور فرمایا که لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگے . میرٹ هوتے هوے اور میرٹ مین اون اضلاع کے علاقه دارون اور مالگزارون کا دربار کرتے هوے انبالے جائینگے . دلی کے لوگون کا دربار وهان هوگا . تم بھی انبالے جاؤ . شریك دربار هوکر خلعت معمولی لے آؤ . بھائی کیا کهون که کیا میرے دل پر گزری . گویا مرده جی اٹھا . مگر ساتھ اس مسرت کے یه بھی سناٹا گزرا ، که سامان سفر انباله و مصارف بے انتها کهان سے لاؤن . اور طره یه که نذر معمولی میری قصیده هے . ادھر قصیده کی فکر . اودھر روپیه کی تدبیر . حواس ٹھکانے نهین . شعر کام دل و دماغ کا هے . وه روپیه کی فکر مین پریشان . میرا خدا یه مشکل بھی آسان کریگا . لیکن اندنون مین نه دن کو چین هے . نه رات کو نیند هے . یه کئی سطرین تمهین ، اور ایسی هی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو ، لکھکر بھیجدی هین . جیتا رها تو انبالے سے آکر خط لکھونگا » (اردوی معلی ، ص ١١١) .

اس خط سے معلوم هوتا هے ، که میرزا صاحب نے محولهٔ بالا « سطرین » چار فروری کو یا اس سے ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تهین . سوء اتفاق سے ان سطور والا عریضه مثل مین موجود نهین . البته نوابصاحب کا جواب شامل هے . القاب وآداب کے بعد ارشاد فرمایا هے: «... مشفقا! هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیهم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است ». یه فرمان ١١ مارچ سنه ٦٣ ع کو تحریر کیا گیا تھا . میرزا صاحب کے عریضه مین اسیکا حواله هے . اصل عریضه کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ١٩ مارچ کو تحریر فرمایا : «... جوکه خط نواب صاحب کمشنر بهادر سے عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بهادر دام اقبالهم کا بمقام انبالے مستنبط هے ، اسواسطے تشریف لیجانا آپ کا انبالے کو بلا استجازت ضرور نهین معلوم هوتا . آینده جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی هو . اور خط مسطور بجنسه واپس بھیجا جاتا هے ...» .

مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریقِ ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین[۱]. اور یہ دستورِ قدیم تھا، کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافقِ معمول قصیدہ بھیجا، یقین ہے کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا، صدائی بر نخاست. ناامید ہوکر بیٹھ رہا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسمِ تحریرِ خطوط نرہی، تو دربار اور خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا. وہی افشانی کاغذ. وہی القاب. جی چاہتا تھا کہ اصلِ خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب غالب. صبحِ سہ شنبہ ٤ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۳[۲].

(۱) قصیدۂ مذکور کیلئے مثنوی ابر گہربار (ص ۳۵، مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی، سنہ ۱۲۸۰ھ) ملاحظہ ہو.

(۲) صاحب سکرتر بہادر کے محولۂ بالا خط کی نقل حسب ذیل ہے:

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامہ.

در شہر دہلی.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان، مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالی.

خط بر کاغذ افشان.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان سلامت.

قصیدۂ با آب و تاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہ وصول گردیدہ، بر رخ ارادت آن مہربان آبی، و بر جبین عقیدت ایشان تابی افزود. وازگرانمایہ گوہرہای بحر فکر یکتا سحور معنی پرور، کہ گنج بر گنج نہادہ بود، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشتہ، طرب پیرای خاطر ہمایون ایشان گشت. زیادہ چہ نگاشتہ آید. (دستخط انگریزی)

مرقوم ۳۰ جولائی سنہ ۱۸٦۳ع.

یہان یہ امر قابل اظہار ہے کہ میرزا صاحب کے اس روحانی سرور کے حصول مین اونکی ایك جسمانی عارضہ نے خلل اندازی کی. چنانچہ جمعہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸٦۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

(۳۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد تسلیم کے معروض ہے . نوازشنامہ اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین . «شکرِ نعمتہای تو چنـدانکہ نعمتہای تو» . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب . سہ شنبہ پنجم جولائی سنہ ٦٤ .

(۳۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ ہنڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـہ بابت تنخواہِ جولائی سنہ ۱۸٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحّم کا طالب غالب . ۱۱ اگست سنہ ۱۸٦٤ .

(۳۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامہ مع ہنڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیـہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ

(بقیہ) لکھتے ہین: «رجب کے مہینے مین سیدھے ہاتھ پر ایک پھنسی ہوئی، پھنسی پھوڑا ہوگئی . پھوڑا پھوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار ہوگیا . اب بقدر یک کف دست وہ گوشت مردار ہوگیا . انبالی بجانی کی ابھی یہی وجہ ہوئی (اردوی معلی ، صفحہ ۱۵۲) . بعدازان ۳ مئی کو منشی شیو نراین کولکھا ہے : «... اس پھوڑی کا برا ہو انبالی نجاسکا» (ایضاً ، صفحہ ۳۸٤) . میرزا تفتہ کو ایک غیرمورخہ خط مین اطلاع دی ہے : «لو صاحب ! ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالی کا جانا موقوف کیا . اور بڑی گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار ہون . ہاتھ پر ایک زخم ، زخم کیا ایک غار ، ہوگیا ہے . دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے» (ایضاً ، صفحہ ۳٦۸ ، لاہور ایڈیشن سنہ ۱۹۲٦ ع) .

حدِ ادب .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزاز

نجات کا طالب **غالب** . جمعه نہم ستمبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـــدِ تسلیم معروض هے . صـدورِ والا نامـه سے مین نے عزت پائی بذریعۂ هنڈوی سو روپیه بابت تنخواهِ ستمبر سنه ١٨٦٤ وصول هوئے . زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب **غالب** . دو شنبـه دهم اکـتوبر سـنه ١٨٦٤ عیسوی .

(٣٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـدِ تسلیم و نیاز معروض هے . جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاجِ مبـارک کا حال خارج سے مسموع هوا هے ، عالم الغیب گواه هے که مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان[1] پر کیا گزر رهی هے . ایکدن رات میرے گھر مین روٹی نہین پکی . هم سب نے فاقه کیا . بارے وه خبرِ وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانے هوئے . باالکل[2] اطمیـنان جب هوگا که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعـۂ تاریخِ غسلِ صحت لـکھکر

---

(١) حسین علی حان ، مرزا صاحب کی متبنی زین العابدین خان عارف کی لڑکی تهی . باپ کی انتقال کی بعد مرزا صاحب نی انهین پوتون کی طرح پالا تها . نواب خلد آشیان کی عهد مین ریاست سی وظیفه پاتی لگی تهی . یه نہایت خوشگو شاعر تهی . اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کہتی تهی . فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تها . اپنی والد کی طرح انهون نی بهی نوجوانی کی عالم مین سنه ١٢٩٦ھ (١٨٨٠ع) مین انتقال کیا . « شادان فرخ نهاد » مادۂ تاریخ هی (انتخاب یادگار ، صفحه ٢٧ و ١٧٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ١٥٢ ، مصنفه مولوی مهدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) .

(٢) میرزا صاحب نی اس لفظ کا املا دو الفون کی ساتھ لکھا هی . صحیح « بالکل » بیك الف هی .

بھیجونگا۔ فی‌الحال اتنا چاھتا ھون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگہی حاصل ہو(۱)۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمھاری سلامتی کا طالب **غالب**۔ ۸ نومبر سنہ ۱۸٦٤۔

(۳٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ ابتدایِ یکم نومبر سے ۱۱ تك عرض نہین کرسکتا کہ لیل و نہار مجھ پر کیسے گزرے ھین۔ راہ دور، مین رنجور، معہذا بیمقدور۔ اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی ہوتی، تو مین یہان ایك دم نہ ٹھہرتا اور خدمت مین حاضر ہوتا۔ تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ہو۔ ناچار از راہِ اضطرار ۸ ماہِ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا۔ خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی ھدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پہلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا۔ گویا میری جان بچ گئی۔ بلکہ ایك اور نئی جان میرے بدن مین آگئی۔ اب استدعا یہ ھے کہ حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم ہو۔ زیادہ حدِ ادب(۲)۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس‌ہزار

عافیت کا طالب **غالب**۔ یکشنبہ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸٦٤۔

---

(۱) نواب فردوس مکان اس سال عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوکر مسلسل ٦ ماہ تك علیل رھی۔ میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانہ اور کریمانہ تھی۔ اسلئی جب علالت کی اطلاع ملی تو یہ بہت متردد ہوی، اور بذریعۂ عریضۂ هذا حقیقت مرض سی آگاہ کرنیکی درخواست کی۔ لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نہین۔ اس سی خیال ہوتا ھی کہ غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر ہوئی۔ اور جب اس عرصہ مین میرزا صاحب کا آیندہ خط بھی موصول ہوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونہین اطلاع دیگئی۔

(۲) اس عریضہ کی جواب مین ۱۹ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا «مشفقا! اب فضل الہی سی پھوڑۂ لاحقہ مین بہت تخفیف اور قریب الاندمال کلی ھی»۔ عریضہ نمبر ۳۸ سی معلوم ہوتا ھی کہ یہ فرمان مرزا صاحب کو ٢٦ نومبر کو موصول ہوا۔

(٣٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . عنایت نامه مع ھنڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیه بابت اکتوبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

عافیت کا طالب غالب . ١٣ نومبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کس زبان سے کہون ، اور کس قلم سے لکھون ، که یه ھفتــه عشره کس تردد و تشویش سے بسر ھوا ھے . ھر روز شام تك جانبِ در نگران رھتا ، که ڈاك کا ھرکاره آئے ، اور حضرت کا نوازشنامه لائے . بارے خدا کی مہربانی ھوئی . از سرِ نو میری زندگانی ھوئی ، که کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے ھرکارے نے وه عطوفت نامۂ عالی دیا ، جس کو پڑھکر روحِ تازه رگ و پے مین دوڑ گئی . نیند کس کی . سونا کس کا . روشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تہنیت لکھنے لگا . سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لکھ لئے تب سو یا . اب اس وقت وه مسوده صاف کرکے ارسال کرتا ھون[1] .

---

(١) اشعار مذکور کی متعلق عریضه کی لفافه پر نوٹ ھی . «حسب الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستاده شد . یکم دسمبر سنه ١٨٦٤ ع» . امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ٢٥٠) مین ، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یه ٦ شعر درج کئی ھین :

دائم شنیدۂ که در اقصای مغربست — سر چشمۂ که خضر شد از وی بقا پذیر
جوی بریده اند و روان کرده اند آب — حمام را بحوض ازان فرخ آب گیر
ھنگام شب که زیر زمین باشد آفتاب — از تاب مہر گرم شد آن آب نا گزیر
حمام حوض نگر و گل جامش آسمان — و آن را سفید کرده فروغ مه منیر
آمد برای غسل بگرما به اندرون — مانند معنی که نهد روی در ضمیر
ایك (وداع) و (احتزیك) و (حجسته ورود) — پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر

١٢٨١ھ ١٢٨١ھ ١٢٨١ھ (باقی)

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

خیر و عافیت کا طالب **غالب** . ٢٧ نومبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٩)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامه عزِ ورود لایا . از رویِ ہنڈوی سو روپیه بابت تنخواہِ ماہِ نومبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمهاری سلامتی کا طالب **غالب** . ١٣ رجب و دسمبر سنه ١٨٦٤ .

(٤٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاك سے مین نے نہین پایا . ٢٢ دسمبر کو ہرکاره آیا . نوازشنامۂ شرف افزا لایا . دلی اب شہر نہین ، چھاؤنی ہے ، کنپ ہے . نه قلعه ، نه شہر کے امرا ، نه اطرافِ شہر کے روسا . بہر حال تین چار دن مین ہر یك جگه سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گره یا کم گره خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

(بقیه) اس مین چوتھی شعر کی بعد ایك شعر ساقط معلوم ہوتا هی . نوابصاحب نی اس قطعه کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامه ٢٤ شعبان سنه ١٢٨١ ھ مطابق ٢٥ جنوری سنه ١٨٦٥ ع کو تحریر فرمایا : «هماری صحت کی تہنیت مین قطعه مبارك باد کا ، جو آپ نی بھیجا هی ، وه پونہچا . اوسکو آنی سی سرور صحت دوبالا ہوگیا . ایسی نظم ایسی تاریخین دوسریسی کب ہوسکتی هین . حقا که الله تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا هی . جس کمال کو دیکھی اوس مین آپکی ذات فرد کامل هی . فی الحقیقت هم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹھائی . بہت ایذا پائی . الله نی بڑا فضل فرمایا . دوستونکی دعا کو قبول کیا . شفا حاصل ہو گئی هی . اندك زخم اندمال ہونیکو باقی هی . غالب هی که دس باره دن مین مرہم لگانا موقوف ہو جائی . آپ کا هدیۂ مرسله اکثر نقل محفل رہتا هی . جو سنتا هی جو دیکھتا هی وارفته ہوجاتا هی . سچ هی ایسی لوگ کہان پیدا ہوتی هین . ہزارون برس فلك چرخ لگاتا هی تب کہین ایك شخص اس کمال کا پیدا ہوتا هی . الہم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری . اور تا دیرگاه اهل جہان آپ کی ذات سی مستفید ہوا کرین . باقی خیریت» .

٦ — الف

چوب چینی ایك ٹھلیا مین رکھکر آٹے سے منہه بند کیا . پھر کپڑا لپیٹا . ڈورے سے خوب مضبوط باندھکر دو جگه اپنی مہر کی اور وه ٹھلیا کہار کو سونپی .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

روزِ دو شنبه ۲٦ دسمبر سنه ۱۸٦٤ . وقتِ صبح حوالهٔ کہارِ سرکار . (مہرِ غالب).

(٤١)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامـه کے ورود سے عزت اور ادراكِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل هوئی . پرچهٔ هنـــڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب غالب . ١٤ جنوری سنه ۱۸٦٥ عیسوی .

(٤٢)

بحضرتِ فلك رفعت ، نوابِ معلی القاب ، انجم گروه ، آفتاب شکوه ، به بخشش و بخشایش بینوایان را نونگر کن ، و ناتوان را توانا ساز ، در عز و جاه با تاجداران همسر ، و در ملك و سپاه با شهریاران انباز ، که بفرزانگی حلقه در گوش افگنندهٔ دانش گستران ، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندهٔ دلاوران .

هرچـه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد ، حرزِ بازویِ همت است ، تا بدان نیرو در سخن دلـــبری تواند کرد . همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود . وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود .

این نافِ هفته که راستان در باســـتان این را « بهرام روز » میگفتند ، و اکنون سه شنبه نام دارد ، روزیست فیروز ویژه ، درین سالِ فرخ فال ، که دو یمـین روز است از فروردین ، وروزِ بست ویکم از مارچ ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سرورِ شاه نشان، که امروز بشستنِ اندام آبروی گرمابه افزود، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان، که عافیت جوی و دعاگوی این درگاه ست، همایون.

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان، که مهرِ منیرش دانی، در برّه. و از سوی فرازِ نخستینِ سیارگان، که زحلش خوانی، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌هایِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهرِ جلوس اتفاق افتاده باشد، که حضرت ولیِّ نعمت را برای غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنود، چشمك زد، و به پیغاره سرود که: «ای در درخشانیِ انجم وآفتاب چون کودکان در بال افشانیِ کرمکهای شب تاب نگران، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی. و بدبستان حکمای روحانی رمزے از حکمتِ ایمانی بشنو. تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند». گفتم: «تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد. مرا بیخبر مپندار. و اگر حجتے داری بیار». گفت: «برهانے ازین ارجمند تر، وحجتے ازین خرد پسند تر، چه خواهد بود، که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند، دیگر بیمِ مرگ برخیزد. و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوریِ هولناك بدان نماند، که پنداری عمر دوباره یافت؟ پس اقتضایِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد. و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکند. این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند، عمرِ خضر و الیاس نباشد، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد . انشاء الله العظیم جنابعالی ، تا جهانست ، پرویز بزم ، تهمتن رزم ، دشمن گداز ، دوست نواز ، بلب در سخن اخترفشان ، و بکف در کرم گوهرفشان خواهند زیست » .

قطعهٔ تاریخ ِ غسل ِ صحت ، و قصیدهٔ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام[1] ، نظمے است شاعرانه . و این نگارش نثریست عارفانه . قانون ِ حکمت و شریعت

---

(۱) قطعهٔ تاریخ غسل عریضه نمبر (۳۸) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی . قصیدهٔ تهنیت مثل مین شامل نهین . لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ع) کی صفحات ۲٤٤ - ۲٤۷ پر ایك قصیده پایا جاتا هی ، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالهٔ کمال دهلی کو حاصل هوا ، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ۱۹۱۰ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا . مولانا کی خیال مین یه قصیده نواب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها . لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولهٔ بالا قصیده هی . اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید ، نوروز ، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی . اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعهٔ تاریخ (انتخاب یادگار ، ص ۵۰) سی معلوم هوتا هی ، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها . ان کی قطعه کا آخری مصرع هی : « مهیا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی » . مرزا صاحب کا قصیده حسب ذیل هی :

مرحبا سال فرخی آئین ! عید شوال ، و ماه فروردین
شب و روز ، افتخار لیل و نهار مه وسال ، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونهٔ گلزار باغ گویا نگارخانهٔ چین
تین تیوهار ، اور ایسی خوب جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی اسی مهینی مین منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین ، امیر شاه نشان رزمگه مین ، حریف شیر کمین
پیشگاه حضور ، شوکت و جاه خیر خواه جناب ، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه جن کی خاتم کا آفتاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی آسمان هی گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ ، گوهر آگین فرش نور بی ماه ، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هی هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم که جهان گدیه‌گر کا نام نهین (باقی)

را جامع . هم از رویِ نقل حق ، و هم از رویِ عقل راست است . بقایِ خداوند بعمرِ تازه جاودانی ، و نشاطِ بی اندازه پیشکارِ این حیاتِ ثانی باد! چار شنبه ۲۳ شوال سنه ۱۲۸۱ ، و ۲۲ مارچ سنه ۱۸٦٥ (مہرِ غالب)[۱] .

(بقیه)

یان زمین پر نظر جهانتك جائی — ژاله آسا بچهی هین در ثمین
نغمهٔ مطربان زهره نوا — جلوهٔ لولیان ماه جبین
اوس اکهاڑی مین جو که هی مظنون — یان وه دیکها به چشمِ صورت بین
سرور مهر فر هوا جو سوار — به کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا که هی پری توسن — اور بال پری هی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر — بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راه مشك فشان — ره روون کی مشام عطر آگین
بس که بخشی هی فوج کو عزت — فوج کا هر پیاده هی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تها — جس طرح هی سپهر پر پروین
چهوڑ دیتا تها گور کو بهرام — ران پر داغ تازه دیکر وهین
اور داغ آپ کی غلامی کا — خاص بهرام کا هی زیب سرین
بنده پرور! ثنا طرازی سی — مدعا عرض فنِ شعر نهین
آپ کی مدح اور میرا منهه — گر کهون بهی تو آئی کسکو یقین
اور پهر اب که ضعف پیری سی — هو گیا هون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی، خدا کی پناه! — دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظهار هی ارادت کا — هی قلم کو جو سجده ریز زمین
مدح گستر نهین ، دعا گو هی — غالب عاجز نیاز آگین
هی دعا بهی یهی که دنیا مین — تم رهو زنده جاودان ، آمین!

(۱) اس نثر کی رسید مین ٥ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ه مطابق ۳ اپریل سنه ۱۸٦٥ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا : « نثر نثره نثار آپ کی آئی . جشن صحت کی مسرت بڑهائی . زبان خامه کو مجال صفت نهین . خامهٔ زبان کو یارای مدحت نهین . سچ یه هی ، که آپ کی ذات هر کمال مین فرد کامل هی . هر فقره مین قوت سحبانی حاصل هی . انصاف کی تو یه بات هی ، که یه تحریر نهین کرامات هی . اس جشن مین اگرچه بظاهر آپ شریك نهین هوی ، مگر میری نزدیك شریك غالب رهی . الله تعالی صحت اور قوت عطا فرمائی . مشتاقون کو لطف مجالست هاتهه آئی . دست دعا بلند هی . نوید صحت کی طبیعت آرزومند هی . حال اپنا اکثر لکهتی رهی . زیاده شوق هی » . اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱۲۳) سی معلوم هوتا هی که حسب تجویز صاحبزاده سید کاظم علیخان بهادر عرف چهوٹی صاحب باغ بینظیر مین یه جشن منایا گیا تها .

بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزم فیض و عمان احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بہادر دام اقباله مقبول باد[1]

(نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کے فرزند اکبر تھے آپ جانعالیہ فیروز النسا بیگم صاحبہ ملقب بہ نواب بہو بیگم دختر سید عبد العلی خان بہادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر کے بطن سے ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۸۳۵ع کو اتوار کے دن صبح کسوف متولد ہوئے سنہ ۱۸٦٤ع میں گورنر جنرل کی منظوری سے ولیعہد ریاست اور ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦٥ع مطابق ۲٤ ذ قعدہ سنہ ۱۲۸۱ھ کو جمعہ کے دن ۳۰ سال کی عمر میں مسند نشین ہوئے ۱۵ محرم سنہ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۰ جون سنہ ۱۸٦٥ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست و کمشنر روھیلکھنڈ نے رامپور آکر باضابطہ رسم مسند نشینی ادا کرائی ماہ رجب سنہ ۸۲ھ مطابق دسمبر سنہ ٦٥ع میں ملکۂ معظمہ کیجانب سے خلعت آیا. اور اسی مہینے میں جشن جلوس منایا گیا. آپ بڑے حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تھے باقاعدہ زکوۃ ادا کرتے، اور غیر شرعی آمدنی سے خزانہ کی دولت کو پاک رکھتے تھے. خود صاحب علم تھے فارسی ملا غیاث الدین عرف صاحب غیاث اللغات سے حاصل کی، اور علوم حکمیہ مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سے پڑھے انکا دربار اہل فضل و کمال سے بھرا رہتا تھا مشرقی علوم و صنائع کا شاید ہی کوئی ایسا ماہر ہو، جو انکے جوان جود و کرم کی زلہ ربائی نکرتا ہو ان میں علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام ہنروں کے ماہرین شامل تھے علمی مباحثوں کا بہت شوق تھا. روزانہ دربار میں کسی نہ کسی علمی یا ادبی مسئلہ پر اہل دربار طبع آزمائی کیا کرتے تھے آپ خود برابر کا حصہ لیتے، اور اسطرح اپنی معلومات کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر بناتے رہتے تھے کتابیں جمع کرنے اور اونھیں پڑھنے کا بھی بیحد شوق تھا اوس عہد میں جسقدر نایاب اور نادر کتابیں مہیا کیگئی ہیں، وہ اپنی اہمیت اور قیمت کے لحاظ سے مستقل کتابخانہ کی حیثیت رکھتی ہیں، چونکہ فارسی ادبیات سے زیادہ تعلق خاطر تھا، اسلئے جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانہ ہوتی اوس کے سر ورق پر اپنے قلم سے تاریخ آمد وغیرہ لکھتے، اور خود مطالعہ کر لینے کے بعد کتابخانہ کی زینت بننے کی اجازت دیتے تھے. اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے، اور نواب تخلص فرماتے تھے فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپہر ملقب بلسان الملک مستوفی اول دیوان همایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سے گزرا تھا اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی دیکھا کرتے تھے الگ فارسی نثر مرزا غالب کو بھی اصلاح کیواسطے بھیجی تھی مرزا انکے طرز نگارش کے بیحد مداح تھے تصنیفات میں چار اردو کے دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاہان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثریں ہیں نوابصاحب کو اخبار بینی کا بھی شوق تھا اخبار دبدبۂ سکندری، جو رامپور کا پہلا اخبار ہے، انہی

---

(۱) یہ عبارت مرزا صاحب عرائض کے لفافوں پر لکھا کرتے تھے میں نے عنوان میں تبرکاً نقل کردی ہے



شبیه مبارک جناب نواب سید محمد کلب علیخان بهادر خلد آشیان طاب ثراه

کی ایما سی ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع سی ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا . تعمیر کا بھی شوق تھا ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رہین منت تھی . آپ نی بائیس سال سات ماہ کی حکومت کی بعد ۵۳ سال ٦ ماہ ۷ روز کی عمر مین بدھ کی دن ۳ بجی سہ پہر ۲۷ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۰٤ ھجری مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۸۷ ع کو انتقال کیا . امیر مینائی نی « خوابگاہ حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی ہی.) .

(٤٣)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض باد . نوازشنامہ مع ہنڈویِ صد روپیہ عزِ ورود لایا . اپریل سنہ ۱۸٦٥ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کی ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ٦ مئی سنہ ۱۸٦٥ عیسوی(۱) .

سر تا سرِ دہر عشرتستانِ تو باد صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد

عید است ، و بہار خرمی ہا دارد جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب غالب . شنبہ صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری نبویؐ (۲) .

---

(۱) ۲٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦٥ ع کو جمعہ کی دن نصف النہار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا . یہ خبر وحشت اثر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بہادر خلد آشیان کی نام ۲۷ ماہ اپریل کو ایک عریضہ لکھا . اصل تحریر مثل مین موجود نہین . میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب سی ، جو ۱٤ مئی سنہ ۱۸٦٥ ع کو لکھا گیا تھا ، معلوم ہوتا ہی کہ وہ عریضہ تعزیت وفات اور تہنیت جلوس پر مشتمل تھا . فرماتی ہین : « رامپور سی اپریل کی مہینی کا روپیہ ، اور تعزیت و تہنیت کی خط کا جواب آ گیا . آیندہ جو خدا چاہی » (اردوی معلی لاہور ایڈیشن ، سنہ ۱۹۲٦ ع ، صفحہ ۳٥۹) . نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضہ کی جواب مین تحریر فرمایا : « ..... صحیفۂ شریفۂ مورخۂ ۲۷ ماہ گذشتہ اسمی مخلص وصول الطاف آوردہ بما فیہا مطلع نمود . مشفقا ! آنچہ مشاہرۂ آن کرمفرما از عہد نواب صاحب و قبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواہد ماند » . اسکی بعد سرکار نی ماہ اپریل کی تنخواہ کی ہنڈوی کا ذکر کیا ہی . میرزا صاحب کا عریضہ اسی فرمان کی رسید ہی .

(۲) یہ رباعی ایک علحدہ ورق پر لکھی ہوئی مکتوب نمبر ٤۳ کیساتھ منسلک ہی . لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانہ ہونا چاہی . اسلئی کہ ٦ مئی کو ذی الحجہ کی ۸ تاریخ ہوگی اور یہ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو لکھی گئی ہی ، جو ۸ مئی کی مطابق ہوگی ، بنا برین ٦ تاریخ کی خط کیساتھ روانہ نہین ہوسکتی .

(۴۴)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد تسلیم معروض ہے۔ تہنیت نامہ ارسال کرچکا ہوں۔ جواب پا چکا ہوں۔ قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا[1]۔

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین۔ لیکن میرزا صاحب نے اسکی ایك نقل خواجہ غلام غوث خاں بیخبر کو بھیجدی تھی، جو عود ہندی (صفحہ ۱۷۱) مین، خواجہ صاحب کے نام کے مکتوب کیساتھ درج ہے۔ فرماتے ہین: «...... والیء رامپور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے۔ آج جمعہ ۷ جولائی ہے۔ معمول یہ ہے کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ مین نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا۔ اوسکا جواب آگیا۔ اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے۔ دو ایك دوستون کے پاس اوسکی نقل ہے۔ اونکو اسوقت کہلا بھیجا ہے۔ اگر آج وہ آگیا کل، اور اگر کل آیا پرسون بھیجدونگا»۔ اسکے بعد قصیدہ شروع ہوتا ہے۔ چونکہ اسکے ساتھ کوئی نیا خط نہین ہے اسلئے قیاس چاہتا ہے کہ خط کی روانگی کے قبل ہی قصیدہ کی نقل موصول ہوگئی ہوگی۔ اور خط اور قصیدہ دونون ساتھ بھیجے گئے ہونگے۔ قصیدہ یہ ہے:

تجلی که ز موسی ربود هوش بطور — به شکل کاب علی خان دگر نمود ظهور،
خجسته سرور سلطان شکوه را نازم — که رشك بر کلهاش دارد افسر فغفور
هوای لطف وی از جان خور برد سوزش — نگاه قهر وی از روی مه رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش — چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فنای رزمگهش شاهراه قهر و غضب — بساط بزمگهش کارگاه سور و سرور
بخوان شرع بهین همنوالهٔ شبلی — به بزم عشق مهین هم پیالهٔ منصور
ز روی رابطهٔ حسن ماهتاب جمال — بحسب ضابطهٔ جاه آفتاب ظهور
بحکم مرتبه، او حاکم و فلك محکوم — ز راه قاعده، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی که ایستد بمغاك — بود همیشه به خنجان وی شراب طهور
زهی وزیر و خهی شهریار دانادل — تو شاه کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاه ترا زحل معمار — ثوابت کرهٔ چرخ هشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر به بارجای جلال — قفا خور تو ارسطو بدرسگاه شعور
برای بزم نشاط تو شمع چون ریزند — ق نه پیه گاؤ بکار آورند و نی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا — بجای موم بر آید ز خانهٔ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار — ق ز بهر فاتحه آئی اگر تو سوی قبور
جهان جانی وجان جهان، عجب نبود — که از ورود تو هر مرده رقصد اندر گور
به پیشگاه تو زانوی همی زند انصاف — که ای برحم وکرم در جهانیان مشهور!! (باقی)

مہینے پہلے سلام پانچ ساتہہ[1] لکھتے تھے، اور فرداً فرداً میرے پاس بھیجا کرتے تھے. جب وہ فراہم ہوچکتے، تو محرم سے دو چار دن پہلے مین اصلاح دیکر بھیجدیا کرتا تھا. ابکی برس ایک ہی سلام بھیجنے پائے. بس آج وہ سلام اس مراد سے حضور مین بھیجتا ہون کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل ہوجائے. زیادہ حدِ ادب.

(بقیہ) در انتقام کشی شیوۂ کرم مگزار — بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندۂ عروج علوم — توئی بعلم کشایندۂ عقود صدور
صریر خامۂ من بین کہ میربایند دل — چنانکہ از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحۂ من بین و تابش معنی — عیان چو شمع فروزندہ در شب دیجور
امیر زندہ دل، آن والی ولایت نظم — بہ گنج خانۂ گنجہ نظامیش گنجور
غروب مہر و طلوع مہ دو ہفتہ بود — رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت — تو باش والی روی زمین قرون و دہور
بہ انجمن نرسیدم ز ناتوانائی — ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاک پای تو گر دستگاہ داشتمی — نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم کہ از افراط ورزش اخلاص — بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم‌دل و من سقیم، دوری بہ — مباد رنجہ شوی از نظارۂ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تہیدستی — قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزادہ جز دعا نبود — کہ باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
بہ دہر تا بود آئین کہ در نوا آرند — رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
بہ بزم عیش تو ناہید باد زمزمہ سنج — نسیم عطرفروش از شمیم طرۂ حور
محب ز لطف تو بالندہ چون نوا از ساز — عدو ز بیم تو نالندہ چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نے ۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۲ ہجری مطابق ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۵ع کو اس قصیدہ کے متعلق تحریر فرمایا: «...... دو قطعۂ سامی صحیفۂ لطف آگین، اول مع قصیدۂ تہنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملک رامپور، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان، در اسعد ازمنہ یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشتہ.... حبذا قصیدہ کہ لآلی مدحت‌مضامین برجستہ و معانی دل‌نشستہ‌اش را برشتۂ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است. و شمۂ از توصیف فصاحت وبلاغت آن بحیطۂ تحریر در آوردن ثوابت وسیارہ را بہ پنج انگشت شمردن. .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشتہ، موجب کمال مسرتہاست. چراکہ راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی ہرچہ تمامتر بایام وصال مبدل گرداند».

یہ خط میرزا صاحب کو ۱۷ جون کو موصول ہوا. ۱۸ جون کو اونہون نے اسکا جواب تحریر کیا. یہ جواب نمبر (٤٧) پر درج ہوگا.

(۱) یہ مرزا صاحب کے املا کے مطابق ہے. صحیح رسم خط «سات» ہے.

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب **غالب**. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲[۱].

(٤٥)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـد تسلیم معروض هے. حق تعالی جلّ جلاله و عمّ نواله جس گروه پر مهربان هوتا هے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا هے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکھاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی هے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی هے. زهے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا هے. روپیه رعیت پر نثار کیا هے. زهے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش بخشیدنِ باجِ غله از اقبالش
فارغ شد هر کسیّ و روداد[۲] فراغ هم فارغ و هم فراغ باشد سالش[۳]

۱۲۸۱ هـ

پیر و مرشـد! حضرت فردوس مکان کا دستور تها، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی هے کہتے

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸٦٥ درج هی .
(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هی .
(۳) میرزا صاحب نی نواب خلد آشیان کی جود وکرم کی تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هی . حکیم غلام رضاخان کو لکهتی هین : « ...... نواب صاحب حال بمقتضای « الولد سر لابیه » حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کی برابر، بلکه بعض شیوۂ و روش مین اون سی بہتر هین . بمجرد مسند نشینی کی غله کا محصول یكقلم معاف کیا . علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبۂ سرکای بخش دیا . ...» (اردوی معلی، ص ٤٥٢) . میرزا تفته کی نام کی خط مین قدری تفصیل کی هی. فرماتی هین : « ...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین . خزانۂ فیض کی تحویلدار هین . جو شخص دفتر ازل سی جو کچھ لکهوا لایا هی ، اوسکو پٹی مین دیر نہین لگتی . ایك لاکھ کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا . ایك اهل کار پر ساٹھ هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا . منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی . خلاصه عرضی کا سن لیا . واسطی منشی صاحب کی کچھ عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هی . مقدار مجهپر نہین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸ - ۹۹) . تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هی .

ھوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[1] کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ھوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ھے. خطون کی تصدیق از رویِ دفتر ھوسکتی ھے. یہ رسم بری نہین ھے. اگر جاری رھے تو بہتر ھے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب غالب. پنجشنبہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲.

(٤٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ھنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ۱۸۶۵ کا مشاھرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

التفات کا طالب غالب. ۱۵ جون سنہ ۱۸۶۵ عیسوی.

(٤٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. روز پنجشنبہ ۱۵ جون کو ایك عرضداشت روانہ کرچکا ھون. یقین ھے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ۱۷ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[2]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ھونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ھوا[3]. اب عرض یہ ھے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ھے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[4].

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ھین.

(۲) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ھے.

(۳) یہ قصیدہ خط نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین درج ھوچکا ھے.

(٤) میرزا صاحب کی مذکورہ خواھش تشنۂ تکمیل رھی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایك نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ھوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڑھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندها. انشاء الله العلی العظیم[١].

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان[٢] رئیسِ ٹونك نے بعدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکھکر دیئے، اور وهان سے وه اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجد کو احمد شاهِ درانی[٣] نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا[٤]. حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۂ معظمه سے بذریعۂ گورمنٹ

(١) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یهان اسقدر لکھ دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ٧ اکتوبر سنه ١٨٦٥ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ٨ جنوری سنه ١٨٦٦ع کو واپس دلی پہنچے (اردوی معلی، ص ٢٤٣، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ١٧ جنوری ١٨٦٦ع).

(٢) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کی نواب تهی. سنه ١٨٣٤ع مین گدی پر بیٹھی. سنه ١٨٦٧ع مین لاوا مین قتل عام کرانی کی الزام مین حکومت هند نی انهین معزول کردیا. سنه ٧٠ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کی زیر انتظام آگئی. اور اونکو صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دئی گئی.

(٣) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تها. ابهی یه بچه هی تها که نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کی بڑی عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نی ١٢ مئی سنه ١٧٤٧ع کو وفات پائی تو اس نی بغاوت کردی، اور تهوڑی عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹھا. اسنی هندوستان پر متعدد حملی کئی هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ١٧٦١ع مین پانی پت کی میدان مین مرهٹون کی عظیم الشان لشکر سی واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا، اور بعد فتح شاه عالم کو تخت و تاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نی ٢٦ سال حکومت کرکی سنه ١١٨٢ه مطابق سنه ١٧٧٢ع کو ٥٠ سال کی عمر مین وفات پائی.

(٤) احمد شاه کی عطا کرده خطابات کی سلسله مین اخبار الصنادید، ج ١، صفحه ٦٦٧ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این[۱].

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

ترقیِ دولت کا طالب غالب. یکشنبه ۱۸ جون سنه ۱۸٦۵ ع.

(٤٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا. جون سنه ۱۸٦۵ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ هنڈوی معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

عنایت کا طالب غالب. معروضۂ دهم جولائی سنه ۱۸٦۵.

(٤٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. میری عرضداشت کا جواب آچکا هے. بنده هنڈوی کی رسید بهجوا چکا هے. یہان خلق کو مینہ درکار هے، اور هوا شراره بار هے. دهوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور، اور پہاڑ کے پتهر جلے جاتے هین. پانی جگر گداز. هوا جانستان. امراضِ مختلفه کا هجوم جہان تہان. جز اعضایِ انسان، که وه پسینے مین تر هین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی هے، یا مطلق هوا نہین. ان سطور کی تحریر سے مدعا یه هے، که مجهے هر وقت یہی خیال رهتا هے، که حضرت کا مزاج کیسا هے. اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا هوگا، دعا گو پر احسان آپ کا هوگا. زیاده حدِ ادب.

---

(۱) میرزا صاحب کے اس خیرخواهانه عریضه کے جواب مین نوابصاحب نے تحریر فرمایا: «.... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است. وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانها مندرج کنانیده خواهد شد. ۲۰ صفر سنه ۱۲۸۲ هجری مطابق ۱۵ جولائی سنه ۱۸٦۵ع».

تم سـلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب **غالب**. ۲۳ جولائی سنه ۱۸٦٥.

(٥٠)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعـــدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا . تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٥ حال کا روپیه از روی ِ هنڈوی ِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا .

اگرچه یہان مینہ اسیقدر برسا ھے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے هاتہ دهو لین . مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر ھے ، اور آپ کے ملك مین بارش خوب هوئی ھے ، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بهیجتا هون . بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه هو . زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. جمعه ۱۱ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٥[1] .

(قطـــعه)

☆ مقامِ شکر ھے اے ساکنانِ خطهٔ خاك ! ☆
☆ رها ھے زور سے ، ابرِ ستاره بار ، برس ☆
☆ کہان ھے ساقیِ مهوش ؟ کہان ھے ابرِ مطیر ؟ ☆
☆ بیار ، لامیِ گلنار گون ، بیار ، برس ☆

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب خلد آشیان نے ١٦ اگست سنه ۱۸٦٥ع مطابق ۲۳ ربیع الاول سنه ۱۲۸۲ ه کو تحریر فرمایا : « ... صحیفهٔ لطف آگین بخلاصهٔ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعهٔ دعائیه غازه آرای چهرهٔ وصول انشاط شمول گردیده بما فیها مطلع نمود . وترسیل قطعهٔ مذکور از مزید الطاف فرمائیها متصور شد . مشفقا ! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم لعارضه تخیر ... کسلمند شـده بود . لیکن حالا بعنایت الهی مزاج مخلص خوش وخرم است . هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق ، که بتقریب صحت از عارضهٔ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند ، معطوف رقیمة الوداد هذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ... » . میرزا صاحب کا یه قطعهٔ دعائیه هنوز شائع نہین هوا ھے .

خدا نے تجکو عطا کی ھے گوھر افشانی
درِ حضور پر، اے ابر! بار بار برس
ھر ایك قطرہ کے ساتھ آئے جو ملك وہ کہے
امیرِ کلبِ علی خان جئین ھزار برس
فقط ھزار برس پر کچھ انحصار نہین
کئی ھزار برس بلکہ بیشمار برس
جنابِ قبلۂ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ھین پانچ چار برس
شفا ھو آپ کو غالب کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے کہ یہ ایسا ھو سازگار برس

(۵۱)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ھوا کہ حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ھوگیا تھا۔ اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ھے۔ نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا، کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا۔ جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ھے۔ مگر یہ خیال، کہ حضور کو یہ خیال گزریگا کہ غالب رسمِ عیادت بجا نہ لایا، سخت جگر سوز ھے۔ اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار، اور یہ سونچکر کہ آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا، بیقرار ھون۔

ایك عبارت کا ایك جزو بطریقِ خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھے۔ پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھے۔ پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانین گے۔ حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے[۱] .

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون

دعا گو **غالب** . ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵ ۰

(۵۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . داستانِ حمزه قصۂ موضوعی هے . شاه عباسِ ثانی[۲] کے عهد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا هے . هندستان مین « امیر حمزه کی داستان » اسکو کهتے هین . اور ایران مین « رُموزِ حمزه » اسکا نام هے . دو سو کئی برس اسکی تالیف کو هوئے . ابتك مشهور هے ، اور همیشه مشهور رهیگا .

آپ کے اس تکیه دارِ روزینه خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیده لکها هے . مشتمل اس الزام پر که تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

(۱) اس سی « نامۂ غالب » مراد هی . میرزا صاحب نی برهان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رساله مسمی بقاطع برهان سنه ۱۸۶۰ع مین تصنیف کیا تها ، جو نواب فردوس مکان کی امداد سی طبع هوکر شائع هوا . تقلید آبا کی حامیون نی اسکی تردید مین متعدد کتابین لکهین . ان مین سی ایك کا نام ساطع برهان تها . اس کی مصنف کی متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکهتی هین : « وه جو ایك اور کتاب کا تمنی ذکر لکها هی ، وه ایك لڑکی پڑهانیوالی ملائی مکتب دار کا خبط هی ... رحیم بیگ اس کا نام ، میرٹ کا رهنی والا . کئی برس سی اندها هوگیا هی . باوجود نابینائی کی احمق بهی هی » (اردوی معلی ، صفحه ۲۷ و ۳۱) . مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکها هی : « رحیم بیگ نامی میرٹهی کا رهنی والا هی . دس برس سی اندها هوگیا هی . کتاب پڑها نهین سکتا . سن لیتا هی . عبارت لکهی نهین سکتا . لکهوا دیتا هی . بلکه اس کی هموطن ایسا کهتی هین که وه قوت علمی بهی نهین رکهتا . اورون سی مدد لیتا هی . اهل دهلی کهتی هین که مولوی امام بخش صهبائی سی اوسکو تلمذ نهین هی . اپنا اعتبار بڑهانی کو اپنی کو اون کا شاگرد بتاتا هی . مین کهتا هون که وائی اوس هیچ پوچ پر جسکو صهبائی کا تلمذ موجب عز و وقار هو » (عود هندی ، صفحه ۱۶۱) : اس کتاب کی جواب مین مرزا صاحب نی نامۂ غالب لکها ، اور اوسکو ۱۳ اگست سنه ۱۸۶۵ع سی قبل طبع کرا کی نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا . یه رساله عود هندی ، صفحه ۱٤۱ تا صفحه ۱۵۵ مین بهی شائع هوچکا هی .

(۲) شاه عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹهوان بادشاه تها . اسنی سنه ۱۰۵۲ ه (۱۶٤۲ع) سی سنه ۱۰۷۷ ه (۱۶۶۶ع) تك ایران پر حکومت کی .

مین حمزہ و اولادِ حمزہ و زمردشاہ وغیرہ یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے . سو وہ قصیدہ آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا ہون . امید ہے کہ حضرت اسکو پڑھکر محظوظ ہون. خدا آپکو قیامت تك سلامت رکھے. مگر جب تك امیر حمزہ کا قصہ مشہور رهیگا ، یہ قصیدہ بھی شہرت پزیر رهیگا[1].

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ۲۱ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۵ .

یا وهاب

زهے دو چشمِ تو در معرض سیہ کاری
چو بختیارك و بختك بمردم آزاری

زهے بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر
کہ کوهسار چون نارنجِ تر بیفشاری

زهے خیالِ تو آدم ربا چو تندك دیو
دماغ اهل نظر قافِ اوست پنداری

زغمزۂ تو چگویم کہ آن بود زعَمَرْ[2]
دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری

اگر تو نیستی از ساحرانِ انتریا
چرا بلهو همی آتش از هوا باری

بدین جمال کہ داری عجب مدار اگر
کند چکیدۂ قدرت ترا پرستاری

بمهرِ روی تو گردیدم آفتاب پرست
نہ ایرجم کہ عبث تن دهم بدین خواری

سپس بمذهبِ تورج کہ بودہ ماہ پرست
ترا پرستم ازین رو کہ ماہ رخساری

توئی بمعنیِ اصلی ، و بود نورالدهر
همین بنام ، کہ معنی نداشت ، پنداری

چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدانگونہ
کہ ریزد از لبِ زنگی در آدمی خواری

فغان ز بارِ غمِ دهر ، کان بسنجیدن
عمودِ خسروِ هند است در گرانباری

بہ پیشِ چرخِ مُشَعبِد چہ هوشیار و چہ مست
کہ این بعربدہ همچون عَمَرْ ز طراری

ز روی ، ریش تراشد همی بہ بیهوشی
ز فرق ، تاج رباید همی بهشیاری

خصومتے بمن افتادہ زالِ دنیا را
کہ «دُم خبیثہ» بود در فنونِ مکاری

(۱) اس قصیدہ کے صرف چند اشعار تذکرۂ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع هوی هین .
(۲) میرزا صاحب نے اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھے هین . یہ نام «عمرو» بسکون میم وزیادۂ واو بعد را هے .

بجیشِ عشق منم سر برهنـهٔ تیشی — که موی سر بسرم کرده است دستاری
نهیبِ فتـنه به الچوبِ شش گزی ماند — که بود هر لـکدش را جراحتِ کاری
شدست لاغریِ من گلیمِ غیبیِ من — که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری
منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن ق — همیگزشت ز اشقر به تیز رفتاری
چه اوفتاده که یارب کنون چو ارنائیس — بخاک وخون تپدم تن همی به ناچاری
چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی — نبوده هیچگهـــے سیریم ز پُر خواری
نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم — زخونِ دیده بود بسکه جامه گُلناری
رسیده بخل بفکرِ من از عمَرْ میراث ق — که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری
دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است — که گم شود ز عمَرْ در دمِ گرفتاری
چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهرنگار — زتیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری
نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبـــے — جز آن که باز کشاید دکانِ عطاری
دل است حمزهٔ ولب در فسونگری عمر است — بدا(۱) لبـــے که زدل نبودش مددگاری!
شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار — هماره(۲) نهر ز آبِ گهر دران جاری
چو حمزه، کِش بعقابین در کشید فلك، — به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری
بقـاست قرض و منم حمزهٔ و زبهر منند — چهل خلیفـه تقاضائیـانِ بازاری
چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی — چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری(۳)
ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به — که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری
مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا — چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری
امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود — عدیلِ حمزه در اِسپَهبُدی و سالاری
درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد — خهـــے بلندیِ آوازهٔ جهانداری!
بود پلارکِ افراسیا بیش در کف — که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

(۱) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه
(۲) هماره مخفف همواره. منه
(۳) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فروبردن. اوبار صیغهٔ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله، منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر — که در شمار نیاید همی ز بسیاری
همه مقابلِ مقبل به ناوك اندازی — همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهاری
بیا به بین که در اردوی این امیرِ کبیر — سپرده اند علمشاه را علمداری
چو قندر آن که جلودارِ حمزه بود اینك — رسیده است بخاقانِ چین جلوداری
سزد که فخر براقبالِ خود کند لَندور — ازین که یافته توقیعِ گرز برداری
مپرس بر درش از هستیِ زمرد شاه — مگر یکے بود از کافرانِ زنهاری
شنیدهٔ که خداوندِ باختر چون بود — کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری
گزشت آن که «چه تقدیر کرده ام» می گفت — بمقتضایِ غلط فہمی و غلط کاری
کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام» گوید — ز بندگانِ خدا چون بوی رسد خواری
رموزِ حمزه فروهل[1] خمش نشین غالب — چرا مرا بسخنہایِ هرزه آزاری
ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی — ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری
قصیدهٔ تو ولے کاسهٔ گدائیِ تست — ستوه آمده باشی ز رنجِ ناداری
غمین مباش که از گنج خانهٔ نواب — خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری
بوقتِ گدیه گدارا دعاست دست آویز — بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری
چراغِ دودهٔ سرور علی محمد خان — گزین همالِ تُمر[2] در فنِ سپہداری
زروی کلبِ علی خان همیشه روشن باد — چنانکه تابشِ مہر از سپہرِ زنگاری

(۵۳)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم عرض یه ہے. فقیرِ تکیه دار، روزینه خوار، غالبِ خاکسار حیران ہے که شکر بجا لائے آپکی عنایت کا، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا. آپ بے شبہه رونقِ مسندِ علم و یقین ہین. تکلف بر طرف

(۱) فروهل بمعنی بگزار. ازینجا التزام موقوف است. منه

(۲) گزین بجای گزیده مستعمل اهل زبان. تمر به تحتانی مکسور ومیم مضموم در ترکی فولاد را گویند. واسم شاهی است از اولاد النقوا. واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف. منه

امیرالمسلمین هین . یه نه فقط از روی ارادت هے . بلکه یهان مشاهدهٔ خرقِ عادت هے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکه آمادهٔ شور و غوغا تھے . دو سو روپیه کی هنڈوی صراحیِ آبِ حیات هوگئی . دامِ مرگ سے نجات هوگئی . لطف یه که آج بروزِ دو شنبه ۲۱ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیده کا لفافه بھیجا گیا . اوسی دن باره پر تین بجے یه کرشمهٔ کرامت دیکھا گیا . قصیده کے لفافه مین ایك عرضداشت هے . اوس سے قصیده کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاهر هو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یه ایجاد هے . مجھے هر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد هے . انجامِ قصیده مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اهلِ بازار منهائی کئے جائین . کوٹھی والے ساهوکار « چهل خلیفه » گنے جائین .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب غالب . نگاشتهٔ دو شنبه ۲۱ ، اور روان داشتهٔ سه شنبه ۲۲ اگست سنه ۱۸٦٥ .

(٥٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . مین طبیب نهین ، مگر تجربه کار هون . ستر برس کا آدمی هوشیار هون . اور سے یه کها نهین جاتا . حضرت پر بغیر ظاهر کئے رها نهین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے هونگے که کیا تھا . میرے نزدیك به اشتراكِ معده و قلب یه مرض طاری هوا تھا . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاه گاه نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور هے .

(۱) میرزا صاحب نے یهان لفظ قرضدار بجای قرضخواه استعمال کیا هے . یه استعمال عامیانه هے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاهئے . سند بنانا درست نهین هوگا .

اور معجونِ طلائیِ عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم ببر علیخان مغفور ہے. ورقِ طلا ، عنبرِ اشہب ، عرقِ کیوڑہ ، قند . کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند . کثیر الاجزا اور معجونین ہین . مفرحِ بوعلی سینا ، خمیرۂ مروارید ، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری ، ماء اللحمِ غیر مُتَشّی ، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل[1] . گاہ گاہ سکنجبین و گلاب پی لیا کیجیے . غذا مین گوشتِ طیور اکثر . بیضۂ نیم برشت اکثر . لیکن یہ خیال رہے ، کہ بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایک جلسہ مین تناول نفرمائیے . بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب . پودینہ کا عرق ، چھوٹی الایچی کا عرق ہمیشہ دواخانے مین موجود رہے . عطریات کے استعمال مین مبالغہ . بعدِ غذا مباشرت سے پرہیز . شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رہے . بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رہئیے .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

سلامت و صحت کا طالب غالب . نگاشتۂ سہ شنبہ ، و روان داشتۂ سہ شنبہ[2] .

(٥٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شرف افزا عطوفت نامہ عزِ ورود لایا . اگست ١٨٦٥ کی تنخواہ کا سو روپیہ از رویِ ہنڈویِ ملفوفہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب . دو شنبہ ١١ ستمبر سنہ ١٨٦٥ .

---

(١) یہان کوئی ایک لفظ ساقط معلوم ہوتا ہی .

(٢) اس عریضہ کی جواب مین ٦ ربیع الثانی سنہ ٨٢ ھ مطابق ٢٩ اگست سنہ ٦٥ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : « سہ قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ نادرہ کہ مضامینش مملو بہزاران در غرر معانی بود ، و ثانی مشعر رسید ہنڈوی مبلغ دو صد روپیہ ، و ثالث محتوی بر نسخہ ہای معجون وغیرہ براہ محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول انشاط شمول گشتہ . . . . . حالا مزاج راقم بوجوہ خوش وخورم است » .

(٥٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. چاهتا هون که کچھ لکھون . مگر نہین جانتا که کیا لکھون. لازم تها که تعزیت نامه بزبانِ فارسی و عبارتِ بلیغ لکھون . آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا . آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے ہے . که دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کهل رها ہے . طبیعت راه دیتی ہے . الفاظ ڈهونڈهے جاتے هین. معنی پیدا کئے جاتے هین. اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون، وه سراسر طبع کے خلاف. جس بات کا تصور ناگوار هو ، اوسکے تذکّر سے جی کیون نه بیقرار هو . یه میری قسمت کی خوبی ہے ، که هنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نہوا تها که مرثیه لکھنا پڑا . اگر ایك بات میرے خیال مین نه آئی هوتی ، تو مجهسے زندگی دشوار تهی . یعنی حضور کو ابتـداي جلوس مین وه رنج پہنچا ، که اوس سے زیاده تصور مین نہین آتا . پس وساده نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یه چاهتی ہے که اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نہو . همیشه جهاندار و جہانستان و شاد و شادمان رهین[1] .

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کے قدمبوس کا طالب غالب . ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٥ .

(قطعۂ تاریخ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا که ماند تهی قصرِ دولت   ز خاتونِ نامی سکندر زمانی
«چو ستّیارِ روضه» بود سالِ فوتش   سپس اسمِ وے باد جنت مکانی
١٢٨٢

---

(١) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تهین . انکی والد صاحبزاده سید امداد الله خان ولد صاحبزاده سید کفایت الله خان ولد نواب سید نصر الله خان بهادر ، اور والده آفتاب بیگم بنت صاحبزاده سید کریم الله خان خلف نواب سید فیض الله خان بهادر تهین . سنه ١٢٦٢ هجری مین انکو ساتهه نواب خلد آشیان کی شادی هوئی . نواب سید مشتاق علی خان بهادر عرش آشیان انهین کی بطن سی تهی (انتخاب یادگار، ص ٢٢٥ ، و اخبار الصنادید، ج ٢، ص ٢٣٠) .

(٥٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . ہر چند آبدار خانے کے ساتھ ہونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ہے ، کہ حضور جو پانی ہمیشہ پیتے تھے وہی پیتے ہونگے . مگر ہرجِ سفر اور اختلافِ ہوا کا خیال ہے . توقع رکھتا ہون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عز اطلاع پاؤن . بُعد اگرچہ بہت نہین ، لیکن طبع پر گران ہے . چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ہے . بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ « جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ہمارے دن » . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر غالب . چہار شنبہ ٨ نومبر سنہ ١٨٦٥[1] .

(٥٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . مرادآباد پہنچا ، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا ، گاڑیِ اسباب یہانتك کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

---

(١) یہ خط میرزا صاحب نے رامپور سے لکھا ہے . اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لے گئے تھے . میرزا صاحب نے شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ہے : « آج شنبہ ٤ نومبر کی ہے . پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ہین . فرما گئے ہین کہ دو ہفتہ مین آؤنگا . آکر چار روز یہان رہین گے . پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گے » (اردوی معلی ، ص ٣٢٠) . حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ١٢ نومبر کی صبح تك واپس تشریف نہین لائے تھے . فرماتے ہین : « نوابصاحب دوری سے یا آج شام کو یا کل آجائینگی . جشن جمشیدی کی تیاریان ہو رہی ہین » (ایضاً، ص ٢٣١) .

مولانا حالی مرحوم نے یادگار غالب (ص ٤٢، نامی پریس) مین لکھا ہے : « چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا . انکی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے . چلتے وقت نوابصاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا ' خدا کے سپرد ' . مرزا نے کہا ' حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے . آپ پھر الٹا مجھکو خدا کے سپرد کرتے ہین ' » . صاحب اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٧) نے بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ہے . اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ہے . لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتے وقت یہ لطیفہ کہا گیا ہوگا . واللہ اعلم .

اوسی زمہریر کے میدان مین رھنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نہ کھانا ، خیر جو اونپر گزری وہ جانین . مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹھہرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑرھا . یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

☆ گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے ☆
☆ تب امان ھجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے ☆

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا . صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر(۱) کے بھیجے ہوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب(۲) کے ھان لیگئے . صاحبزادہ صاحب نے وہ تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وہ تکریم و تعظیم کی کہ میری ارزش سے زیادہ تھی . ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدرالصدور(۳) آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے . پانچ دن وھان رھا . بھائی نواب مصطفی خان بہادر(٤) وھین مجھسے آکر ملے . دوسرے دن وہ رھگرایِ

---

(۱) صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کہتی ھین : « ہیر ، صاحبزادہ محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزادہ محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزادہ نیاز علیخان ولد صاحبزادہ حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر عرش منزل طاب ثراھم . ستائیس برس کا سن ھی . میر احمد علی رسا کی شاگرد ھین . یہ صاحبزادی نہایت اھلیت شعار ھین . خوش خلق وخوش اطوار ھین . یہ اونکا کلام ھی :

شوق ھر چند یہ کہتا تھا کہ بوسی لیجی پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزادہ صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تھین . اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر ھوگئی تھی . اور وھین انتقال کیا .

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بھائی تھی . ان کی آباء واجداد مین سی ایك بزرگ قاضی عصمت اللہ فاروقی تھی . یہ نواب عصمت اللہ خان بہادر کی لقب سی مفتخر اور عہد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر رہ چکی تھی . خود نواب مجو خان بھی بہت بڑی جاگیر کی وارث تھی . لیکن غدر سنہ ٥٧ع مین بجرم بغاوت انھین پھانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا . مرادآباد مین اس خاندان کی اخلاف اب بھی موجود ھین . نواب سعید الدین خانصاحب کی ایك تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانۂ ریاست مین محفوظ ھی . یہ نسخہ بڑی اھتمام سی لکھا گیا ھی . اسلئی خیال ھوتا ھی کہ خود مصنف نی تیار کرایا ھوگا . اس کی دیباچہ مین اونھون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنہ ٥٧ع مین اسکی بربادی پر ایك مختصر نوٹ لکھا ھی .

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نہوسکا .

(٤) نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدولہ سرفراز الملك نواب مرتضی خان بہادر ، جہانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور، اور مین جادہ نوردِ ستم آبادِ دهلی هوا. دو شنبه ٢٠ شعبان ١٢٨٢، ٨ جنوری ١٨٦٦ درِ غمکده پر پہنچا. حضور کے اقبال کی تائید تھی. ورنه مین اور جیتا دلّی پہنچتا[1].

مغلوبِ غلبۂ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زنده بدهلی رسیده است
ما را بدین گیاهِ ضعیف این گمان نبود[2]

(بقیه) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تھی. اردو مین شیفته اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تھی (اردوی معلی، ص ١٠١). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورۂ سخن رها. ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تھی. انهون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکره «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا هی. آشوب غدر مین شیفته بهی مشتبه قرار دئی گئی تهی. لیکن آخر کار بری هوگئی. میرزا صاحب سی ان کی بہت مخلصانه روابط تهی. چنانچه جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تهی تو انهون نی بڑی همدردی کا اظهار کیا تها. حبسیه مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا هی:

رحمت حق به لباس بشر آمد گوئی — خود چرا خون خورم از غم که به غمخواری من
بایۂ خویشتنم در نظر آمد گوئی — خواجۂ هست درین شهر که از پرسش وی
گر بمیرم، چه غم از مرگ، عزادار منست — مصطفی خان که درین واقعه غمخوار منست

شیفته نی ٦٣ سال کی عمر مین سنه ١٢٨٦ ه (١٨٦٩ ع) کو وفات پائی.

(١) میرزا صاحب کو یه مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تهی. وه سنیچر کی دن ٧ اکتوبر سنه ١٨٦٥ ع کو دلی سی روانا هوی. اور بعد تطع منازل سته پنجشنبه ١٢ اکتوبر کو رامپور پہنچی. باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبه بهی ساتهه تهی. نواب خلد آشیان نی اپنا مهان خاص بنایا. جرنیلی کی کوٹهی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نکی. آخر مین کهانی کی، اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تهی. جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا. سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا. میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ٢٢ دسمبر کو رامپور سی روانا هوئی. لیکن سوء اتفاق سی عرض راه مین بیمار هوکر مرادآباد مین ٥ دن ٹهرنا پڑا. اسلئی ٨ جنوری سنه١٨٦٦ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پہنچی. اس سفر مین اونکی دلی سی باهر رهنی کی کل مدت تین ماه هوتی هی. مزید تفصیل دیباچه مین ملاحظه هو.

(٢) میرزا صاحب نی یه قطعه سفر کلکته کی سلسه مین لکها تها. رای چهج مل کهتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکها هی، جو پنج آهنگ کی ص ١٠٠ پر درج هی. اوس خط مین یه قطعه موجود هی. لیکن وهان بجای «غلبۂ غم» (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زنده تابه بنارس رسیده است) تحریر هی.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب. چار شنبه ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سال جشن حضور[1].

(٥٩)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامهٔ والا کے مشاهده نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تك ذوقِ قدمبوس مین جوانانه گیا. اختلافاتِ آب و هوا و تفرقهٔ اوقاتِ غذا کو هرگز نمانا. اور رنجِ راه کو هرگز خیال مین نه لایا. وقتِ معاودت اندوهِ فراق نے وه فشار دیا، که جوهرِ روح گداز پاکر هر بنِ موسے ٹپك گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نهوتی، تو دلی تك میرا زنده پهنچنا محال تها. جاڑا، مینهه، قبض و انقباض، فقدانِ جوع، فاقه های متواتر، منزلهایِ نامانوس، هاپوڑ تك آفتاب کا نظر نه آنا، شب و روز هوایِ زمهریر کا جانگزا رهنا. بارے هاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکهائی دی. دهوپ کهاتا هوا دلی پهنچا. ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سے پهلے تها. خدا وه دن کرے که پهر اوس در پر پهنچون[2].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنه ۱۸٦٦.

---

(۱) لفافه پر ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦٦ تحریر هی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کی مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بهادر کی زبانی معلوم هوئی، تو اونهون نی ۱۷ شعبان سنه ۸۲ ھ مطابق ٥ جنوری سنه ٦٦ ع کو مرادآباد کی پته پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بهادر کی دریافت هوا، که مرادآباد مین کچه طبیعت آپکی علیل هوگئی هی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا. اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی که خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود هی، اور اوس کی لفافه پر تحریر هی که «خط هذا هرکارهٔ برنده از مرادآباد بجهت تشریف فرما شدن مرزا نوشه صاحب به دهلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باقی)

(٦٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے. اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھوں کہ آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان ہون ۔ برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو[1].

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاہتا ہون.

هم در قیام زنده نیم کز برایِ خویش　　آنوقت لای نافیه ام از دوپایِ خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا ہون[2]. یہ جشنِ حال کی نذر ہے. خدا کرے مقبول ہو. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس　　هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۲۹ مارچ سنه ١٨٦٦ .

بحر　هزج　مثمن　سالم

فعلاتن　فعلاتن　فعلاتن　فعلاتن

٭　ای خداوندِ خردمند و جهان داورِ دانا　٭

٭　وی به نیرویِ خرد بر همه کردار توانا　٭

(بقیه) سنه ١٢٨٢ ھ». اس سی معلوم هوتا هی که مرزا صاحب کو فرمان موصول نهوا. مگر اس عرصه مین اونکا عریضه نمبر (٥٨) رامپور پہنچ گیا . اس کی جواب مین سرکار نی ١٥ جنوری کو تحریر فرمایا : «جو که وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکو مرکز اعتدال سی بمقام مرادآباد رقیمۃ الوداد اس مضمون سی که اگر اراده قیام مرادآباد کا واسطی معالجه کی هو، تو رامپور کو معاودت کیجی ، یہان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا ، همدست هرکاره کو بهیجا گیا تها . لیکن آپ وهان سی روانا دهلی کو هو گئی تهی . هرکاره خط واپس لایا اوسروز سی کمال انتظار وصول مفاوضه خیریت کا تها . الحمد لله که وصول نمیقۂ لطف آگین باعث اطمینان هوا» . میرزا صاحب کا عریضه نمبر (٥٩) اسی فرمان کا جواب هی .

(١) میرزا صاحب نی ١٢ مئی سنه ٦٦ ع کو منشی حبیب الله خان ذکا کی نام ایك خط مین اس سی ملتی جلتی الفاظ مین اپنی حالت بیان کی هی . فرماتی هین : «آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بہرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا ره آورد هی رعشه و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین . اونگلیان ٹیڑھی هو گئین . حرف سوجھنی سی رهگئی» (اردوی معلی ، ص ٣٨) .

(٢) یه غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نهین هی .

☆ ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی ☆
☆ سروِ نوخاسته آسا، مهِ ناکاسته مانا ☆
☆ به ادا پایه فزایا، بنظر عقده کشایا ☆
☆ بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا ☆
☆ به نگه خسته نوازا، بسخن بذله طرازا ☆
☆ به قلم غالیه سایا، به نفس عطر فشانا ☆
☆ شه نشان کلبِ علیخان که توئی یوسفِ ثانی ☆
☆ نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا ☆
☆ دانم از حال و مآلم خبرے داشته باشی ☆
☆ سر نوشتِ ازلی گرچه ندارد خطِ خوانا ☆
☆ دشمنم چرخ و تو بینیّ و نسوزی بعتابش ☆
☆ به عدو صاعقه ریزا، به محب فیضرسانا ☆
☆ جانشینِ تو کند نامِ ترا زنده بگیتی ☆
☆ باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا ☆
☆ غالب از غم چه خروشی، بتو زیباست خموشی ☆
☆ با کریمِ همه دان هیچ مگو هیچ مدانا ☆

(٦١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. منشورِ مکرمت ظهور مع هنڈوی عزِ ورود لایا. سو روپیه تنخواهِ اپریل سنه ۱۸٦٦ کا معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

عنایت کا طالب غالب. ١٤ مئی سنه ۱۸٦٦ عیسوی[1].

---

(۱) اس عریضه کے لفافه پر ١٥ مئی سنه ۱۸٦٦ تحریر هین. غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا.

(۶۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. کل ایك عرضداشت مع ایك غزل کے ڈاك مین بھیجی گئی[1]. شام کو منشورِ عطوفت مع ھنڈویِ تنخواہِ مئی سنہ ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا. سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا. آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا. اوس مین یہ شعر نظر پڑا. اوسکے مضمونِ حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا مزہ دیا. یقین ھے کہ اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے.

وہ جسطرح سے جسے چاھے اوسطرح پالے
کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

عرضۂ اسد اللہِ ترقی خواہ. معروضۂ دھم جون سنہ ۱۸۶۶.

(۶۳)

(قطعہ در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جھانگیر نگری

مولوی احمد علی احمد[2] تخلص نسخۂ
در خصوصِ گفتگویِ پارس انشا کردہ است

(۱) میرزا صاحب کا محولۂ بالا خط اور غزل مثل من موجود نہین ھین.

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکتہ کی مدرس تھی. انھون نی میرزا صاحب کی قاطع برھان کی جواب مین «موید برھان» نامی رسالہ تصنیف کیا تھا. مذکورۂ بالا قطعہ اوسکا جواب ھی (اردوی معلی، ص ٤٤). میرزا صاحب نی موید برھان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رسالہ بھی لکھا ھی. اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ھین: «عربیت مین امین الدین سی بڑھکر، فارسیت مین برابر، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر. جتنی الفاظ تذلیل کی ھین، وہ چن چنکر میری واسطی استعمال کئی، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہین، شاعر نہین، آخر (باقی)

٭ کیچ و مکران را که در سند است واز ایران جدا ٭
٭ شاملِ اقلیمِ ایران بے محابا کرده است ٭
٭ قومِ برلُچ را بایرانی نژادان داده خلط ٭
٭ ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است ٭
٭ در جهان توام بود رویِ وی و پشتِ قتیل ٭
٭ پیشوایِ خویش هندوزادهٔ را کرده است ٭
٭ هندیان را در زباندانی مسلم داشته ٭
٭ تاچه اندر خاطرِ والایِ او جا کرده است ٭
٭ خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش ! ٭
٭ تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است ٭
٭ هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست ٭
٭ سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است ٭
٭ خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود ؟ ٭
٭ خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است ٭

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکھتا هی. صاحب عز و شان هی. عالی خاندان هی. امرای هند، روسای هنـد، مهاراجگان هند سب اسکو جانتی هین. رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا هی. بادشاه کی سرکار سی نجم الدوله خطاب هی. گورمنٹ کی دفتر مین ' خانصاحب بسیار مهربان دوستان ' القاب هی. جس کو گورمنٹ خانصاحب لکھتی هی. اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھون. فی الحقیقت یه تذلیل بفحوای ' ضرب الغلام اهانة المولی ' گورمنٹ بهادر کی توهین اور وضیع و شریف هند کی مخالفت هی. میرا کیا بگڑا. مولوی نی اپنا پاجی پن ظاهر کیا. مین نی امین بیدین کو شیطان کی حواله کیا. اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا. اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمه لیا» (تیغ تیز، بحوالهٔ غالب، ص ۳۴۷). مرزا صاحب کی اس قطعه کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلهٹی نی اسی زمین مین قطعه لکھا، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیه مین دیا. فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکھا. اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا. کتابخانه مین یه کتاب موجود هی. اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعه هی. مولوی احمد علی نی سنه ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفه مهدیعلیخان تحویلدار کتب خانه، ص ۱۵). یه سال فصلی سنه ۱۲۹۰ ه اور سنه ۱۸۷۳ ع کی مطابق هوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن هیئت اردو نمبر ۱).

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابهٔ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است
داوریگاهے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است
گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است
کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است
میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است
مطلب از بد گفتنِ من چیست؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است
ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است
صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است
انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است
من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
وائے بر وے گر به تقلیدِ من اینها کرده است
زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامهٔ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعایِ محض و اطنابِ مل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلْپَـتره[1] گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
دردلش، همچون شرر درسنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
باد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است

(۱) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام ۔

از جانبِ آمرزشخواہِ جرم بیراھه روی اسد الله خانِ غالب دھلوی][1].

(٦٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج شنبه ۱۰ ماہِ اگست سنه ۱۸٦٦ کی ھے. فقیر چشم براہ تھا ، که اب ڈاك کا ھرکارہ آتا ھے ، اور ھنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامه لاتا ھے . ناگاہ اسوقت ڈاك کا آدمی ایك خط برخوردار منشی سیلچند[2] کا لایا . اوس مین مندرج تھا که تو نے جون سنه حال کی تنخواہ کی رسید کیون نه بھیجی . اور بعد اسکے یه لکھا تھا که جولائی کی تنخواہ کی چٹھیان ھوتی جاتی ھین . اب دو ایکدن مین تیری تنخواہ بھی بھیجی جائیگی . متحیر که یا رب مین حسبِ معمول تنخواہِ جون کی رسید ارسال کرچکا ھون . اب دوبارہ رسید کیون مانگی جاتی ھے . پھر یه تو گویا پیامِ مرگ تھا که جولائی کی تنخواہ اب روانا ھوگی . یا رب ۱۰ کو وعدہ ، ۱۳ ، ۱٤ کو چلے گی . بیسوین تك مجھے پہنچیگی . اور میرا حال یه که انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ھے . حضور کے عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھے . عالم‌الغیب جانتا ھے جسطرح گزرتی ھے . چار سو ساڑھے چار سو کا قرض باقی ھے . اب کوئی قرض بھی نہین دیتا . خلاصه دو عرضین ھین . ایك تو یه که مین جون کی تنخواہ کی رسید بھیج چکا ھون . اگر ڈاك مین تلف ھوگئی ھو تو اور لکھ بھیجون . دوسری یه که اس مہینے کی ، یعنی جولائی کی ، تو تنخواہ خیر ۲۰ ماہِ اگست تك پہنچ جائیگی . آیندہ کو حکم ھو جائے که ھر مہینے کی پہلی دوسری کو فقیر کی تنخواہ ، که وہ محض صیغۂ خیرات ھے ، بھیجی جایا کرے .

---

(۱) دارالانشاء کی فائل مین یه قطعه منسلك اور اسکی لفافه پر ۳۱ جولائی سنه ۱۸٦٦ع تاریخ درج ھی . مرزا صاحب نے اسکو اکمل المطابع مین یکرخه طبع کراکی اپنی احباب کو تحفة بھیجا تھا . چونکه یه بغیر عریضه کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تھا ، اسلئے مینی متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا .

(۲) منشی سیلچند کیلئے خط نمبر ۱۰۹ کا ذیل ملاحظه ھو .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب .

(٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . پهلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مـــدعا لکهون . غم نے بشمول بڑهاپے کے پست و مضمحل کر دیا هے . حضرت کے قـدمون کی قسم! نه حواس درست ، نه رای صحیح . برسون سے مکروهات مین مبتلا رهتے رهتے اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانے کیا هوتا هے ، کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهئے ، کیا کرتا هون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رســید کے نه پهنچنے کی اطلاع پائی . تهیـدستی و قرض کے رنج مین خستۂ و آزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچـه ڈاك کا وقت نتهـا ، مگر بهیجـدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختـار کار کو دی ، اور یه عرضی لکهنے بیٹها . لکهکر لفـافه کر رکهتا هون . کل صبحـدم ڈاك مین بهیجـدونگا . اگر عرضیِ سـابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی هو ، تو فقیر کی خطا معاف هو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ هو تو وه بهی درگزر کرین . جون کی تنخواه کی رسید کا لفـافه ڈاك مین گم هوگیا هوگا . اگر مین بهی بهول گیا هون تو بعید نهین . بلکه اغلب هے که غالب کو سهو هوا هو . ملازمانِ درِ دولت پر ظـاهر هو که جون کی تنخواه جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آینده هر انگریزی مهینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ هنڈوی کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب[1] .

---

(۱) نواب خلد آشیان نے ۱۳ ربیع الثانی سنه ۸۳ ه مطابق ۲۵ اگست سنه ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نهین هے . اور حسب الایمـا واسطے بهیجے جانے هنـڈوی مشاهره آپکے اسطور پر که تاریخ پهلی یا دوسری تك آپکے پاس پهونچ جایا کرے ، حکم بنام اهالی سرشته کے صادر هوگیا هے» .

تم سلامت رهو هزار برس　　هر برس کے هون دن پچاس هزار

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ . عفو و رحم کا طالب غالب .

(٦٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت مد ظله العالی .

بعدِ تسلیم معروض هے . توقیعِ وقیع مع دیباچۂ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی[1] عز ورود لایا . کیا عرض کرون که کیا عالم نظر آیا . واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاهر وحید[2] ، اور پهر نگارشِ مطالب بشیوۂ میرزا جلالایِ طباطبائی[3] هے . لیکن دونون صورتون مین دیباچۂ اعجازِ خسروی[4] کا رنگ جلوه گر هے . پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یه نگارش ، طاهر وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر هے . یه عرضداشت جلد بهیجتا هون ، تا که حضرت پر پہنچنا اوس دیباچه یا تقریظ کا ظاهر هوجائے .

برسات ایسی هوئی هے که مین باون ترپن برس سے یہان رهتا هون .

---

(۱) بدرالدین محمد چاچی ، چاچ (تاشقند) کی رهنی والی تهی ، سلطان محمد بن تغلق (سنه ۷۲۵ ھ - ۷۵۲ ھ) کی عهد مین هندوستان آئی . اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصه گزارا . سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاه تها ، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی ، اور «فخرالزمان» خطاب دیا . بدر نی سنه ۷۵٤ ھ (۱۳۵۳ ع) مین انتقال کیا . انکی قصائد شهرت عام کی مالك هین . لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب هوگئی هی .

(۲) میرزا طاهر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشهور شاعر اور نثار هی . یه قزوین مین پیدا هوا . سنه ۱۰۵۵ ھ (۱٦٤۵ ع) مین شاه عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا ، سنه ۱۱۰۱ ھ (۱٦۸۹ ع) مین وزیر بنایا گیا ، اور ۱۸ سال تك اسی عهده پر رها . یه فن انشاء مین خاص طرز کا مالك هی . لیکن اشعار کی شهرت صرف عهدۂ وزارت کی بدولت هوئی . طاهر کی تاریخ وفات مین اختلاف هی . بعض سنه ۱۱۰۵ ھ اور بعض سنه ۱۱۰۸ ھ لکهتی هین . لیکن ریو نی لکها هی که تقریباً سنه ۱۱۲۰ ھ (۱۷۰۸ ع) مین انتقال کیا .

(۳) میرزا جلالائی طباطبائی اصفهان مین پیدا هوا . سنه ۱۰٤٤ ھ (۱٦۳٤ ع) مین هندوستان آیا ، اور شاه جهان کی دربار کا مورخ مقرر هوا . مگر ابهی ۵ سال کی تاریخ لکهنی پایا تها که حساد نی سازش کی ، اور کام رك گیا . یه بهی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك هی .

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دهلوی متوفی سنه ۷۲۵ ھ (۱۳۲۵ ع) کی تصنیف هی . یه نثر کی ممتاز کتابون مین شمار هوتی هی ، اور نولکشور پریس لکهنو مین طبع هوچکی هی .

عرش آرامگاه اکبر شاہ[1] کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی، یا امسال نظر آئی ہے. اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۸٦٦. نجات کا طالب غالب[2].

(٦٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا. سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٦ معرضِ وصول مین آیا.

نثرِ نثرہ نثار[3] کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ہوئے ہین، نظرِ انور سے گزرے ہونگے.

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دھلی کے آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا. ۲۳ اپریل سنہ ۱۷٦۰ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۱۷۳ ھ کو پیدا ھوا. اور ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۰٦ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۲٤۸ ھ کو ٤۸ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا. اسنی ۳۱ سال سلطنت کی، اور ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ ع مطابق ۲۸ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۵۳ ھ کو جمعہ کے دن فوت ھوا. اکبر شاہ شاعر بھی تھا، اور شعاع تخلص کرتا تھا.

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کے فرمان مورخۂ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کا جواب ھے. القاب وآداب کے بعد نوابصاحب نے تحریر فرمایا ھے: «...... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی از نوک قلم جلوہ خیز گردیدہ. اولا بر دیباچۂ صور عبدالرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام. چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت سرشار نہ پسندد، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دھند. وباسرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواھر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند». شرح قصائد بدر چاچی، جسکا فرمان مین ذکر ھے، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ھے، خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سے آمد ورفت رکھتے تھے. زبان فارسی اور حساب وغیرہ سے بخوبی واقف، اور قدری عربی آشنا تھے. جب نواب صاحب تخت نشین ھوے، تو انکا تقرب اور رسوخ یہانتک بڑھا، کہ ریاست کے مدار المہام بنادئے گئے. مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا. اسوجہ سے ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو ایک پٹھان کے ھاتھ سے زخمی ھوکر ۱۲ ماہ مذکور کو انتقال کرگئے (اخبار الصنادید، ج ۲، صفحہ ۱۵۲-۱۵٦).

(۳) اس نثر سے مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ھے.

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ھے۔ فارسی دیوان کا شیرازہ کھوا کر چند شخصون کے حوالے کیا ھے۔ بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا(۱)۔ بھائی ضیاء الدین خان(۲) کا مجموعۂ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکھا ھوا میرا، جو اونکے کتابخانہ مین تھا، غدر مین لٹ گیا۔ بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسردہ ھوگیا۔ دو تین غزلین، فارسی؛ ھندی، جو لکھی ھین، اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا۔

تم سلامت رھو ھزار برس ہر برسکے ھون دن پچاس ھزار

---

(۱) نواب صاحب نی ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تھا: «... مطلب دگر، چونکہ راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۂ اساتذۂ پارسی و اردو کی منظور ھو، اسواسطو حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرما کر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کی، جو اس سرکار مین عمل مین آیا ھی، ھو جای»۔ میرزا صاحب نی حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ۷ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ۲۴ ستمبر کو ارسال کیا۔ یہ دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخہ ۱۹ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع اس تاریخ سی قبل موصول ھو چکی تھی، کتب خانہ سرکاری مین محفوظ ھین، اور ضروری حواشی ومقدمات کی ساتھ انشاء اللہ عنقریب شائع کئی جائین گی۔

(۲) نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جھرکہ وجاگیردار لوھارو کی خلف اصغر تھی۔ انکی چچازاد بہن غالب سی منسوب تھین۔ لیکن اس نسبتی رشتہ کی علاوہ اھم رابطہ یہ تھا کہ نوابصاحب فن شعر مین غالب کی شاگرد تھی۔ یہ فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتی تھی(اردوی معلی، صفحہ ۱۰۰)۔ انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم ھی۔ خود میرزا صاحب بھی اسکی معترف تھی، اور انہین اپنا نمونہ کہتی تھی۔ کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیدہ ھی۔ اوس مین میرزا صاحب فرماتی ھین:

بنکتہ شیوۂ شاگرد من بمن باناست صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگرچہ اوست ارسطوی ومن فلاطونم بود بپایہ ارسطوی من سکندر من

ضیاءالدین خان کی پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیرہ تھا۔ الیٹ صاحب نی تاریخ ھند کی ترتیب مین اوس سی استفادہ کیا ھی۔ اس کتب خانہ کی متعلق مرزا صاحب لکھتی ھین: «میرا ایك نسبتی بھائی ھی نواب ضیاءالدین خان سلمہ اللہ تعالی۔ وہ میری نظم ونثر کو فراھم کرتا رھتا تھا۔ چنانچہ مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخی اوسکی کتب خانہ مین تھی۔ وہ کتابخانہ کہ، ڈر کر عرض کرتا ھون، ۲۰ ھزار روپیہ کی مالیت کا ھوگا، لٹ گیا۔ ایك ورق نہین رھا» (عود ھندی، صفحہ ۲۹)۔ نواب ضیاءالدین خان بہادر نی سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق سنہ ۱۸۸۳ ع مین وفات پائی۔ میر مہدی مجروح نی مصرع «اب نہ باقی رھی وہ رونق شہر دھلی» سی ہجری سال نکالا ھی (تاریخ لطیف، ص ۲۴۱)۔

اسد اللہ بیدستگاہ۔ دو شنبہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶۔

(۶۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ خاطرِ اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیلِ احکام مین کاہل ہے۔ بصارت مین فتور۔ ہاتھ مین رعشہ۔ حواس مختل۔ ناچار کاتب کی تلاش کی۔ شہر سراسر ویران ہے۔ کاتب کہان؟ بارے ایک دوست نے کاتب نشان دیا۔ اردو کا دیوان، اشعار پر صاد کرکے، اوسکو حوالہ کیا۔ کل وہ اجزایِ منقولہ آئے۔ آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا۔ اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی۔ فارسی کے کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے ہین۔ جابجا اشعار پر صاد کردئیے ہین۔ وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ہو رہے ہین۔ بعدِ اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

ترحم کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۶۔

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسلہ مین ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو ایک عریضہ روانا کیا تھا۔ مثل مین اوسکا لفافہ موجود ہے۔ میر منشی صاحب لکھتے ہین: «اصلِ خط کہ بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنور ماند»)[1]۔

---

(۱) یہ عریضہ نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تھا: «... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمہ‌کش چشم وصول گشتہ روشنی بخش عیون دیدہ سفیدان انتظار گردید. چنانچہ نظیر ہمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظہ نشدہ مرسل داشتہ ام. چشم کہ اگر اقوال این ہمہ اساتذہ قابل اعتبار باشد فبہا. والا بعد مشاہدہ از چگونگی آن مطلع سازند. المرقوم ۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع». اس فرمان کی ساتھ فرہنگ جہانگیری و رشیدی وغیرہ سی تلاش کرکی نظائر روانا کی گئی تھی. اونکا یہان نقل کرنا باعث طوالت ہوگا.

(٦٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون . یقین ہے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزر گیا ہو . آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون . اور بھائی ضیاءالدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ہین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ہین . حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا . بعدِ غدر جو کچھ کہا ہے ، وہ یہی ہے جو پہنچتا ہے . اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے . قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ہو تو وہ بھی بھیجون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ٢٤ ستمبر سنہ ١٨٦٦ .

(٧٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنہ ١٨٦٦ معرضِ وصول مین آیا . اشعارِ فارسی و اردو پہنچے . خدا کرے پسند آئین . افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا . حضور ملك و مال جسکو جسقدر چاہین عطا کر سکتے ہین . مین آپ سے صرف راحت مانگتا ہون . اور راحت منحصر اس مین ہے کہ قرضِ باقیماندہ ادا ہوجائے ، اور آیندہ قرض لینے کی حاجت نہ پڑے .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہ بیدستگاہ . ششم اکتوبر سنہ ١٨٦٦ .

(۷۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . اس عنایت نامے مین ایك فقرہ نظر پڑا کہ جس سے مین کانپ اوٹھا . « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است »[۱] . یہ ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی ہے . مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ہون .

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایك لگاؤ تھا . چاہتا تھا کہ فرہنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے . بارے مراد برآئی . اور اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ہوا . اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رہا . اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے . اب مجھے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنہ حاصل ہے . مگر دعویِ اجتہاد نہین ہے . بحث کا طریق یاد نہین[۲] .

میان اِنجو جامعِ فرہنگِ جہانگیری[۳] ، شیخ رشید راقمِ فرہنگِ

---

(۱) مرزا صاحب کی ۱۹ ستمبر کی عریضہ کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکھا تھا اوسکا اہم فقرہ مرزا صاحب نی نقل کیا ھی . نواب صاحب فرماتی ھین : « ...... نیسان خامہ کہ در تحریر معانی شعر عرفی و ھم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوھر بار گردیدہ بر خاطر اخلاص فروش ھر آئینہ مخفی ومحتجب میماند کہ اکثر مالك رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ را بمعنی واحد پنداشتہ اند . وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشتہ . چنانچہ نظایر ھر یکی ملفوف عنبرین نامۂ ھذاست بمطالعہ خواھد رسید . معہذا اگر طبع آن اوستاد زمان بہ ترقیم الفاظ بالا فی الجملہ نفوری داشتہ باشد ھمچنان حوالۂ قلم نمایند کہ مبحوث عنہ را از تقریظ اصلاح شدہ چون نفسانیت خود محو سازم . زیرا کہ مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . نہ از عرفی و دیگران . اما نظایریکہ بہ نظارم گذشتہ است ، صرف برای اطلاع بہ نمیقۂ ھذا مندرج گردیدہ . المرقوم ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع » .

(۲) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگہ اور قاطع برھان مین ص ۷ پر میرزا صاحب نی تصریح کی ھی .

(۳) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدولہ ھی . انکی آبا واجداد فارس کی شہرۂ آفاق شہر شیراز کی باشندی تھی . یہ وھین پیدا ھوی . بعد ازان بتلاش روزگار ھندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنہ ۱۰۳۵ ھجری (۱٦۲٦ع) مین آگرہ مین انتقال کیا . فرھنگ جہانگیری ھندوستان کی مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون ھی .

رشیدی[۱] عظمای عجم مین سے نہین. هند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما.
هادی انکا ان کا قیاس. ٹیك چند[۲] اور سیالکوٹی مل[۳] انکے پیرو.
سبحان الله هندی بهی، اور هندو بهی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعار قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق. مگر جو لغات اونکے کلام مین هین، اوسکے معنی تو اهل هند نے اپنے قیاس سے نکالے هین. مین انکے قیاس پر کیونکر تکیه کرون. اب جو پیر و مرشد نے لکھا که «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر هے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا. لیکن نه اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکه اپنے خداوند نعمت (کے)[٤] حکم کے مطابق.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

انصاف کا طالب غالب. ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦٦[٥].

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی هے. انکے آبا واجداد مدینۂ منوره کے رهنے والے تهے. یه خود شہر ٹهٹه مین پیدا هوئے. منتخب اللغات اور فرهنگ رشیدی انکی تصنیف هین. خزانهٔ عامره (ص ٤٢٤، نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ هجری (۱٦٦٦ع) لکھا هے.

(۲) لاله ٹیکچند بہار تخلص بہار عجم کے مولف هین. یه خان آرزو متوفی سنه ۱۱٦۹ هجری (۱۷٥٥ع) کے شاگرد اور اردو، فارسی کے شاعر تهے.

(۳) سیالکوٹی مل وارسته تخلص مصطلحات شعرا کے مصنف هین. یه میر محمد علی رائج سیالکوتی متوفی سنه ۱۱٤۹ھ (۱۷۳٦ع) کے شاگرد تهے.

(٤) یهان لفظ «کے» ساقط هوگیا هے. آینده عریضه مین مرزا صاحب نے اس عبارت کو دوهرایا هے. وهان یه لفظ موجود هے. اسلئے مین نے بریکٹ مین بڑها دیا.

(٥) اصل خط مین سہواً ۱۷ تاریخ درج هوگئی هے. صحیح سات هے. اسلئے که اولا تو خود میرزا صاحب هی نے اس خط کے لفافه پر ۸ اکتوبر تاریخ لکهی هے. جسکے یه معنی هین که تاریخ کتابت کے دوسری دن یه خط پوسٹ کیا گیا تها. ثانیاً نواب خلد آشیان نے اس خط کا جواب، جو آگے آرها هے، تیره اکتوبر کو دیا هے. اور ظاهر هے که جس خط کا جواب تیره کو لکھا جائے وه خود ستره کا مکتوب نہین هو سکتا. میرزا صاحب کے عریضه کے بعض کنایات سے ناخوش هوکر نوابصاحب نے جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت هندی نژادان پیشین ودیگر اعتراضها، واین که راقم را طریقهٔ بحث یاد نیست، موصول مطالعه گشته، باعث استعجاب عظیم گردید. از آنجا که تا حال ورای تحقیق وتنقیح امور علمیه، که معاذ الله از مناظره ومناقشه بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظهور نیامده. وآنچه حالی خاطرم بود بی ریب و ریج حوالهٔ قلم دقائق سنج گردیده. لیکن می نازم بر دهن موشگاف آن فرید زمان که (باقی)

(۷۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج سہ شنبہ ١٦ ماہ اکتوبر کے دن کو بارہ بجے کھانا کھاکر بیٹھا تھا ، کہ توقیعِ وقیع آیا . پڑھتے ھی کانپ اوٹھا ، اور عالم نظر مین تیرہ و تار ھوگیا . اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ھو ، تو مجھے جنابِ الٰہی اور حضرتِ رسالت پناھی کی قسم ! اگرچہ فاسق و فاجر ھون ، مگر وحدانیّتِ خدا اور نبوتِ خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون . خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا . انکارِ بحث سے مراد یہ تھی ، کہ شعرایِ ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین ، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی ، اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین ، اوس مین مین کلام نہین کرتا . اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون . اورون سے مجھے بحث نہین . با ھمہ ضعفِ حافظہ یاد ھے کہ آخر مین یہ بھی لکھدیا تھا کہ « ان دونون باتون کو مین نے مانا . لیکن نہ فرھنگ لکھنے والون کی رای کے بموجب . بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے

(بقیہ) نوشتہام را بر بحث واجتہاد محمول نمودہ . امثال این کنایہ ھای تو ، مثل نسبت استادی بجانب راقم ، ولفظ بحث ، کہ ھر دو خلاف واقع ومورث رنج وعنا است ، نگاشتند . پس اگر آن مشفق را ھمچنین مطور باشد ، اشارتی سازند کہ واسطۂ ترسیل رسائل از میابین برداشتہ شود . ورنہ بنان خامہ را بامور خارج المبحث تکلیف ندادہ باشند ، کہ نتیجہ اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد . وراقم پایۂ اعتبار محققان کہ صاحب تصانیف مقبول انام بودہ اند ، از خود زیادہ دانستہ بحوالۂ کلام شان پرداختہ . اگر نزد آن صمیم جاوید آنھا قابل قبول نبود ، بایستی کہ بھران نمط تحریر میساختند . مصلحت اینقدر اطناب سخن از فہم ھمچو منی بیرون . زیادہ ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است . المرقوم ۳ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھجری مطابق ١٣ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع » . چونکہ نوابصاحب کی اس فرمان سی اظہار ناخوشی وناراضگی ھوتا تھا . میرزا صاحب نی فوراً معذرت نامہ مورخہ ١٦ ماہ اکتوبر لکھکر طلب عفو کیا . نوابصاحب نی معذرت قبول کرتی ھوئی تحریر فرمایا : « ..... حالا کہ آن مہربان بتاویلش پرداختند از آن دفع شکوک لاحقہ گردید . خاطر لطف مظاھر مقرون جمعیت باشد . المرقوم ٢١ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھجری مطابق ٣١ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع » . لیکن اس کی بعد نوابصاحب نی پھر کوئی نثر اصلاح کیلئی نہین بھیجی . جسکی یہ معنی ھین کہ ان کی طبیعت کا تکدر کلیۃ دور نہین ھوا .

مطابق » . یہ کلمہ موجبِ عتاب نہین ہوسکتا . اور اگر اسکو گناہ سمجھا جائے . « آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین » . گناہ معاف کیجے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجیے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عفو کا طالب غالب .

(۷۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپہ سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر(۱) اکبرآباد پہنچنا، اورخیامِ فلک احتشام کا وہان نصب ہونا، اور رامپور سے اکبرآباد تک گھوڑون کی ڈاک کا بیٹھنا، اور حضرت کا سنبھل تک بسبیلِ ڈاک تشریف لیجانا، اور وہان مزاجِ اقدس کا ناساز ہونا ، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا، یوماً فیوماً مسموع ہوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یہ ہے ، کہ حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارک سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور ، اور شہر مین مشہور ہے ، کہ حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکتہ کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانہ طلب رہتا ہے . اس تقریب کا ایک قطعۂ تاریخِ سنہ ۱۸۶۶ عیسوی رقم کیا ہے . عرض کرتا ہون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے کہ اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون(۲) :

---

(۱) صاحبزادہ سید مہدی علیخان بہادر ، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پوتی ، صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان بہادر کی بیٹی ، اور نواب خلد آشیان کی چچا تھی . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتی تھی . ابتدا مین نواب فردوس مکان سی تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کی شاگرد ہوئی . ۴۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماہ رمضان کو سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ ع) کو رحلت فرمائی . (انتخاب یادگار ، صفحہ ۳۸۴ ، وتاریخ لطیف ، صفحہ ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کی کلکتہ تشریف لیجانیکو متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱۴۰) نی لکھا ہی کہ : « مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نی نواب سید کلب علی خان سی (باقی

قطعـــه

چو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی ہے، مرادف خہے و زہے. اور قتل کا مشارالیه لفظ (وی) ہے جس کے ١٦ عدد ہین. اور (وی) کا مشار (عدو) ہے. «بختِ فرخ» کے ١٨٨٢. جب اس مین سے ١٦ کم کئے تو ١٨٦٦ رہے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

(١٨ نومبر سنه ١٨٦٦)[1].

(بقیه) ہونہاری و بلند اقبالی کے آثار دیکھکر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈرمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحده کے حضور مین رپورٹ کی. اور انہون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نے باظہار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلبعلیخان کو بھی ایجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نے ہنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ٢٠ شعبان سنه ١٢٨٣ ہجری مطابق ٢٨ دسمبر سنه ١٨٦٦ ع کو رامپور سے علیگڑھ تک گاڑی کی ڈاك مین اور علیگڑھ سے کلکته تک تخمیناً پانسو ہمراہیون کیساتھ ریل کے ذریعه سے گئے. اثنای راه مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیره ہر مقام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر ہوئی. مہراجه ایسری پرشاد نرائن سنگھ صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی نریس نے بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دهوم سے دعوت کی. کلکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال ہوا. سلامی سر ہوئی. آب و ہوای کلکته نے انکے مزاج سے بھی مخالفت کی. اور طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف رہی. پھر بھی کونسل مین کئی اجلاس کئے. جب ناسازی زیاده بڑھی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع ہوا. ڈاکٹر کی رای ہوئی که آب و ہوا یہانکی انکے مخالف ہے. بلکه قیام کلکته سے امراض شدید لاحق ہونیکا اندیشه ہے. مگر نوابصاحب نے اسے قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیا. ٢٧ رمضان سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٣ فروری سنه ١٨٦٧ ع کو کلکتے سے رامپور واپس ہوئی. میرزا صاحب کے عریضه نمبر (٧٥) کے لفافه سے معلوم ہوتا ہے که نواب صاحب محلۂ کاشی پور کے مکان نمبر ٥ اور ٧ مین قیام فرما ہوے تھے. مرزا صاحب کا قطعۂ تاریخ حسب الحکم حضور اخبار دبدبۂ سکندری مین طبع ہوا اور ٣٠ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکوره که بر طرز نو و عدیم المثال است در اخبار دبدبۂ سکندری رامپور طبع گردیده شد».

(١) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نہین. مین نے قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی ہے.

(۷٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . ایك عرضداشت بھیج چکا ھون . اوسکا جواب نہین پایا[۱] . امیدوار ھون که اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرھون . کل دن کو دس بجے سنا که عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے ، اور املی کے محلے مین ٹھہرے ھین . کھانا کھاکر فوراً سوار ھوا . وھان جاکے سنا که نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ھین . گھنٹا بھر بیٹھا رھا که حضرت آئے . آگے غازی‌آباد کے اسٹیشن پر سے سواری ھوتی تھی . اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے[۲] ، جو بیگم کے باغ کے عقب ھے ، نیا اسٹیشن قرار پایا ھے . سو صاحبزاده صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ھے . دیکھئے حضرت غازی‌آباد سے سوار ھوتے ھین یا شہر مین سے . واسطے خدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین . اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ھو که فقیر بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے[۳] .

حضرت کی توجہِ باطنی ، جو ھمیشه میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ھے ، بعد ادایِ شکرِ الہی اوسکا سپاس بجا لاتا ھون .
پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے ، اور جیغه ، سرپیچ ، مالایِ

(۱) میرزا صاحب نی جس عرضداشت کا حواله دیا ھی وه اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین . غالباً نوابصاحب کی حضور تك نه پہنچی .

(۲) یہان لفظ (سی) زیاده معلوم ھوتا ھی .

(۳) اس عریضه کی جواب مین ۲۲ دسمبر سنه ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : «... چون راقم عنقریب روانهٔ کلکته می شود . چنانچه برای انتظام گاڑیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانهٔ آنجا نموده شد . و ھنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دھلی مقرر نگشته ، لہذا حوالهٔ خامهٔ مودت نگار می شود ، که حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیه دریافت نموده شود » . بہت ممکن ھی که مرزا صاحب نی اصغر علی خان صاحب رسالدار سی تاریخ دریافت کی ھو . لیکن مجھی اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا .

مروارید ، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین . بعدِ غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا ، لیکن خلعت موقوف ہوگیا . نواب لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب[1] کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا . حکم سب درباردارون کو پہنچ گیا تھا . مین نواب مہدی علیخان صاحب کو رخصت کرکے گھر آیا . دو گھنٹے کے بعد دربار مین گیا . خیال یہی که ملاقات ہوگی . ایك رباعی کاغذِ مذهّب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا . کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا . نه مجھے کچھ احتمال . نه صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم . بارے بر وقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحه کرکے لاڑد صاحب نے کھڑے کھڑے جیغه ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا . اور فرمایا «یه ہم نے آپ کے واسطے رکھا تھا» . مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی . یه پارچے سات مرحمت ہوئے . دوشاله ، ۱ . کمخواب کا تھان ، ۱ . بنارسی تھان سنہری بوٹے ، ۱ . بنارسی سیلا ، ۱ . الوان کی چادر کناره کلابتون ، ۱ . کناویز کا تھان ، ۱ . الوان کی چادر بے کناره ، ۱ . مین اس عطیه کو آپ کی بخششِ معنوی سمجھا ہون . اور دوسری بخشش ، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل ہونے ، کا متوقع ہون . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

عرضداشت کے جواب کا طالب غالب . روزِ سه شنبه ۱۸ دسمبر سنه ۱۸٦٦ .

---

(۱) سر ڈانل میکاوڈ صاحب مراد ہین . یه لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکاوڈ کی ہان فورٹ ولیم ، کلکته ، مین ٦ جون سنه ۱۸۱۰ ع کو پیدا ہوی . ولایت جاکر تعلیم پائی . سه ۱۸۲۸ ع میں ہندوستان واپس ہوی ، اور صوبهٔ بنگال مین ملازمت اختیار کی . ۱۸۳۱ ع سی ۱۸٤۹ ع تك اضلاع ساگر و نربدا ، اور بنارس مین رہی . ۱۸٥٤ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر ہوی . غدر سنه ٥۷ ع مین لاہور مین تھی . ۱۸٦٥ ع سی ۱۸۷۰ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رہی . اور ۲۸ نومبر سنه ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایك حادثه سی انتقال کر گئی . یه مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تھی ، اور چاہتی تھی که دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای . پنجاب یونیورسٹی انہی نی قائم کی ہی .

(۷۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . حضرت کا رونق افزای کلکتہ ھونا از روی شمارِ رفتارِ ریل یقینی ھے . مگر وھان کی آب و ھوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بہادر(۱) سے ملاقات کا ھونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یہ امور جب تك حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے . ناچار جرات بہم پہنچاکر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار ھون(۲) .

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا ھو گیا . تنخواہ نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رھائی پائی . ھم بدل و ھم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال ھون . آدھا قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدھا قرض عطیۂ حال مین ادا ھوگیا . کہ نہین سکتا ، اور بن کہے بنتی نہین . اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مہینا جنوری سنہ ۱۸٦۷ یعنی ماہِ حال و سالِ حال سے جاری ھوجایگا اور ماہ بماہ فقیر کے روزینہ کے ساتھ پہنچا کریگا تو آپ کا غمخوار پھر کبھی قرضدار نہوگا . زیادہ حدِ ادب(۳) .

---

(۱) لارڈ لارنس مراد ھین ، جو ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦٤ع سی ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦۹ع تك ھندوستان کی وائسرائی اورگورنر جنرل رھی تھی .

(۲) اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان نی ۲۱ جنوری سنہ ۱۸٦۷ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنہ حال فائز مقام کلکتہ گردید . و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام شوکتہم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایستہ و طرز بایستہ بپایۂ حصول رسید » .

(۳) دونون لڑکون سی باقر علی خان اور حسین علی خان مراد ھین . یہ دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کی متبنی بیٹی کی لڑکی تھی . میرزا صاحب چاھتی تھی کہ ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعدہ وظیفہ خوار بنا دین . لیکن اون کی زندگی مین یہ حواھش پوری نہوئی . البتہ میرزا صاحب کی انتقال کی بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم ھوگئی تھی .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار
فیض کا طالب غالب. معروضهٔ ۸ جنوری سنه ۱۸۶۷[۱].

(۷۶)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. بہت دن تك متردد رہا، که حضرت کلکتے ہیں یا رامپور. چنانچه ایك عرضداشت اوسی تردد میں بھیجی بھی ہے. ہنوز جواب کے آنے کی مدت منقضی نہیں ہوئی. خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف ہے. یه تو جان لیا که حضرت رونق افزایِ رامپور ہیں. مگر یه کیونکر جانوں[۲] که اب به خجستگی و فرخندگی یہیں رونق افزا رہینگے، یا پھر کلکتے تشریف لیجائینگے. خیر اس بیعلمی کو سہل سمجھ لیا که جو کچھ ہوگا معلوم ہو جایگا. مگر یه کیونکر جانوں که مزاجِ اقدس کیسا ہے. اور جب تك یه نجانوں تو آرام کیونکر آئے. یہاں سے رامپور تك برابر تار برقی بھی نہیں جو خبر منگواؤں. آج ۱۴ فروری کی ہے. یه خط بھیجتا ہوں. اگر جواب آئے تو ۹ دن میں. مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا. الہی آج یا کل کوئی نوازشنامه خداوند کا آجائے! زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار
خیر کا طالب غالب. ۱۴ فروری سنه ۱۸۶۷[۳].

(۷۷)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ عطوفت عزِّ ورود لایا. (سو روپیه

---

(۱) میرزا صاحب نے یه عریضه کلکته کے پته سے لکھا تھا. چنانچه لفافه پر «کلکته. محله کاشی پور. خانه نمبر ۷ اور نمبر ۵» ایڈریس تحریر ہے.
(۲) اصل خط میں سہواً (جاؤں) رقم ہو گیا ہے.
(۳) لفافه پر ۱۵ فروری درج ہے. غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا.

تنخواہ)[1] فروری سنہ ۱۸٦۷ حال کا معرض وصول مین آیا. اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین. امراض قدیم بڑھگئے. دوران سر، اور رعشہ، اور ضعف بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.

تم سلامت رہو قیامت تك   دولت و عز و جاہ روز افزون

زیادہ حد ادب. نجات کا طالب غالب. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸٦۷.

(۷۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم معروض ہے. کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے. آج یہ قطعہ ہات تمام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون.

نوروز و دو عید از دو جانب امسال   خوب ست ز روی وضع و نیك ست بفال

امید کہ این سہ عید نذر نواب   آرند دوام عمر، و عز، و اقبال

تم سلامت رہو قیامت تك

دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸٦۷.

(۷۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم و تعظیم معروض ہے. ہنڈوی ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے.

---

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سے سہواً چھوٹ گئی تھی. مین نے دیگر عرایض سے ایزاد کردی ہے، تاکہ کلام تمام ہوجائے.

۱۲ — الف

ایک رباعی بھیجتا ہون، اور یہ چاہتا ہون، کہ دبدبۂ سکندری کے آغاز مین اسکے چھاپنے کا التزام رہے.

آن کیست کہ جسمِ ملک را جان باشد آن کیست کہ همسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

☆ تم سلامت رہو ہزار برس ☆
☆ ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار ☆

نجات کا طالب غالب. ٦ اپریل سنه ١٨٦٧.

(٨٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نمایشگاہِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خونِ جگر کھاتا ہون، کہ ہائے مین وہان نہین! بالاخانے پر رہتا ہون. اوتر نہین سکتا. مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا، اور پالکی مین بٹھادیا. کہار چلے. راہ مین نہ مرا، اور رامپور پہنچ گیا. کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی. پالکی قفس، اور مین طائرِ اسیر. وہ بھی بے پر و بال. نہ چل سکون. نہ پھر سکون. جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون، یہ سب بطریقِ فرضِ محال ہے. ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ہے. بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون. اگر پسند آئے، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارک سے اطلاع پاؤن[1].

(١) اصحاب یادگار (ص ٩٠) اور اخبار الصنادید (ج ٢، ص ١٣٩) سے معلوم ہوتا ہے، کہ نواب خلد آشیان نے سنه ١٢٨٢ هجری مطابق سنه ١٨٦٥ ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا. موخرالذکر لکھتے ہین: « سنه ١٢٨٢ هجری مطابق سنه ١٨٦٥ع سے باغ بینظیر مین ایک میلہ جاری کیا. آٹھ روز بڑی رونق سے یہ میلہ رہتا تھا. مال بکثرت آتا تھا. باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روہیلکھنڈ کے اکثر معزز روسا اس میلے مین شریک ہوا کرتے تھے. نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتے. اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجا کر اسباب خریدتے. قسم قسم کے جلسے، طرح طرح کے تماشے ہوا کرتے تھے. بائیس میلے نوابصاحب نے کئے. تیئیسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی ».

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار که از طبعِ غالب رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین۔ «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے۔ جب وہ نرہی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے۔ فہو المقصود۔ اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یہ تاریخ چھاپی جائے۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب۔ ۱٤ ماہِ اپریل سنہ ۱۸٦۷ عیسوی۔

(۸۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا۔ اپریل سنہ ۱۸٦۷ کی تنخواہ کا سو روپیہ(۱) معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب۔ (۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۷)(۲)۔

(۸۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ ادایِ مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، کہ کیا لکھون۔ ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون۔ مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے(۳)۔

---

(۱) میرزا صاحب نے لفظ (روپیہ) کے اوپر حسابی رقوم مین سو روپیہ کی تعداد لکھی ہے۔
(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی۔ مین نے لفافہ سے یہ تاریخ اضافہ کردی ہے۔
(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید علام محمد خان بہادر کے پرپوتے اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب به عالیہ سلطان بیگم کے شوہر تھے۔ انھون نے عین عالم جوانی مین انتقال کیا۔ نواب خلد آشیان کیلئے یہ واقعہ بہت روح فرسا تھا۔ اسیلئے میرزا صاحب نے اسقدر پراثر تعزیت نامہ ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰)۔

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای !!

حضرت کے رنج و اندوہ کا تصور اور مارے ڈالتا ھے. دوسری محرم کو علی بخش خان خانساماں مرے[1]. تیسری کو یہ واقعۂ ھوشربا پیش آیا. یہ تو آپ کا فرزندِ دلبند تھا. جو اسکا غم ھو وہ بجا ھے. پر فقیر جانتا ھے کہ علی بخش خان کے مرنے کا بھی حضرت کو بڑا رنج ھوا ھوگا. ایسے کار گزار، دیانتدار، ھوشمند، مزاجدان کہان پیدا ھوتے ھین. بہرحال «رَضِینَا بِرِضَاءِ اللّٰہِ». حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑھانی، اور خضر کو راہ بتانی ھے.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

غالب. ١٤ مئی سنه ١٨٦٧.

(٨٣)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا. سو روپیے[2] مئی سنه ١٨٦٧ کی تنخواہ کا معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

اسد اللّٰہِ بیدستگاہ. ١١ جون سنه ١٨٦٧.

(٨٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے، کہ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا. اوسکی ملفوفہ ھنڈوی سے تنخواہِ جون سنه ١٨٦٧ کا سو روپیہ مین نے پایا.

---

(١) علی بخش خان خانساماں کی سلسلہ مین عریضہ نمبر ٢٤ کا حاشیہ ملاحظہ ھو.

(٢) مرزا صاحب نے یہان لفظ (روپے) کیساتھ، جو جمع ھے، فعل (آیا) استعمال کیا ھے. چونکہ یہ قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی ھے، اسلئے اسے سہو تصور کرنا چاھئے.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

هوا خواه **اسد الله**. ١٥ جولائی سنه ١٨٦٧.

(٨٥)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بهادر حیا[١] کے، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیگر روانه کیا.

تم سلامت رهو قیامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

اسد اللهِ بیدستگاه. ٢٢ جولائی سنه ١٨٦٧.

(٨٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. آپ کے غلامِ زر خرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی هوگئی. اور اپنے کنبے مین هوئی. یعنی نواب احمـــد بخش خان مرحوم کے حقیقی بهائی کی پوتی سے. اور رجب کا مهینا قرار پایا. اب میرے بڑهاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے هات هے.

نکهون آپ سے تو کس سے کهون   مدعایِ ضروری الاظهار

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. ١٩ اگست سنه ١٨٦٧ ع[٢].

---

(١) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بهادر حیا بن مرزا کریم‌الدین رسا دلی کی شاهزاده اور شاه اصیر کی شاگرد تهی. سنه ١٢١٢ ھ میں پیدا هوی. غدر سنه ٥٧ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی، اور یهین سنه ١٣٠٤ ھ میں نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹهہ دن بعد ٩٤ سال کی عمر میں فوت هوی. انهیں شعر و شطرنج کا بهت شوق تها. اردوی معلی (صفحه ٨٢) سی معلوم هوتا هی که مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچه لکها تها.

(٢) اس عریضه کی لفافه پر سهوآ ٢٩ اگست درج هوگیا هی. نواب خلد آشیان نی ٢٦ ربیع الثانی سنه ١٢٨٤ ھ مطابق ٢٨ اگست سنه ١٨٦٧ ع کو جواباً تحریر فرمایا: «. چونکه مفاوضۂ بهجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف هوا. اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی هوا هی، که آپ خلاصۂ مکنون خاطر محبت مظاهر سی مطلع کیجی. که بمقتضای انضباط روابط مؤانست قدیمه جو بات که ممکن هوگی، وه ظهور میں آئیگی   خاطر جمع رکهئی.»

(٨٧)

آن کیست که جسمِ ملك را جان باشد آن کیست که همسرِ سلیمان باشد
آن کیست که انجمش بفرمان باشد کس نیست، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . عنایت نامه عزِّ ورود لایا . اوس مین یه حکم مندرج پایا ، که حسین علیخان کی شادی کے باب مین « خلاصۂ مکنونِ خاطر » عرض کرون . حکم بجا لاتا هون ، اور عرض کرتا هون .

مجملاً یه که مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین ، اور وه آپ کا غلام . تفصیل یه که میرے پاس نقد ، جنس ، اسباب ، املاك ، اور میرے گھر مین زیورِ زرینه و سیمینه کا نام و نشان نهین . هت اودهار قرض کوئی دیتا نهین . آپ روپیـه عنایت فرمائین ، تا یه کام سر انجـام پائے ، اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم ره جائے .

دوسری بات یه که سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے[1] مهینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا هون . عالم الغیب جانتا هے ، که اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا هوتا هے . بهو کو کهـان سے کھلاؤنگا . حسین علیخـان کی کچھ تنخواه مقرر هوجائے . لیکن توقیعِ تنخواه اوس کے نام جاری نهو . بلکه اوس کی زوجه حُسن جهان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وه تنخواه مقرر هو ، اور اوس کی مُهری رسید سے ملا کرے . زرِ مصرفِ شادی کی مقـدار اور تنخواه کی مقـدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت . زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

---

(١) یهـان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی هے . مین نے سهولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا هے .

نجات کا طالب غالب. ٥ ستمبر سنه ١٨٦٧[١].

(٨٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعــــدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامه عزِّ ورود لایا. الله اکبر! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پہنچایا، که شاھانِ عجم مین سلطان سنجر[٢] نے اور شاھانِ ھند مین شاھجھان[٣] نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی ھوگی. باقر علیخـان[٤] کی شادی نواب

(١) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے تحریر فرمایا تھا: «..... چونکه آن مشفق تعداد مصارف شادی مجوزۂ خود تحریر ننموده اند، لہذا حوالۂ خامۂ محبت نگار میشود، که اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند. بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد. چراکه بمقتضای موانست و اتحاد قدیمه راقم را خوشنودی آن مہربان درامور مناسبه مد نظر است .... المرقوم ١٨ جمادی الاول سنه ١٢٨٤ ھجری مطابق ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٧ع».

(٢) سلطان سنجر بن ملك شاہ سلجوقی سنه ٥١١ ھ (١١١٧ ع) مین بادشاہ ھوا، یه بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاہ تھا. اگرچه آخر مین معرکون مین ناکام رھا، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب ھے. یه علم وھنر اورشعر و سخن کا بھی بڑا قدردان اور مربی تھا. رشید وطواط، اور انوری وغیرہ اسکے درباری شعرا مین شمار ھوتے ھین. اسنے انوری کے کاشانه کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے دو بار شرف بخشا. آخر مین ترکانون کے ھاتھ مین گرفتار ھوگیا تھا. وھان سے بدقت آزاد ھوا، تو ١١ ربیع الثانی سنه ٥٥٢ ھ (١١٥٧ ع) کو دست قضا نے پکڑ لیا.

(٣) شاھجھان ھندوستان کے مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تھا. ٢٩ ربیع الاول سنه ١٠٠٢ ھ (١٥٩٣ع) مین رانی بالمتی دختر راجه اودیسنگه والی جودھپور کے بطن سے پیدا ھوا. ٣٥سال کی عمر مین سنه ١٠٣٧ ھ (١٦٢٧ ع) کو اپنے والد جھانگیر کے انتقال کے بعد مسند حکومت پر قدم رکھا. اور سنه ١٠٦٨ ھ (١٦٥٧ ع) مین اپنے لڑکے عالمگیر اورنگ زیب کے حق مین تاج وتخت ھند سے دست بردار ھوکر آگرہ کے قلعه مین جا بسا. موجودہ دلی اسی کی آباد کی ھوئی ھے. یه بڑا سخی داتا اور شہرۂ آفاق قدردان علم و ھنر بادشاہ گزرا ھے. دلی کی مسجد جامع اور لال قلعه، اور آگرہ کے عدیم النظیر روضه تاج محل کا بانی ھے. اسکی قدردانی اور قدر افزائی کا یه عالم تھا، که مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیه اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کے منه ھیری اورموتیون سے بھر دئے. اس نے آگرہ مین سنه ١٠٧٦ ھ (١٦٦٥ع) کو وفات پائی، اور تاج محل مین اپنی بیوی کے برابر مدفون ھوا.

(٤) باقر علی خان میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی بھانجے نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے تھے. میرزا صاحب کے اپنے بچے نه جئے، تو اونکی بی بی نے عارف کو بیٹا بنا لیا. وہ بڑے لایق اور خوشگو شاعر ھوے. مرزا صاحب کو اون سے دو چند محبت تھی، کیونکه وہ سعادت مند بیٹے ھی نه تھے، (باقی)

ضیاء الدینخان کے هان هوئی. اونهون نے کهانے جوڑے کے دو هزار روپیه دیئے. اور میری زوجه نے پانسو روپیئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا هے. لیکن امیر نهین. نوکری پیشه هے. اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجهے کیا دو. سائل هون. یه رسم نهین که سائل مقدارِ سوال عرض کرے. حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکهدیا هے. دو ڈهائی هزار مین شادی اچّهی هو جائےگی. لیکن یه بهی ساتهه عرض کرتا هے، که میرا حقِ خدمت اتنا نهین که اسقدر مانگ سکون. جو کچهه دوگے، اوس مین شادی کر دونگا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب. معروضهٔ ٢٤ جمادی الاول سنه ١٢٣٨ مطابق ٢٣ سنه ١٨٧٦ فردایِ ورودِ همایون منشور(١).

(٨٩)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. فرمانِ والا مع هنڈویِ تنخواهِ ستمبر سنه ١٨٦٧ عزِّ ورود لایا. سو روپیه(٢) معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

(بقیه) قابل فخر شاگرد بهی تهی. لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی‌بی کی بدقسمتی که وه عین جوانی مین فوت هوگئی. مرزا صاحب نی اونکی دو بچون کو پوتون کی طرح پالا. باقر علی خان جو بڑی تهی، جوان هوکر اپنی والد کی خلف الرشید ثابت هوی. یه شعر کهتی تهی، اور کامل تخلص تها. مرزا صاحب کی ساتهه دونون مرتبه رامپور آئی. جوان هوکر الور مین ملازم هوگئی تهی. اردوی معلی (صفحه ٣٢١ - ٣٢٣) سی معلوم هوتا هی که انکی ایك لڑکی بهی تهی. انهون نی جوانی مین سنه ١٢٩٣ ه (١٨٧٦ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ١٩١).

(١) اس عریضه کی تاریخون مین میرزا صاحب سی سهو هوا هی. در اصل اونهین سنه ١٢٨٤ ه اور ١٨٦٧ ع لکهنا چاهئی تها. اسیطرح انگریزی مهینی کا نام بهی بهول گئی هین. البته لفافه کی تاریخ مین ماه و سنه انگریزی یون لکها هی (٢٣ ستمبر سنه ١٨٦٧). لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ هی «پیش نموده شد. هنوز حکم تحریر جواب صادر نشده. ٢٨ ستمبر سنه ١٨٦٧ ع».

(٢) اسکی اوپر حسابی رقم بهی تحریر هی.

تم سلامت رہو قیامت تک   دولت و عز و جاہ روز افزون
ترحم کا طالب غالب ۔ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۷ ۔

(۹۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ دبدبۂ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکھکر جو مجھ پر گرری، میرا خدا جانتا ہے۔ مگر یہ بڑی بات ہے کہ اوسی ذکر کیساتھ افاقت و رفعِ مرض کی بھی نوید مندرج تھی۔ توقع ہے کہ حضرت ا مفصل حال مرض کے پیدا ہونے کا اور پھر رفع ہونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا ہے۔ میر منشی کو حکم ہوجائے، کہ حضور کی زبانی خط مین مجھے لکھ بھیجین۔

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
غالب ۔ ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۸۶۷[1]۔

(۹۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ ایک قطعہ ۱۵ شعر کا بھجتا ہون۔ حضور ملاحظہ فرمائین۔ مضامین کی طرز نئی۔ مدح کا اندار نیا۔ دعا کا اسلوب نیا۔ زیادہ حدِ ادب[2]۔

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) اس عریضہ کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ « مشفقا ! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شدہ بود۔ وحالا ہم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسہلات در پیش ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۸۶۷ ع »۔

(۲) یہ قطعہ مثل میں موجود نہیں ہے لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایک نوٹ ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوابصاحب نے قطعہ منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تھا میر منشی صاحب کے الفاظ یہ ہیں: « پیش نمودہ شد۔ حضور پر نور بعد ملاحظہ قصیدہ حوالۂ منشی امیر احمد صاحب فرمودند۔ ۹ نومبر سنہ ۱۸۶۷ ع » نوابصاحب نے ۱۸ نومبر سنہ مذکور کو قطعہ کی رسید میں تحریر فرمایا: « معاوضہ عدیم المعاوضہ مع یک قطعہ بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چہرۂ وصول گردید۔ و از ملاحظہ مضامین خوش اسلوب دل بحصول انجامید »۔

نجات کا طالب غالب. ٥ رجب سنه ١٢٨٤ هجری[1].

(۹۲)

حضرت آیۂ رحمت ولیِّ نعمت سلامت[2].

بعدِ تسلیم معروض هے. کل ١٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواه کی هنڈوی پهنچی. وه بهی سعادت منـد منشی سیلچند کے خط مین ملفوف. دیر مین هنڈوی کا پهنچنا یك طرف. حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نهونا میری سیاه بختی کی دلیل هے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ١٧ دسمبر سنه ١٨٦٧.

(۹۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارك سنه ١٢٨٤ هے، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری.

روزِ روزه است و روز ناپیداست غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نهین آتی، ناچار دن رات آگ تاپتا هون، اور هر وقت کانپتا هون.

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین. اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے، اور اس بوڑهے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے، تو اس مهینے مین تیاری هو رهے، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے. اور چونکه اس ماهِ مبارك مین درِ فیض باز، اور سالِ انگریزی کا

(١) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ٣ نومبر سنه ١٨٦٧ تحریر هے.

(٢) یهان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هے.

بھی آغاز ھے ، وہ پچیس[۱] روپئیے مہینا جو زبانِ مبارك سے نکلا ھے ، جنوری سنہ ۱۸٦۸ سے بنامِ حسین علیخان مـــذکور جاری ھوجا ئے ، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

لکھا ھوا یکم رمضان اور بھیجا ھوا دوم رمضان کا . عطا کا طالب غالب[۲] .

(۹٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . منشورِ رافت عزِّ ورود لایا . هنـــڈویِ ملفوفه سے سو روپیه بابت تنخواہِ دسمبر سنه ۱۸٦۷ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

توجّه کا طالب غالب . ۱٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ عیسوی .

(۹٥)

داد و دهشِ تو روز افزون بادا بر دولتِ تو زمانه مفتون بادا

این عید و دوصد هزار عیدِ دیگر بر ذاتِ تو فرخ و همایون بادا

نجات کا طالب غالب . جمعه ۲۸ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ ھجری[۳] .

(۹٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـــدِ تسلیم معروض ھے . منشورِ عطوفت ظہور عزِّ ورود لایا . اور

(۱) میرزا صاحب نے روپیه کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاهر کی ھے .

(۲) اس عریضه کے لفافه پر میرزا صاحب نے نکشده دوم رمضان و ۲۹ دسمبر لکھا ھے . نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنه ٦۸ ع مطابق ۱۰ رمضان ســنه ۱۲۸٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا ھے ، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکره نہین .

(۳) اس قطعه کیساتھ مثل مین کوئی عریضه منسلك نہین . غالباً بلا عریضه ارسال ھوا . لفافه پر انگریزی تاریخ ۲٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ ع تحریر ھے . اس قطعه کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ٥ فروری سنه ۱۸٦۸ ع کو تحریر فرمایا : « قطعۂ مبارکباد عید الفطر نظر افروز و مضامین شرف افزا موصول گشته سار و برگ فرحت و انبساط افزود » .

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸٦۸ حال کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . ۱۳ فروری سنه ۱۸٦۸ .

(۹۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پهنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸٦۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا هون . سبحان الله ! کیا برکت هے اس سو روپئے مین ، که سو آدمی روٹی کهاتے هین ، اور اس فقیر کے بهی سو کام نکلجاتے هین .

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مهینے مین قرار پائی تهی . عطیۂ حضور کے نه پهنچنے کے سبب ملتوی رهی . آج جو ذیقعده کی ۱۵ هے ، ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کے مهینے مین کچه حضرت عطا فرمائینگے ، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا . خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بهی گزرے که غالب جب بهو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کهان سے کهلائیگا . غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائے . حضرت ! کوئی ایسا نهین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رهے ، اور مجهے بار بار لکهتے هوے شرم آتی هے .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸[1] .

---

(۱) عریضه کی لفافه پر دوشنبه ۴ مارچ سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج هے . چونکه اس هی یوم روانگی متعین هوتا تها ، اسلئی یهان نقل کرنا مناسب سمجها گیا .

(۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ منشورِ عطوفت طہور عزِ ورود لایا۔ سو روپیہ کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا۔ اپریل سنہ ۱۸۶۸ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

(دوشنبہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۸)[1]۔

(۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا۔ جب دیکھا کہ کسیطرح جا نہین سکتا، ناچار اپنا نقشا اوتروایا، اور خدمتِ عالی مین روانہ کیا۔ جب تک کہ مین جیتا ہون، تب تک اس صورت سے حاضر رہونگا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب۔ ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۷[2]۔

---

(۱) عریضہ میں کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونوں درج نہیں۔ البتہ لفافہ پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۸ تحریر کیا ہے۔ لیکن یہ درست نہین۔ اولاً اسلئے کہ ڈاکخانہ کی انگریزی مہر میں ۱۱ مئی لکھی گئی ہے۔ ثانیاً اسلئے کہ اس عریضہ میں تنخواہ اپریل کی اطلاع دی ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ اپریل کی تنخواہ اپریل مین نہیں ملتی، مئی میں ملتی ہے۔ اسلئے اسکو ۱۱ ماہ مئی سنہ ۶۸ع کا ہونا چاہئے۔

(۲) میرزا صاحب نے سہواً سنہ ۶۷ع لکھدیا ہے۔ صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۸ع ہے اسلئے کہ اولاً تو ۲ جون سنہ ۶۸ع کے نوشتہ عریضہ میں اسکی رسید طلب کی ہے اور اوس میں اس خط کو "سابق کا عریضہ" لکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونون عریضوں کے درمیان کسی تیسری عریضہ کا فصل نہیں تھا۔ ثانیاً اسی عریضہ کے لفافہ کی نشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ ہے: "تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد۔ ۲ جون سنہ ۱۸۶۸ع"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۶۸ع کا ہے۔ اگر سنہ ۶۷ع کا ہوتا، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتے، اور اوسی وقت سرکار یہ تصویر ملاحظہ فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتے۔

(۱۰۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج چوتھا دن ھے ، کہ توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا ھے . ھنڈویِ ملفوفہ کی رو سے تنخواہِ مئی سنہ ۱۸٦۸ کا سو روپیہ معْرضِ وصول مین آیا ھے . جواب کے جلد نہ لکھنے کی وجہ یہ ھے ، کہ مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ ھوا سے کہ جو لازمۂ موسمِ برسات ھے ، بیکارِ محض ھوگیا ھون . مطلق کچھ لکھ نہین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، کہ جس سے کچھ لکھواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نہین آیا . آج اسوقت ایك صاحب آگئے . اون سے مین نے یہ عریضہ لکھوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضہ کیساتھ مین نے اپنی تصویر حضور مین بھیجی ھے . اوسکی رسید اس نوازشنامہ مین مرقوم نتھی . مجکو یہ اندیشہ ھے ، کہ کہین وہ لفافہ ڈاك مین تلف نہ ھوگیا ھو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی ھوجائے[۱] .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

۱۵ جون سنہ ۱۸٦۸ ع . نجات کا طالب غالب[۲] .

(۱۰۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل منشورِ عطوفت عزِّ صدور لایا . جولائی سنہ ۱۸٦۸ کا سو روپیہ[۳] بذریعۂ ھنڈوی وصول پایا .

---

(۱) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخہ ۷ جولائی سنہ ٦۸ ع مین تحریر فرمایا ھے : « شبیہ آن مشفق وصول شادمانی آوردہ از فرط محبتہا متصور شد » . اس تصویر کے علاوہ میرزا صاحب نے جہان اپنی تصویرین بھیجی تھین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ۲۰ ، ۲۳ ، ۳٤ ، ۱۲٦ ، ۲۳۷ ، ۲٤۷ ملاحظہ ھو .

(۲) اس عریضہ مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکھا ھوا ھے .

(۳) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ھین .

تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین . سو اب پہلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے ، اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر[1] کے خط سے اون خواہشون کے منظور و مقبول ہونے کی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ۶۸ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ہوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی .

با کریمان کارها دشوار نیست

عرضداشتِ ہوا خواہ اسد اللہ . معروضۂ ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۸ .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

(۱۰۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ رافت عزِ ورود لایا . مین نے ہنڈویِ ملفوفہ کے ذریعہ سے بابت تنخواہِ اگست سنہ ۱۸۶۸ سو روپیہ وصول پایا .

نکہون آپ سے تو کس سے کہون مدعایِ ضروری الاظہار

---

(۱) مظفر حسین خان بہادر ابن مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تھی . ان کی والد مسیح الدولہ شاہ اودھ کی طبیب خاص تھی . لیکن سلطنت اودھ کی بساط اولٹجانی کی بعد یہ خاندان بھی ترك وطن پر مجبور ہوا . رامپور اوس زمانہ مین صاحبان علم و ہنر کا ملجا و ماوی تھا . مظفر حسین خان اور انکی بھائی احسان حسین خان نی بھی سنہ ۱۸۶۷ع مین اس دربار دُربار کا قصد کیا . نواب خلد آشیان نی ان دونون کی کما حقہ قدر و منزلت کی . مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نہایت عمدہ ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تھی . نواب صاحب نی اون سی یہ پورا ذخیرہ خرید کر سرکاری خزانۂ کتب مین شامل فرما لیا . ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت ہین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بھی پائی جاتی ہین . خود ان کی اپنی مصنفہ متعدد رسالی بھی کتب خانہ مین موجود ہین . یہ عربی زبان مین لکھی گئی ہین ، اور فلسفہ و حکمت سی متعلق ہین . میرزا غالب سی انکی روابط تھی . اماؤ جب یہ رامپور آئی ہین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تھا . ملاحظہ ہو مکتوب نمبر ۱۱٤ ، مجموعۂ ہذا .

پیر و مرشد! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ہے. زندگی مشکل ہوگئی ہے. بطریقِ «شیئاً للّٰہ» سوالِ مختصر یہ ہے، کہ جو حضرت کے مزاج مین آوے، وہ عطا کیجیے. اور حسین علیخان کے نام جداگانہ تنخواہ مقرر کر دیجیے. لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللّٰہ**. معروضۂ ۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۸.

(۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ کا روپیہ مین نے پایا.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ اسد **اللّٰہ**. ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸۶۸.

(۱۰۴)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا. سو روپیہ[1] بابت تنخواہِ اکتوبر سنہ ۱۸۶۸ از رویِ ہنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا. خدا حضرت کو سلامت رکھے! مجھ سے اپاہج نکمّے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ہو.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ **اسد اللّٰہ**. مورخۂ ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۶۸.

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ہے.

(۱۰۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ کل عریضہ مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنہ ۱۸٦۸ حال ارسال کرچکا ھون۔ آج ناچار از روی اضطرار وافتقار پھر یہ عرضی لکھتا ھون۔

حال میرا تباہ ھوتے ھوتے اب یہ نوبت پہنچی، کہ اب کی تنخواہ مین سے ۵٤[1] روپئے بچے۔ ٦۳[1] روپئے کا چٹھا ماھوار کا سُو سہ‌ماھہ دینا۔ مجملاً آٹھ سو روپئے ھون، تو میری آبرو بچتی ھے۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اوراوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال۔ کبھی نہ کہونگا۔ آٹھ سو روپئے مجکو اور دیجیے۔ شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائے، تو غنیمت ھے۔ برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یہ حال مفصل لکھا ھے۔ وہ عرض کریگا۔ مختصر یہ کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ھاتھ ھے۔ مگر حضور جو عطا فرمانا ھے، جلد ارشاد ھو۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رھو قیامت تك   ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عرضداشتِ گدای یك در اسد اللهِ مضطر۔ ١٦ نومبر سنہ ١٨٦٨۔

(۱۰٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ بہت دن ھوئے، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ھے، اور مقدارِ قرض پوچھی ھے۔ سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ھو جایگا۔ اس تحریر سے

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقوم لکھی تھین۔ مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اونکو الفاظ مین لکھدیا ھے۔

یاد دهی منظور ہے . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

آرام کا طالب غالب . صبحِ پنجشنبه ١٧ دسمبر سنه ١٨٦٨[١] .

(١٠٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . عنایت نامه اوراوس مین تنخواہِ دسمبر سنه ١٨٦٨ کی هنڈوی ملفوف پہنچی . جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا . حضور قرضخواهون نے بہت عاجز کر رکھا ہے . بس میرا یہی کام ہے کہ یاد دلادون آگے حضرت مالك هین .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

عرضداشتِ غالبِ گدیه خواہ . مرقومۂ روزِ یکشنبه اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس سنه ١٢٨٥ ھ[٢] .

---

(١) اس عریضه کے لفافه پر ١٥ دسمبر سنه ١٨٦٨ درج هے اور لفافه کی پشت پر نوٹ هے : « پیش نموده شد حکم صادر نشد . ٢٠ دسمبر سنه ١٨٦٨ ع » .

(٢) لفافه پر « دهم جنوری سنه ١٨٦٩ » تحریر هے . یه میرزا صاحب کی آخری تحریر هے . حسین علی خان کے عریضه سے معلوم هوتا هے که جنوری کی تنخواہ ١٥ فروری کو میرزا صاحب کے انتقال سے ایك گهنٹه قبل پہنچی تهی ، اسلئے اوسکی رسید اپنے قلم سے نه لکهہ سکے . سویم کے روز حسین علی خان نے سرکار کو میرزا صاحب کے انتقال کی اطلاع دیتے هوے لکها : « بتاریخ ١٥ فروری سنه حال مطابق ٢ ذیقعده روز دوشنبه وقت ظهر جناب دادا جانصاحب قبله نواب اسد الله خان غالب عرف مرزا نوشه صاحب نے اس جهان فانی سے رحلت کی . فدوی کچهہ عرض نهین کرسکتا که کسقدر رنج والم اس سانحۂ جانگزا و جگر خراش سے لاحق هوا هے . اور نیز جناب دادی صاحبه معظمه کا حال اس رنج سے عالم پیری مین ایسا هوگیا هے که گذارش نهین کیا جاسکتا هے . حضور کا نوازشنامه مع هنڈوی یکصد روپیه بابت تنخواہ جنوری سنه ٦٩ ع کے ١٥ فروری کو ایك گهنٹه پہلے انتقال دادا جانصاحب سے شرف صدور لایا تها . رسید هنڈوی واسطے اطلاع حضور کے عرض کیگئی » .

«بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہرِ لطف و کرم
نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف
کلن میان سلّمه الله تعالی مقبول باد»(۱)

(صاحبزاده سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کلن میان ولد صاحبزاده سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبدالله خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ، نواب فردوس مکان کی همجد تھی . دلی مین پیدا هوی ، اور وهین نشو و نما پائی . اپنی دادا نواب سید عبدالله خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانه مین اونکی ساتھ رهی . نواب فردوس مکان کی عهد مین رامپور آئی ، اور یہان سی کسی بات پر ناراض هوکر جیپور چلی گئی . اور وهین توطن اختیار کرلیا . امیر مینائی نی انتخاب یادگار (ص ۲۱۲) مین انکی متعلق لکھا هی :

«عابد . صاحبزاده محمد زین العابدین خان عرف کلن خان ولد صاحبزاده محمد اصغر علیخان اصغر ..... بیالیس برس کا سن هی . تلمذ کسی سی نہین . بطور خود کہتی هین . یه اونکا کلام هی :

تھا جو اوڑنا هی هوش کو میری — بوی گیسوی عنبرین هوتا
تھا نه کھلنا جو عقدهٔ دلکو — کاش ابرو کی تیری چین هوتا»

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی . اسلئی یه میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وه انھین اپنا فرزند خیال کرتی تھی . لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش هوگئی تھی ، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا . صاحبزاده سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور مین دسمبر سنه ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا .)

(۱۰۸)

بنـــده پرور !

مہربانی نامه پہنچا . مین تو سمجھا تھا ، آپ مجکو بھول گئے . بارے یاد کیا . جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاه هین . مین اگر رامپور نه آؤنگا تو کہان جاؤنگا . یه جو آپ کہتے هین که تجکو آنے مین تردد کیا هے ، تردد کچھ نہین ، توقف هے . وجه توقف کی یه که مین

(۱) یه عبارت میرزا صاحب نی لفافه پر لکھی تھی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی .

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی . وھان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وہ درخواست حواله ھوئی . صاحب کمشنرِ دھلی نے صاحب کلکٹرِ شہر سے کیفیّت طلب کی ھے . پس اگر وہ کیفیّت پنسن کی ھے . تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رھا نہ رھے . ریئو بوڑد[1] کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگرہ، اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیّت سے خالی نہین ھین . اور اگر میری کیفیّت مطلوب ھے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ھونا فساد سے از روی دفترِ قلعه و اظہارِ مُخبرین ظاھر ھے . بہر حال صاحب کمشنرِ شہر کیفیّت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے ھین . دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظۂ کیفیّت کیا حکم دین . مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا . هان بعد ملنے حکم کے، خواهی دلخواہ هو خواهی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا . مگر حیران ھون، کہ جب تك یہان رھون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد ھو تو رامپور کسطرح پہنچون . کیا خوب ھو کہ تم یہ رقعه اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھواکر اس مدعای خاص کا جواب، جو وہ فرمائین، مجکو لکھ بھیجو . لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھے، جو اس بات کا جواب لکھوگے . زیادہ اس سے کیا لکھون . از غالب . نگاشتۂ و روان داشتۂ پنجشنبه ۲۵ مارچ ۱۸۵۸ع . ضروری جواب طلب[2] .

---

(۱) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا ھے . لیکن صحیح « بورڈ» ھے .

(۲) خط کے لفافه سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے ۲۴ تاریخ کو اسی لکھ لیا تھا، اور یہ ارادہ تھا، کہ ۲۵ کو پوسٹ کرائینگے، اسلئے ۲۵ مارچ تاریخ لکھدی تھی . لیکن بعد ازان از راہ عجلت ۲۴ ھی کو ڈاك مین ڈلوا دیا . اصل عبارت یہ ھے : « در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف وکرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کان میان سلمه الله تعالی مقبول باد . از غالب یکرنگ . بیرنگ . مرسلۂ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸ . ضروری . جواب طلب و شتاب طلب . چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ۲۴ مارچ فرستاده شد » .

(۱۰۹)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم اللہ تعالےٰ ۔

بعدِ سلامِ مسنون مشہودِ خاطرِ عاطر ہو ۔ سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتای روزمرہ کا آیا تھا ۔ اوسکا جواب جو مجھے معلوم تھا لکھ بھیجا ۔ اب جو دوسرا خط آیا ، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بھیجے ہین ۔ آپ کو معلوم رہے کہ مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبلہ کا نوکر ہون ، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین ہین ۔ پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نہین لا سکتا ۔ نا چار کاغذِ اشعار مسترد بھیجتا ہون ۔ یہ امر یقین ہے کہ موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نہو گا ۔ بندگی بیچارگی ۔ زیادہ اس سے کیا لکھون ، کہ مدعایِ ضروری الاظہار اسیقدر تھا ۔ والسلام ۔ راقم اسد اللہ خان غالب ۔ ١٤ مارچ سنہ ١٨٦٥[1] ۔

ن العابدینخان کی خط کیلئے خط نمبر ۱۱۲ کا حاشیہ ملاحظہ ہو ۔

«بمطالعهٔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمه‌الله تعالی مفتوح باد»(۱)

(منشی سیلچند راجه کنورسین کی اولاد مین هین. کنورسین قوم کی کایستهه اور نواب سید علی محمد خان بهادر فاتح روهیلکهنڈ کی معتمد سردار تهی. قلعهٔ سرهند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی همرکاب.خدمات شایسته انجام دیکر بادشاه دهلی کی دربار سی راجه کا خطاب حاصل کیا. روهیله سلطنت کی ٹکڑی هوی، اور نواب سید فیض‌الله خانصاحب بهادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطه مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روهیله‌کیساتهه منشی صاحب کا خاندان بهی تها.
منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نهوسکا. البته ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تهی. اس حساب سی سنه ولادت ۱۸۱۳ ع قرار پاتا هی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بهادر کی عهد حکومت مین بعهدهٔ ناظر نظامت هوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر هوی. ۱۸٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمهٔ عالیهٔ دار الانشا مین بدلدیی گئی. غدر سنه ۱۸۵۷ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراهمی رسد وغیره کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بهادر سی بصلهٔ خدمات دربار فتحگڑه مین دوشاله انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بهی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایك تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بهی انکی بهت قدر و منزلت فرمائی. بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کر کی ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.
منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاه حاصل تهی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تها. شعر بهی کهتی تهی. اور منشی تخلص کرتی تهی.)

(۱۱۰)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمه الله تعالی.

بعد دعای دوام حیات و ترقیِ درجات معلوم فرمائین. اگرچه از روی خطوطِ حضور، صحت و عافیتِ حضور معلوم هوئی هے، لیکن یه کهین سے نہین سنا، که غسلِ صحت کیا، یا کسدن کرینگے. آپ سے یه فقیر کا سوال هے،

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع کی لفافه پر لکهی تهی. مین نی یهان تبرکاً نقل کردی هی.

کہ مجکو لکھئیے، کہ حضرت غسل کسدن فرمائین گے. اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے ہون، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجیے. خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤[1].

(۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادۂ تاریخِ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد ہوتے ہین. پھر کیا حضور سالِ آیندہ غسلِ صحت فرمائین گے؟ یہ تو جنوری سال ۱۸٦٥ ہین. اس تاریخ کا قطعہ کیونکر لکھون[2]؟

یہ جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے، منشا اسکا یہ ہے، کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے، اور اونھون نے کہا، کہ نواب صاحب جمعہ کے دن ساتوین تاریخِ شعبان کو نہائین گے. اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا، کہ ماہِ آیندہ یعنی رجب[3] مین نہائین گے. خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا. اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نے بموجب

---

(۱) یہ خط نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی تاریخ کی متعلق لکھا گیا تھا.

(۲) منشی صاحب نی میرزا غالب کی مکتوب مورخہ ۲۵ دسمبر سنہ ٦٤ع کی جواب مین جو خط تحریر کیا تھا، اوس مین ذکر ماہ جشن کی بعد درخواست کی تھی کہ «ایك مادہ تاریخ کا فدوی نی نکالا ہی. سو عرض کرتا ہون. امیدوار ہون، کہ اوسکی دو شعر موزون فرما کر عنایت نامۂ موسومہ فدوی کی مین عنایت فرمائیے. بیت: کاٹکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت ہی». اس شعر کا مصرع ثانی مادۂ تاریخ ہی. چونکہ اسکی اعداد ۱۸٦٦ ہوتی ہین، اسلئی ایك عدد کا تخرجہ کیا گیا ہی. فقرہ (کاٹکر سراعدا) بتاتا ہی، کہ اگر سراعدا یعنی حرف الف کی عدد کو، جو «ایك» ہی، مادہ مین سی کم کر دیا جائی تو اعداد مطلوبہ ۱۸٦٥ حاصل ہوجائین گی. چونکہ یہ قاعدۂ تاریخ گوئی کی عین مطابق ہو اسلئی تعجب ہوتا ہی. کہ میرزا صاحب نی اسپر کیون اعتراض کیا.

(۳) میرزا صاحب نی سہواً ماہ آیندہ کو رجب لکھدیا ہی. فی الواقع ماہ آیندہ رمضان تھا. اسلئی کہ خط نمبر (۳۹) سی معلوم ہوتا ہی کہ اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تھی. لہذا ۱۹ جنوری کو، جو تاریخ تحریر خط ہی، ۱۹ یا ۲۰ شعبان ہوگی. اور شعبان کی بعد رمضان آتا ہو. رجب نہین آتا.

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ھے[۱]. غالب ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵.

(۱۱۲)

منشی صاحب! عجب اتفاق ھے، کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ھوا ھے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، کہ کیا عارضہ باقی ھے، اور صورت کیا ھے؟ دربار بدستور ھوتا ھے یا نہین؟ سوار ھوتے ھین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسودہ اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ھون. پڑھ لو. بلکہ اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو[۲]. والدعا. اسد اللہ خان غالب. ١٤ مارچ سنہ ۱۸٦۵.

(۱۱۳)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یہ خط[۳] مین نے ایك شبانہ روز کی فکر مین حضور کو لکھا ھے. مگر مسودہ جو ھر بار کچھ کا کچھ ھوتا رھا، اس سبب سے

---

(۱) اشعار تہنیت کیلئے عریضہ نمبر ۳٦ کا حاشیہ ملاحظہ ھو.

(۲) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ھی: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعۂ خوبیہای بیکران سلمہ اللہ تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباھجت مشحون، یہ چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ھون، کہ نگاہ گوھر سنج سی ملاحظہ کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافر الفاظ، وابتذال مضامین، جس جگہ واقع ھو مطلع فرمائیے. فقط. امر مستفسرۂ سابق مین صدور مہربانی نامۂ نامی نی خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ھو بعید ارتباط دیرینہ سی نہوگا. زیادہ شوق و بس. فقط. نگاشتۂ دھم مارچ سنہ ۱۸٦۵ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئے مکتوب نمبر ۱۰۹ ملاحظہ ھو.

(۳) عریضہ نمبر ٤۲ مراد ھی.

میرے پاس نہین رہا. اور خدا کی قسم! کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون. یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے. اور اس تحریر کو مجموعۂ نثرمین رکھا چاهتا ہون. آپ اس کی نقل کرکے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا. بڑا احسان مجھ پر ہوگا[1].

اسد اللہ.

(۱۱٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچیے[2]. کیون صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمہارا یہ حال کہ مراسمِ فرزندی بجا نہین لاتے. خط لکھنا تم نے یك قلم موقوف کردیا. اور بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین ہے. نہ طاقت باقی ہے، نہ حواس درست ہین[3]. آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ہوئین مجھ سے. لکھا کچھ چاهتا ہون، لکھ کچھ جاتا ہون. بس اب تو یہ نوبت پہنچی ہے[2]، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا. اس خط کا (جواب)[4] مجکو جلد لکھو. اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)[5] جو لکھنو سے آئے ہین،

---

(۱) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین. اغلب یہ ہی، کہ یہان سے نقل روانا نہین کیگئی.

(۲) کاتب نے دونون جگہ «پونچی» لکھا ہی. لیکن میرزا صاحب نے اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سے «پہنچی» بنادیا ہی، اسلئے مین نے متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا.

(۳) حواس کا املا کاتب نے ہای ہوز سے لکھا تھا. مرزا صاحب نے اوسکو قلمزد کرکے حای حطی سے لکھا ہی.

(٤) میرزا صاحب کے خط مین یہ لفظ موجود نہین ہی. لیکن سیاق چاهتا تھا اس لئے مین نے اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکے بریکٹ مین اضافہ کردیا ہی.

(٥) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودھ کے صاحبزادی تھے. الحاق اودھ کے بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ہونا شروع ہوئے، تو ان مین سے اکثر اصحاب نے دربار رامپور کے دامن الطاف وکرم مین پناہ لی. یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦٧ع مین یہان آگئے. نواب خلد آشیان نے انکے شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنے مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی. احسان حسین خان بہادر نے جمعہ کے دن ٥ رجب سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا. مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلے گئے تھے، اور تیرھوین صدی کے آخر تك بقید حیات تھے.

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماهـه مقرر هوا هے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ هے؟ دربار مین جو آتے هین، تو بیٹھتے کہان هـین[1]؟ (اس خط کے جواب کا طالب . غالب . ۱۱ جون)[2].

(۱۱۵)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم ہو، کہ اگلے مہینے یعنی اگست سنہ ۱۸٦۸ (کی)[3] تنخواہ کی ہنڈوی جو تم نے بھیجی تھی، اوسکا روپیہ ابتک نہین پٹا. مین تو جس دن ہنڈوی آتی ہے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے ہات، کہ وہ بھی مہاجن ہے، بیچ ڈالتا ہون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے ہان ہنڈوی آئی ہے، (اوسنے) روپیہ ابتک نہین دیا. ۸ ستمبر کو وہ ہنڈوی بیچکر روپیہ مین نے لے لیا تھا، اور آج ۱۸ ہے. مختارکار کو روپیہ اوسنے ابتک نہین دیا. جس سے تم نے ہنڈوی لکھوائی ہے، اوسکو تم تاکید کرو کہ (یہان کے مہاجن کو روپیہ دینے کی تاکید لکھے تاکہ)[4] مختار کار کا روپیہ پٹ جاوے (مہر غالب ۱۲۷۸)[5].

---

(۱) اصل خط مین (ہی) بصیغۂ مفرد تحریر ہی. لیکن اصول زبان کی رو سی (ہین) بصیغۂ جمع ہونا چاہئی. مین نی یہ خیال کرکی کہ اسپر میرزا صاحب کی نظر نہین پڑی. متن مین (ہین) لکھدیا ہی.

(۲) خط کی لفافہ پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر ہی: «خط در جواب نوشتہ شد. ١٦ صفر سنہ ١٢٨٤ ھ مطابق ٢٠ جون سنہ ١٨٦٧ ع». اس سی معلوم ہوتا ہی کہ میرزا صاحب کی خط کی پوری تاریخ ١١ جون سنہ ١٨٦٧ ع ہی.

(۳) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نی بریکٹ مین اسلئی اضافہ کردیا ہی، کہ جملہ بامحاورہ ہوجائی.

(٤) یہ عریضہ بھی میرزا صاحب کی اپنی قلم کا نوشتہ نہین ہی. البتہ جو عبارت بریکٹ مین درج ہی، وہ اونہون نی خود لکھی ہی.

(٥) اس خط کی لفافہ پر ١٨ ستمبر سنہ ١٨٦٨ تاریخ درج ہی.

بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰۵ ع) مین پیدا هوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑهین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شهر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نهو نی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان هی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی . رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتهی هوتا هی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراهما کی استادی کا بهی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ھ مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلة آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات هوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالا یه دوشعر پیش کیی :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ، همره مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که یك نفس گوشی بدل درد پرور اندازد

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رهی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آکر گفتگو کرینگی . معلوم هوتا هی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسلئی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرۂ کاملان رامپور (ص ٢٤) مین اختلافی شعر یه لکها هی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی هی که مذکورۂ بالا دو شعرون کی ساتهه یه بهی معرض بحث مین آیا هوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

(۱۱۶)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین بعدِ سلامِ مسنون‌الاسلام عرض یه هے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رها . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا هون . سنینِ فارسیه کا حال بسبیلِ اجمال ایك دو ورقه پر مندرج هے .

بنظرِ اصلاح مشاهده هو[1].

بعـــد اوسکے میری یه عرض هے، که هر چنـد «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی هین. اور وه انجامِ لیل اور آغازِ نهار هے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تك مستعمل هے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگهی» کهتے هین. اور مرغانِ خوش آواز، که بلبل بهی اون مین هے، اکثر پهر سوا پهر رات سے بولتے هین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا هم آواز هونا محلِ اعتراض نهین هے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساته اگر شعرای هند کے کلام مین آیا هوتا، تو هم اوسکی سند اهلِ زبان کے کلام سے ڈهونڈهتے. جب وه خود عرفی[2] نے لکها هے، تو هم سند اور کهان سے لائین؟ قواعـدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام هے. جب هم انهین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعده کهان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجیے. اسکو ملاحظه کیجیے، که عرفی اکبر شاه[3] کے عهد مین تها.

---

(۱) میرزا صاحب کا یه خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسۂ عالیۂ رامپور سی مبلغ ۲۵ روپیه مین خریدا گیا تها. فقیر عرشی کا خیـال تها که سنین فارسی کی کیفیت پر مشتمل دو ورقه بهی موصوف الذکر بزرگ کی پاس هوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نهوسکا.

(۲) خواجه جمال الدین محمد عرفی ابن خواجه زین الدین علی شیرازی عهد اکبری کا ممتاز اور بلند پایه فارسی شاعر شمار کیا جاتا هی. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخانان کا مصاحب اور مداح تهـا. اپنی موخر الذکر ممدوح کی توسط سی شاهزادۂ سلیم کا اتالیق مقرر هوا. سنه ۹۹۹ ه مین خانخانان کی ساته ٹهٹهـه (سندھ) کی مهم مین شریك هونی کی اراده سی روانا هوا. لیکن شوال سنۂ مذکوره (اگست سنه ۱۵۹۱ ع) کو ۳۶ سـال کی مختصر عمر مین بمقـام لاهور فوت هوگیـا. اسکی کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور اولوالعزمی اپنی تمام معاصرین سی زائد هی. اگر دست قضا سی کچه عرصه اور بچگیا هوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نهونی کی سبب کلام مین پائی جاتی هین، هماری فارسی ادیبون کوکبهی نظر نآتین. تاهم ایران کی جو شاعر هندوستان چلی آئی تهی اون مین سی یه نصیب نیك عرفی هی کی حصه مین آیا، که اوسکی زندگی مین اسکا کلام شیراز مین پڑها جاتا تها.

(۳) جلال الدین اکبر ابن نصیرالدین همایون ابن ظهیرالدین بابر، سلطنت مغلیه کا تیسرا روشن چراغ تها. امرکوٹ (سندھ) مین سنه ۹۴۹ ه (۱۵۴۲ ع) کو پیدا هوا. ابهی تیرا سال نو ماه کی عمر تهی که باپ کا سایه سر سی اوٹهگیا. بیرم خان خانخانان نی اسی بادشاه بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باق)

اور اوس عہد مین قطعِ نظر اور اهلِ کمال سے ابو الفضل[۱] اور فیضی[۲] یه دونو شخص کیسے فاضل تھے. اور پھر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح[۳] اسکا وه پایه علم مین تھا، که فیضی اور ابوالفضل کو بھی خیال مین نه لاتا تھا. اگر یه دونو شعر عرفی کے غلط ہوتے، تو یه تینون آدمی اوسکی دھجّیان اوڑا ڈالتے. حال آنکه فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تھے. پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا ہے؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وه سند ہے. ہمارے واسطے وه ایك قاعدۂ محکم ہے. وه مطاع ہے، اور ہم اوسکے مقلد اور مطیع ہین. غالب.

(بقیه) سی کام شروع کردیا. لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بہت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنے کاندھون پر اوٹھا لیا، اور سلطنت مغلیه کی حدود کو گجرات، بنگال، کشمیر اور سندھ تك وسیع کردیا. فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تھا. یه بہت معمولی پڑھا لکھا تھا. لیکن ایك دانشمند بادشاه کیطرح دربار کو اوسوقت کی ممتاز اهل علم سی مزین رکھتا، اور اونکو علمی مباحثون مین شریك ہوتا رهتا تھا. جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا ہوگئی تھی. اس کی دربار کی نو رتن ابتك مشہور هین. اسکا سب سی اهم کارنامه دین الهی کی ترویج هی. یه مذهب سیاست ملکی مین بہت معاون ثابت ہوا. چنانچه هندوستان کی پر شور فضا اسی مذهب کی بدولت جنت نشان بنی تھی. اکبر نی جمادی الآخره سنه ۱۰۱٤ ھ (۱٦۰۵ ع) کو ٦۵ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کہا هی.

(۱) ابوالفضل، شیخ مبارك کا بیٹا، اور فیضی کا بھائی هی. یه سنه ۹۵۸ ھ (۱۵۵۱ ع) مین پیدا ہوا. سنه ۱۹ اکبر شاهی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بہت تھوڑی عرصه مین وزارت کی درجه تك جا پہنچا. اسکو ربیع الاول سنه ۱۰۱۱ ھ (۱٦۰۲ ع) مین شاهزادۂ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماه کی عمر مین شہید کردیا گیا. یه بڑا مدبر اور زبردست ادیب تھا. آئین اکبری، اکبرنامه، اور مکاتبات علامی تصنیفات هین. شعر بھی کہتا اور علامی تخلص کرتا تھا. یه اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا هی. اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمه ہوا تھا که اوس نی کئی وقت کھانا نه کھایا، اور بار بار کہتا تھا که اگر شیخو بابا مجھی قتل کرادیتا تو اس سی بہتر تھا.

(۲) فیضی، شیخ مبارك کا بڑا بیٹا، اور اکبری دربار کا ملك اشعرا تھا. حکمت، فلسفه، ریاضیات، تاریخ، اور سنسکرت کا عالم تھا. سواطع الالہام، اور مواردالکلم، عربی مین، اور کلیات نظم، اور خمسه، فارسی مین اسکی مشہور تصانیفات هین. یه ۱۰ صفر سنه ۱۰۰٤ ھ (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت ہوا.

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عہد کا بہت بڑا فاضل تھا. یه اپنی علمی وجاهت وعظمت کی سبب بادشاه کی دربار مین ممتاز درجه کا مالك اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تھا. اسنی سنه ۹۹۷ ھ (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی.

بنام مولوی محمد حسن خان مالکِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایک شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی. انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی ہمراہ افغانستان سی تشریف لائی، اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی. مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا. اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ۱۸۵۶ع مین «مطبع حسنی» قائم کیا. بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ۱۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع کو اخبار «دبدبۂ سکندری» کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ۷٤ سال پوری کرچکا ہی، اور ہنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت ہند و رامپور پر قائم ہی. سنہ ۱۸۷۷ع کی دربار قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انھین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بنا کر بھیجا. نواب خلد آشیان نی ایام ولیعہدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عہد حکومت مین متعدد اہم سفارتی خدمات تفویض فرمائین. انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا. مولویصاحب نی ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱٤ھ (۱۸۹٦ع) کو ۹۰ سال کی عمر مین انتقال فرمایا. آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ «دبدبۂ سکندری» کو بھی ایڈٹ کیا. لیکن سنہ ۱۹۰۳ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردیئی، جو آجتك اسی انجام دیرہی ہین. موخرالذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا ہی: «اخبار دبدبۂ سکندری کی ہندوستان بھر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت ہی کہ ۷٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹ نی کبھی اسکی ایک حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبھی ضمانت طلب ہوئی، نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا».)

(۱۱۷)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب[۱] کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچیے. آج بھی آپکا ایك خط آیا. کئی اخبار آپکے پھیرے، کئی خط آپکے پھیرے، اور آپ اخبار بھیجیے جاتے ہین. الہی! آپکا خط خط تھا، یا کوئی جھوٹ کی پوٹ. بیشتر مجذوبون کی سی بڑ. اور جو کچھ سمجھ

(۱) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکھا ہی. یہ سہو ہی. صحیح نام محمد حسن خان ہی.

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یه غلطِ محض ھے که مطبع حضور کا ھے، اور تم مہتمم ھو حضور کیطرف سے. الله! الله! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحه کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ھو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلب علیخان بہادر کے نام (کے)[1] آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ھو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے که اگر یه اخبار حضور کی طرف سے ھے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ھوگی. هندستانی علمداری[2] مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ هند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا هر اخبار مین ایك مرثیه لکھتے ھو. اس سے یه معلوم ھوا که تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ھو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ھو تم، تو آخر رعیت تو ھو. یه کیا ھے که اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ھو، کبھی صفحه پر کبھی حاشیه پر؟ هم نے ان باتون سے بیزار ھوکر تمھارا اخبار موقوف کیا ھے، اور اب پھر تمھین لکھتے ھین، که دوھائی خدا کی! مین یکم جنوری سنه ۱۸٦۸ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ھون. نه بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نه بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر غالب ۱۲۷۸)[3]. (۲۵ فروری سنه ۱۸٦۸ ع).

---

(۱) یه لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کے حسب اقتضا بڑھا دیا ھے.

(۲) یه خط میرزا صاحب کے قلم کا نوشته نہین ھے، اسلئے ممکن ھے که کاتب نے سہواً «عملداری» کی بجای «علمداری» لکھدیا ھو.

(۳) خط کے آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافه کی تاریخ لکھدی ھے. لفافه کی پشت پر نوٹ ھے: «بموجب خط هذا بعد استدراك از مرزا نوشه صاحب مبلغ دو روپیه هشت آنه بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالۂ لاله تھاںدی‌رام محافظ دفتر نموده شده». تمت بالخیر. والحمد لله اولاً وآخراً.

۱ — فہرست اشخاص و قبائل

(ان فہرستون مین جلی ہندسے متن کیطرف اور خفی ہندسے حاشیہ کی طرف اشارہ کرتے ہین ، اور حاشیہ سے فٹ نوٹس اور وہ تحریرین مراد ہین، جو مکتوب الیہم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی ہین .)

٢ — فہرست مقامات

۳ – فہرست کتب و اخبارات

تصحیح و استدراك

(پروف کی تصحیح مین انتہائی احتیاط کے باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان رہ گئین تھین ، نیز مکاتیب کی طباعت کے بعد کچھ نئی چیزین بھی معلوم ہوئین ، اسلئے مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براہ کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائے ، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافہ کرلیجائین ، تاکہ کتاب پڑھتے وقت کوئی غلط فہمی پیدا نہو .)

ص ۱۲ ، سطر ۱ و ٤ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ایضاً ، حاشیہ نمبر ٤ ، سطر ٥ — اضافہ کیجیے « (اردوی معلی ، ص ۱٦۳) » .

ص ۱٤ ، حاشیہ نمبر ۳ ، سطر ٤ — « بھائی کی حویلی » بجائے « بہائی کی حویلی » .

ص ۱٦ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۸ — « سنہ ۱۸٥۸ ع » بجائے « سنہ ۱۸۸۸ ع » .

ص ۱۷ ، حاشیہ نمبر ۲ ، سطر ٤ — « داروغہ تھی اور سو روپیہ » بجائے « داروغہ تھے سو روپیہ » .

ص ۱۹ ، سطر ٦ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ص ۲۱ ، حاشیہ ، سطر ٦ — « یہان » بجائے « بہان » .

ص ۲۲ ، حاشیہ نمبر ۳ ، سطر ۹ — « تر » بجائے « ر » .

ایضاً ، حاشیہ ، نمبر ٥ ، سطر ٤ — « ممالك مغربی و شمالی کے گورنر » بجائے « پنجاب کے گورنر » .

ص ۲٤ ، حاشیہ ، سطر ۲٤ — « دعائی » بجائے « دعای » .

ص ۲٦ ، حاشیہ ، سطر ٥ — « کی » بجائے « کیلئے » .

ایضاً ، حاشیہ ، سطر ۸ — « جا » بجائے « جاجا » .

ص ۲۷ ، سطر ۱٤ — « نوازشنامہ » بجائے « لوازشنامہ » .

ص ۲۹ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۱٥ — « کیا » بجائے « کبا » .

ایضاً ، حاشیہ ، سطر ۱۷ — « دیدہ‌ور » بجائے « دیدور » .

ص ۳۷ ، حاشیہ ، سطر ۱ و ۱٥ — « مارچ » بجائے « فروری » . (یہ اردوی معلی کے مطبوعہ ایڈیشن کی غلطی ھی) .

ص ٤۰ ، سطر ۲ — « ھزار » بجائے « ھزاز » .

ایضاً ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۱ — « مرزا » بجائے « مرز » .

ص ٤۱ ، سطر ۱۰ — « ٹھہرتا » بجائے « ٹھرتا » .

ص ٤٤ ، سطر ۱٥ — « ناتوانان » بجائے « ناتوان » .

ص ٤۹ ، سطر ۱۳ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٥۰ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۱۹ — « آمر » بجائے « امر » .

ص ٥۹ ، سطر ۹ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٦۰ ، سطر ۱ — « دستاری » بجائے « دسناری » .

ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ۲ ، سطر ۹ — اضافہ کیجیے « سعید الدین خانصاحب نے ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۳ ھ مطابق ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۸٦ ع اور ۸ جمادی الاولی سنہ مذکور مطابق ۱۳ فروری سنہ مذکور کے درمیان انتقال کیا . »

ص ٦٦ ، حاشيه نمبر ٣ — «کچھ معلوم نهوسکا» کی بجائی «اونکی صاحبزاده مولوی محمد نجم الحسن خان کی مکتوب مورخهٔ ٢٦ اپریل سنه ١٨٧٨ ع سی معلوم هوتا هی که صدر الصدور صاحب بانس بریلی کی باشندی تهی ، اور خط لکھنی سی پانچ سال قبل ، تقریباً سنه ١٨٧٣ ع مین ، انتقال کرگئی . صدر الصدور صاحب کی برادر خورد مولوی حامد حسن خان بهی صدر الصدور تهی . یه فروری سنه ١٨٧٨ ع مین فوت هوی» .

ص ٦٩ ، حاشیه ، سطر ٥ — «کی» بجائی «کو» .

ص ٧٥ ، حاشیه ، سطر ٤ — «١١٠» بجائی «١٠٩» .

ص ٧٨ ، حاشیه ، سطر ٢ — «١٢٢١ ھ» بجائی «١٢٤٨ ھ» .

ص ٨٠ ، سطر ١٨ — «لکھتے» بجائے «لھکتے» .

ص ٩٥ ، حاشیه نمبر ١ ، سطر ٢ — «رجب سنه ١٢٧٢ ھ (١٨٥٥ ع) مین» بجائی «غدر سنه ٥٧ ع سی قبل» .

ص ٩٩ ، خط ٩١ — (مکاتیب کی ترتیب کی وقت قطعهٔ آینده کی متعلق صرف اسقدر معلوم هوسکا تها ، که نواب خلد آشیان نی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی حواله کردیا . لیکن حسن اتفاق سی کتاب کی طباعت ختم نهونی تهی ، که منشی عتیق الرحمن خان کلیم رامپوری نی قطعهٔ مذکور پیش کیا اور بتایا که مین نی امیر مینائی مرحوم کی پوتون سی حال مین پرانی ردی خریدی هی ، اوس مین سی یه قطعه دستیاب هوا هی . حقیر عرشی نی اسی گنج باد آورد شمار کرتی هوی سر دست آخر مین شامل کردینا مناسب خیال کیا . انشاءالله آینده اشاعت مین اپنی مقام پر درج کیا جائیگا .)

(قطـــعه)

هنـد مین اهلِ تسنن کی هین دو سلطنتین
حیدرآبادِ دکن ، رشكِ گلستانِ ارم
رامپور اهل نظر کی هے نظر مین وه شهر
که جهان هشت بهشت آکے هوئی هین باهم
حیدرآباد بهت دور هے . اس ملك کے لوگ
اوسطرف کو نهین جاتے هین . جو جاتے هین تو کم
رامپور آج هے وه بقعهٔ معمور ، که هے
مرجـع و مجمـعِ اشرافِ نژادِ آدم
رامپور ایك بڑا باغ هے از روىِ مثال
دلکش و تازه و شاداب و وسیع و خوّرم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین[1] برسین
ھے اوسی طور پہ یان دجلہ فشان دستِ کرم
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شہوار ھین، جو گرتے ھین قطرے پیہم
صبحدم باغ مین آجائے جسے ھو نہ یقین
سبزہ و برگِ گل و لالہ پہ دیکھے شبنم
حَبَّذا باغِ ھمایونِ تقـدس آثار
کہ جہان چرنے کو آتے ھین غزالانِ حرم
مسلکِ شرع کے ھین راھرو و راہ شناس
خضر بھی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم
مدح کے بعد دعا چاھیے اور اھلِ سخن
اسکو کرتے ھین بہت بڑھکے بہ اغراق رقم
حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب ھو موجود
ملك و گنجینہ و خیل و سپہ و کوس و علم
ھم نہ تبلیغ کے مایل نہ غلو کے قایل
دو دعائین ھین کہ وہ دیتے ھین نواب کو ھم
یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وہ چیزین کہ طلبگار ھے جنکا عالم
اولاً عمـرِ طبیعی بہ دوامِ اقبـال
ثانیـاً دولتِ دیدارِ شہنشـاہِ امـم

ص ۱۰۳، حاشیہ نمبر ۲، سط ۱ — «لکھدیا» بجائے «لھکدیا».
ص ۱۰۴، حاشیہ نمبر ۱، سط ۱ — «مشفق» بجائے «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیہ نمبر ۱، سط ۱۲ — اضافہ کیجی «مظفر حسین خان نے سنہ ۱۲۹۲ ھ (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ۵٤۷).»

(۱) میرزا صاحب نے «گھٹائین» لکھا ھے.

Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3,
and published by The State Library, Rampur State, U. P.

The Rampur State Library Publication Series. No. 1.

MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-Mulk Mīrzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib* Nizām-Jang Dihlawī addressed to Nawwāb Firdaws-Makān, Nawwāb Khuld-Āshyān and other persons.

Edited by
IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ
Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.

QAYYIMAH PRESS
(PROPS SHARAFUDDIN & SONS)
BOMBAY
1937